

الْحَمْدُ لِلَّهِ

خطبات نبوی

جلد ششم



سیرتِ عظمتِ امیر معاویہ
وعظمتِ شہادتِ سیدنا حسینؑ اور واقعہ کربلا
کے عنوان سے ۱۲ تقاریر کا مجموعہ



محمد عطاء اللہ بن دیناوی

سیرتِ عظمتِ حسنین کریمینؑ و معاویہؓ ○
 شہادتِ حسین اور واقعہ کربلا کے موضوع پر ۱۲ تقاریر کا مجموعہ
 جلد ششم

جلد حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

خطباتِ بندیا لوی جلد ششم	نام کتاب
محمد عطاء اللہ بندیا لوی	نام مؤلف
شعبہ نشر و اشاعت جمعیت اشاعت التوحید السنہ سرگودھا	ناشر
۱۱۰۰	تعداد بار اول
اپریل ۲۰۱۱ء	تاریخ اشاعت
.....	قیمت
نصر اللہ مہر	کمپیوٹر کمپوزنگ



انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- میں خطباتِ بندیا لوی کی چھٹی جلد کا انتساب ہر اس شخص کے نام کرتا ہوں جو تاریخ و سیرت کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے ایمان نہیں لاتا بلکہ وہ تحقیق و جستجو کے جذبے سے مالا مال ہے۔
 - جو جمود و جہالت کے اندھیروں میں رہنے کی بجائے دلائل کی روشنی میں رہنا پسند کرتا ہے۔
 - جو عقیدت کا اسیر ہو کر غلو فی الدین نہیں کرتا بلکہ حقیقت کا متلاشی رہتا ہے۔
 - جو تاریخ کی تاریکیوں میں چراغِ جلائے کی کوشش اور سعی کرتا رہتا ہے۔
- کسی شاعر نے کہا تھا سر

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چوں غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

محمد عطا اللہ بندیا لوی

تقدیمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطباتِ بندیا لوی کی چھٹی جلد آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ جس کا موضوع واقعہ کربلا کی حقیقت، اس واقعہ فاجہ کا پس منظر اور مبادیات ہیں۔

پس منظر کے بیان میں شہادتِ عثمان کی سازش، پھر اس شہادت کے نتیجے میں جنگِ جمل اور صفین جیسے المناک حادثات۔

امیر المؤمنین سیدنا علیؑ بن ابی طالب کے دورِ خلافت میں۔۔۔۔۔ منافقین یہود کی مکروہ سازشیں اور ان کی طرف سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کی بنا پر آپس کی شکر رنجیاں۔
شہادتِ سیدنا علیؑ، خلافتِ سیدنا حسنؑ، چھ ماہ خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد سیدنا معاویہؓ سے صلح تقریباً انیس سال سیدنا معاویہؓ کا بلادِ اسلامیہ کا متفق علیہ امیر المؤمنین ہونا، یزید کی ولی عہدی و حکومت اور پھر حادثہ کربلا اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ۔
اس واقعہ فاجہ کے مجرموں کی نقاب کشائی اور نقاب کشائی بھی خانوادہ علی کی زبان مقدس سے۔

آخر میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت و عظمت کے عنوان سے ایک مکمل تقریر بھی آپ پڑھیں گے۔

واقعہ کربلا کے کے عنوان سے کچھ تحریر کرنا۔۔۔۔۔ اور اس عنوان پر بیان کرنا آسان اور سہل نہیں ہے۔۔۔۔۔ ذمہ دار رائٹر اور مقرر کے لئے یہ عنوان مشکل ترین عنوانوں میں سے ایک عنوان ہے،

اصل حقائق اور سچی بات پر۔۔۔۔۔ مدتوں سے تاریخ کی غلط بیانیوں نے گرد و غبار کی جو دبیز تہ لگادی ہے۔۔۔۔۔ اسے صاف کرنا اور جھوٹے راویوں کے لگائے ہوئے زنگ پر ریگزار لگانے اور جھوٹ و فریب کی پیپ سے بھرے ہوئے زخموں پر نشتر رکھنا بڑا مشکل اور دشوار کام ہے۔

دل و دماغ میں جیسے ہوئے نظریات و خیالات کے خلاف دیے گئے وزنی سے وزنی دلائل بھی لوگ آسانی سے قبول نہیں کرتے۔

یہ تصنیف جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اگرچہ خطبات کے نام سے ہے، مگر یہ صرف علماء و خطباء ہی کے لئے مفید نہیں ہوگی بلکہ عوام الناس بھی اس سے بھرپور استفادہ کریں گے، تاریخ سے شغف رکھنے والے اور تحقیق و جستجو کے طالب حضرات کے لئے یہ تحفہ ثابت ہوگی۔

آخر میں خطباء اور مقررین حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے ماحول کو دیکھ کر اور اپنے بیان کی صلاحیت کو مد نظر رکھ کر احسن انداز میں سنجیدگی کے ساتھ اور افراط و تفریط سے ہٹ کر مناسب سمجھیں تو اس موضوع کو عوام میں بیان فرمائیں۔

اور اگر عوام اس موضوع کو سننا پسند نہیں کرتے اور ان کے ذہن اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تو پھر اس کے علاوہ سیکڑوں موضوع آپ کے پاس اور بھی موجود ہیں انہیں بیان فرمائیے اس تاریخی موضوع کو بیان کرنا اسلام کے فرائض میں شامل تو نہیں ہے۔

میرے مہربان قارئین کی دُعائیں میرے شامل حال رہیں تو ان شاء اللہ العزیز بہت جلد خطبات بندیا لوی کی ساتویں جلد (اصحاب رسول قرآن کے آئینے میں) منظر عام پر آجائے گی، جو میرے رب کی رحمت سے عوام و خواص کے لئے یکساں مفید اور صحابہ کرام سے محبت رکھنے والے احباب کے لئے انمول تحفہ ہوگی۔

محمد عطا اللہ بندیا لوی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

۳۱ مارچ ۲۰۱۱ء

آئینہ

1	پہلی تقریر
2	واقعہ کربلا
4	عقیدت اور حقیقت
6	مبالغہ آمیزی کیوں
28	دوسری تقریر
29	سیدنا علیؑ مسند خلافت پر
39	سیدنا علیؑ کوفہ میں
44	تین شخصیات کے قتل کی تدبیر
47	تیسری تقریر
51	سیدنا حسنؑ تحت خلافت پر
60	حسنؑ معاویہؓ صلح
62	سیدنا حسنؑ اور سیدنا معاویہؓ
64	لحجہ فکریہ
68	چوتھی تقریر
69	فئتين عظیمتین
72	سیدنا معاویہؓ متفقہ قائد
74	اسلامی بحری بیڑہ
83	معاویہؓ کا تب و حی
85	معاویہؓ مظلوم بھی

98	پانچویں تقریر
99	معاویہ کا معنی
102	معاویہ خلیفہ راشد
107	معاویہ پر بڑا اعتراض بیعت علیؑ سے انکار
111	سیدنا علیؑ سے جنگ
123	ایمان معاویہؓ بزبان علیؑ
127	تصویر کا دوسرا رخ
132	چھٹی تقریر (ولی عہدی یزید)
139	دو مسئلے
144	حضرت مدنیؒ کا نظریہ
146	عجیب لطف
148	ولی عہد کبوں بنایا
161	انصاف کی ایک بات
165	ساتویں تقریر
169	ایک شبہ کا جواب
173	سیدنا حسینؓ کا موقف
188	جہادِ قسطنطنیہ
198	وفات ابویوب انصاریؓ
204	سیدنا حسینؓ و یزید
206	آٹھویں تقریر
222	مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی
223	سیدنا حسینؓ کی کوفہ روانگی

- 224 _____ سیدنا ابن عباسؓ کا روکنا
- 227 _____ سیدنا ابن جعفرؓ کا روکنا
- 234 _____ سیدنا حسینؓ کو فہ روانہ
- 236 _____ سیدنا حسینؓ واپسی کا ارادہ
- 239 _____ نویں تقریر
- 240 _____ ابن سعد کون ہے
- 243 _____ سیدنا حسینؓ کی تین شرائط
- 263 _____ باقی صحابہ کیوں نہ نکلے
- 269 _____ دسویں تقریر
- 272 _____ کوفیوں نے قافلہٴ حسینیؑ پر حملہ کر دیا
- 282 _____ کیا کربلا میں پانی تھا؟
- 288 _____ گیارہویں تقریر (قاتلین حسینؓ کون؟)
- 290 _____ سیدنا حسینؓ کا بیان
- 295 _____ سیدنا زین العابدینؓ کا بیان
- 298 _____ سیدہ زینبؓ بنت علیؓ کا بیان
- 299 _____ سیدہ فاطمہؓ بنت حسینؓ کا بیان
- 300 _____ سیدہ اُمّ کلثومؓ بنت علیؓ کا بیان
- 301 _____ سیدنا محمد باقرؓ کا بیان
- 302 _____ کوفیوں کا اعترافِ جرم
- 313 _____ قابلِ غور بات
- 319 _____ بارہویں تقریر (عظمتِ سیدنا حسینؓ)

پہلی تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٧﴾ (البقرہ)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر! بڑی مدت سے میری دلی آرزو اور قلبی خواہش تھی کہ
تاریخ اسلام کے مشہور و معروف واقعہ اور حادثہ یعنی واقعہ کربلا کا صحیح تذکرہ
..... اس واقعہ کا پس منظر اور اس حادثہ کے اسباب آپ کے
سامنے بیان کروں میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس واقعہ فاجعہ کے بیان کرنے
میں جن شخصیات اور جن جن حضرات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ ان حضرات

کا صحیح تعارف بھی پیش کروں..... خصوصاً نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت و عظمت..... یزید بن معاویہ کی حقیقی اور صحیح تصویر..... نواسہ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرت و خدمات اور ان کی دوراندیشی، فہم و فراست اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی خیر خواہی کا جذبہ، اسے آپ حضرات کے سامنے بیان کروں..... واقعہ کربلا کے نتیجے میں سب سے زیادہ بدنام بنوا امیہ کے خاندان کو کیا گیا..... میں ان شاء اللہ آپ حضرات کے سامنے یہ حقیقت ثابت کروں گا کہ اسلام کی ترقی اور نشوونما کے لئے بنوا امیہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں..... پھر بنوا امیہ کے خاندان میں سے..... سب سے بڑھ کر تنقید کا نشانہ جس شخصیت کو بنایا گیا، وہ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں..... میرے اللہ نے مدد کی تو میں انشاء اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور شخصیت کا صحیح تعارف بھی پیش کروں گا اور صحیح روایات سے اور حقیقی دلائل سے ثابت کروں گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں..... اور وہ فہم و فراست، دینی سیاست، دیانت..... علم و تدبیر کے بادشاہ ہیں..... وہ بے مثال حکمران، منصف مسزاج انسان، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے معتمد علیہ، سیدنا علی کے بھائی..... اور حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے امام اور امیر ہیں۔

وہ خوش قسمت فاتح، امام الانبیاء ﷺ کے برادر نسبتی..... اور اس نسبت سے خال المؤمنین ہیں۔

وہ فاتح شام و قبرص بھی ہیں اور پہلے اسلامی بحری بیڑے کے موجد بھی ہیں..... اور پہلے بحری لشکر کے سپہ سالار بھی ہیں!

واقعہ کربلا | یقین جانئے ہمارے ہاں واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کے

نمایاں، ممتاز اور اہم واقعات میں بے حد اہمیت کا حامل ہے..... اس نازک موضوع پر اور اس استہوائی ضروری عنوان پر مؤرخین نے..... اور فریقین (علماء اہلسنت اور علماء اہل تشیع) نے سینکڑوں کتابیں تحریر کی ہیں!

یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ جتنا مبالغہ..... اور جتنی کذب بیانی اس واقعہ کے بارے میں ہوئی ہے اور مسلسل ہو رہی ہے..... شاید اس کا عشر عشر بھی کسی دوسرے واقعہ میں نہ پایا جاتا ہو..... نوع بہ نوع شوٹے چھوڑے گئے..... قسم قسم کے جھوٹ بولے گئے..... طرح طرح کی کہانیاں بنائی گئیں..... غیر ذمہ دار داعش اور غیر محاط مصنفین نے..... اور رطب و یابس جمع کرنے والے مؤرخین نے، اس واقعہ کو ایسے رنگ میں پیش کیا..... اور ایسی طرح مازی کی..... کہ اس واقعہ کے سامنے تاریخ اسلام کے استہوائی اہم واقعات دب کر رہ گئے..... غزوہ بدر..... کفر و اسلام اور حق و باطل کا پہلا معرکہ اور پہلی جنگ کی وقعت اور اہمیت وہ ضروری جواہریت عوام و خواص کے دل و دماغ میں واقعہ کر بلا کی ہے۔

غزوہ بدر جس کے شرکاء کے لئے مغفرت کی بشارت لسان نبوت نے دی..... جن کو امت کے بہترین افراد ہونے کا شرف حاصل ہے..... جن کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتارے گئے۔

آپ حضرات اپنے اپنے ضمیر سے پوچھیں (انسان کا ضمیر سب سے بڑا مفتی ہے اور درست فتوے دیتا ہے) اور کچ کچ بتائیں کہ جواہریت اور وقعت اور عظمت آپ کے دل میں واقعہ کر بلا کی ہے..... کیا اتنی وقعت غزوہ اُحد کی ہے؟ غزوہ خندق کی کیا وہی اہمیت آپ کے دل میں ہے؟

انصاف سے بتائیے جو عظمت اور مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

آپ کے دل و دماغ میں ہے..... کیا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ احد میں دردناک شہادت کا آپ کی نظروں میں وہ مقام ہے.....؟ جس امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نبوت کی مقدس زبان نے اسد اللہ اور سید الشهداء کا لقب عطا فرمایا!..... غزوہ بدر کے شہداء، غزوہ احد کے شہداء..... غزوہ خندق کے شہداء کی عزت اور عظمت آپ کے دل میں وہی ہے..... جو عزت اور عظمت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ہے؟

عقیدت اور حقیقت یاد رکھئے! عقیدت اور چیز ہے اور حقیقت ایک الگ شے ہے..... حقائق بہت تلخ اور کڑے ہوتے ہیں..... حقیقت کے رنگارنگ سے عقیدت کا رنگ اتارا جائے تو بڑوں بڑوں کی جبین شکن آلود ہو جاتی ہے..... عقیدت مجھے بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ ہے..... محبت مجھے بھی ان سے بہت زیادہ ہے..... ان کے پاؤں کے جوتے میرے سر کا تاج..... ان کے قدموں کی مٹی میری آنکھوں کا سرمہ..... وہ بہت اعلیٰ اور برتر ہیں..... بہت عظیم اور عظیم المرتبہ ہیں..... نواسہ رسول بھی اور اکابر بردوش رسول بھی..... پھر سب سے عظیم خوبی یہ کہ رسول انور ﷺ کے صحابی ہیں..... مگر ان تمام صفات کے باوجود..... اور ان تمام اوصاف کے باوجود..... ان کی شہادت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی..... ان کی شہادت بدر و احد کے شہداء کا مقابلہ نہیں کر سکتی..... اور واقعہ کر بلا، غزوہ بدر اور احد و خندق کا مقابلہ نہیں کر سکتا).....

میری بات سن کر آپ ضرور چونک گئے ہونگے..... مگر حوصلے اور صبر کے ساتھ میری بات کو اور میری معروضات کو سنئے گا..... میں بغیر دلیل کے بات نہیں کرونگا..... میری دلیل سنئے..... دلیل بھی محسی انسان کی کتاب سے نہیں

.....رب العالمین کی اس کتاب مقدس سے جس کے ماتھے کا جھومرہ ہے
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ!

سورہ حدید کی آیت نمبر ۱۰ ہے..... گھروں میں جا کر ترجمہ پڑھئے گا
..... جس مسلک کے عالم کا ترجمہ آپ کے گھر میں ہو، اٹھا لیجئے اور ترجمہ دیکھئے
..... ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتِلْ
أَوْلِيَّكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ
وَقَاتِلُوا وَكَلَّ اللَّهُ الْحُسْنٰی۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں اصحاب پیغمبر کی مقدس جماعت کو
دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے..... صحابہ کرام کا ایک طبقہ وہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے
ایمان لایا..... فتح مکہ سے پہلے جہاد کیا..... فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے
میں مال خرچ کیا..... اور صحابہ کرام کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان
لائے..... فتح مکہ کے بعد جنگ کی..... فتح مکہ کے بعد اللہ کے راستے میں
مال خرچ کیا!

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور
جہاد کرنے والے..... اُن کا درجہ..... أَكْثَرُ دَرَجَةً بہت بڑا ہے۔

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور
جہاد کرنے والے صحابہ کرام کے بعد والوں سے بہت زیادہ ہے!

اس آیت کریمہ کی روشنی میں فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں..... اور
پوچھنے کی جرات کرتا ہوں..... کہ کیا غزوہ بدر کا واقعہ پہلے پیش آیا یا واقعہ کربلا؟
..... غزوہ بدر فتح مکہ سے چھ سال پہلے ہوا..... اور کربلا کا واقعہ فتح مکہ کے

تقریباً ۵۲ سال بعد ہوا۔

غزوہ بدر کے شہداء فتح مکہ سے چھ سال پہلے اس مرتبہ ہدفِ قاتر ہوئے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے تقریباً ۵۲ سال بعد شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ آپ فیصلہ کریں یا نہ کریں..... قرآن میں اللہ رب العزت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں کا مقام اور درجہ بعد والوں سے بلند بلکہ بہت بلند ہے۔

مبالغہ آمیزی کیوں؟ | واقعہ کربلا میں بے حد حساب مبالغہ آمیزی

کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا نے اور شہادت حسینؑ نے ایک مذہب کو جنم دیا ہے! تاریخ اسلام کے کسی واقعہ اور کسی حادثہ کے نتیجے میں کسی مذہب کی بنیاد نہیں پڑی..... مگر واقعہ کربلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت سے ایک مذہب کی بنیاد پڑی۔

اس مذہب کی تمام تر عمارت واقعہ کربلا کے سہارے کھڑی ہے..... اگر اس عمارت کی بنیاد سے واقعہ کربلا اور شہادت حسینؑ کو نکال دیا جائے تو پورے مذہب کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی!

اس مذہب کے ماننے والوں کے لئے ضروری تھا کہ واقعہ کربلا اور شہادت حسینؑ کو اس رنگینی کے ساتھ پیش کیا جائے..... اور اس میں درد و دکھ کی ایسی داستان بیان کی جائے..... اور اسے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ تاریخ اسلام کے باقی تمام اہم واقعات واقعہ کربلا کے سامنے دب جائیں اور صحیح نظر آئیں۔ اس لئے انہوں نے واقعہ کربلا اور شہادت حسینؑ کو پیش کرنے کے لئے جھوٹے واقعات تراشے..... مبالغہ سے بھرپور شعر و شاعری کی گئی..... مرثیے اور قوالیاں گائی گئیں..... صغریٰ کو بیمار بنا کر مدینے میں دکھایا گیا..... شادی

شدہ سیکندہ بنت حمینؓ کو چھ سال کی سیکندہ ہست یا عیا..... عون اور محمد کو بچے ثابت کر کے اُن پر کوفہ میں ہونے والے مظالم کی داستان عجیب انداز میں بیان کی گئی.....

اُس طبقہ نے شعر و شاعری خود کر کے اُسے اہلسنت کے علماء اور پیچھاواڑوں کی طرف منسوب کر دیا..... پھر اہلسنت عوام نے (اور تعجب کی بات یہ ہے کہ علماء کرام تک نے)..... بغیر سوچے سمجھے اُن اشعار کو سر کے ساتھ گا کر منبر کی زینت بنا دیا..... صحافی حضرات نے اپنے اخباروں اور رسائل کے رنگین صفحات پر اسے جگہ دی..... ذرائع ابلاغ پر قابض لوگوں نے ان اشعار کی حسد سے زیادہ تشہیر کی..... نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہر شخص کی زبان پر وہی اشعار ہیں بلکہ ان کے دین کا شعار ہیں..... میں صرف ایک رباعی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں..... جسے حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے زبان زد عام کر دیا گیا ہے۔

شاہ است حمینؓ پادشاہ است حمینؓ

دین است حمینؓ، دین پناہ است حمینؓ

سرداد، نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حمینؓ

لوگ اس رباعی کو پڑھ کر وحید کرتے اور جھومتے ہیں..... پیشہ ور

واعظین اسے ترنم سے پڑھ کر عوام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

مگر مزے اور تعجب بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ رباعی حضرت معین الدین

رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے..... اُن کے نام سے جو دیوان

موجود ہے اس میں بھی موجود نہیں..... آپ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ یہ

رباعی ہندوستان کے ایک شخص معین الدین کاشانی کی ہے..... جسے اہلسنت

عوام میں مقبول بنانے کے لئے اہلسنت کے رہنما اور پیشوا حضرت معین الدین
اجمیریؒ سے منسوب کر دیا۔

آپ نے اس رباعی کے آخری مصرعے کو کبھی غور سے پڑھا اور پھر تہہ بر سے
کام لیکر سوچا ہو کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے.....

حَقًّا كَمَا بَنَاهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

..... یعنی پکی اور پختہ بات یہ ہے کہ کلمہ اسلام کی بنیاد ہی حسینؑ میں!

واقعہ کربلاؑ میں ہوا..... تو کیا اسلام واقعہ کربلا سے پہلے بے
بنیاد تھا؟..... کیا کلمہ اسلام کی بنیاد یا عمارت اس واقعہ سے پہلے موجود نہیں
تھی..... اس شعر کے آخری مصرعے میں جو بات کی گئی ہے وہ عقل و نقل سے کتنی
بعید ہے اور اس میں اصحاب رسولؐ اور خود امام الانبیاءؑ کی کس قدر تنقیص
ہے..... کہ کلمہ اسلام کی بنیاد نہ امام الانبیاءؑ نے رکھی..... نہ بلالؓ نے
تپتے ہوئے کوٹلوں پر لیٹ کر رکھی..... نہ سمیہؓ نے مکہ کے چوراہے پر دو ٹکڑے
ہو کر رکھی..... نہ ابو بکرؓ نے بیت اللہ میں زخمی ہو کر رکھی..... نہ مہاجرین نے اپنا
محبوب وطن چھوڑ کر رکھی..... نہ بدر واحد کے غازیوں اور شہداء نے رکھی..... نہ
خندق کھودنے والے جاں نثاروں نے رکھی..... نہ حنین و طائف کی جنگیں لڑنے
والوں نے رکھی..... نہ خیبر کے مجاہدین نے رکھی..... نہ تبوک کے غازیوں
نے رکھی..... اس شعر کو مان لوں تو پھر ماننا پڑتا ہے (جسے ماننے کے لئے میں
ہرگز تیار نہیں)..... کہ کلمہ اسلام کی بنیاد نہ سیدنا علیؑ نے رکھی!

اسی سے ملتی جلتی شاعری عقیدت کی رو میں بہہ کر کی گئی..... مثلاً مولانا ظفر

علی خان نے کہا:

قتل حسین ا صل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
 بندہ پوچھے کہ کیا اسلام واقعہ کربلا سے پہلے خدا نخواستہ مر گیا تھا جو واقعہ کربلا
 کے بعد زندہ ہوا ؟

کیا کربلا کے حادثہ کے بعد ۷۰ عید کی حکومت و امارت ختم ہو گئی تھی ؟
 کیا واقعہ کربلا کے بعد اقدار حضرت سیدنا زین العابدینؑ کے ہاتھ میں
 آ گیا تھا ؟

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے چار سال بعد تک ۷۰ عید ہی حکمران رہا، اس کی
 طبعی موت کے بعد اس کا بیٹا (معاویہ ثانی) حکمران بنا بلکہ واقعہ کربلا کے بعد ایک
 صدی تک (تقریباً) بنو امیہ کا خاندان ہی حکمران رہا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی
 اولاد میں سے کوئی بھی ایک لمحہ کے لئے حکمران نہیں ہوا اور نہ وہ حکمرانی کے
 خواہشمند تھے اور نہ دنیا کا تخت و تاج اُن کی منزل تھی !

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جس طبقہ کے لوگوں کے مذہب کی بنیاد ہی واقعہ کربلا
 اور شہادت حسینؑ ہو اس طبقہ کے لوگوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس واقعہ..... اور
 اس شہادت کو..... اس رنگ میں بیان کریں کہ تاریخ اسلام کے دوسرے اہم
 واقعات..... اصحاب رسول کی قربانیاں..... وفائیں اور جان نثاریوں کی
 داستانیں..... سب اس کے سامنے دب کر رہ جائیں۔

بد قسمتی سے وہ لوگ اپنے اس مذموم منصوبے میں بہت حد تک کامیاب
 ٹھہرے..... کہ آج اہلسنت کہلانے والوں کی اکثریت کے دل و دماغ میں جو
 اہمیت واقعہ کربلا کی ہے..... اور جو وقعت شہادت حسینؑ کی ہے وہ اہمیت اور
 وہ وقعت تاریخ اسلام کے کسی دوسرے واقعہ، کسی غزوہ اور کسی جنگ کی نہیں ہے.....
 اور ویسی اہمیت کسی اور کی شہادت کی بھی نہیں ہے۔

واقعہ کر بلا کے بیان کی نزاکت | آپ یقین کریں مجھے کسی بھی

موضوع اور عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے اتنی پریشانی کبھی نہیں ہوتی..... جتنی پریشانی واقعہ کر بلا اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع کو بیان کرتے ہوئے ہوتی ہے! یہ موضوع بڑا نازک موضوع ہے..... یہاں سوچ سوچ کے اور تول تول کے بولنا پڑتا ہے..... ایک طرف نواسہ رسول ہے جو جگر گوشہ فاطمہ اور فرزند حیدر کرار ہے..... نبی اکرم ﷺ کا پیارا اور آپ کی آنکھ کا تارا ہے..... واقعہ کر بلا کو بیان کرتے ہوئے ان کی معمولی سی گستاخی اور رتی بھر بے ادبی انسان کو گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے۔

دوسری جانب یزید ہے جو امیر المومنین، فاتح شام و قبرص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرزند..... اور ان ہی کا مقرر کردہ ولی عہد ہے..... جس کے ہاتھ پر مسکوقں جلیل اللہ صحابہ کرام نے بیعت کی ہے اور کئی ازواجِ مطہرات نے اس کے ولی عہد بننے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے!

واقعہ کر بلا کو بیان کرتے ہوئے اس کی ذمہ داری اگر یزید کے گاندھے پر ڈال دی جائے..... یا یہ کہا جائے کہ دین کی قدریں تبدیل کر دی گئیں تھیں، اسلام کے قوانین بدل دیئے گئے تھے..... زنا عام تھا..... وقت کا حکمران عیاش تھا اور بے دین تھا..... تو پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوزیشن کمزور ہوتی ہے جنہوں نے یزید کو ولی عہدی کے منصب پر فائز کیا..... اور ان سیکڑوں اصحاب رسول کے بچے کچھ نہیں رہتا جنہوں نے پہلے یزید کی ولی عہدی..... اور پھر اس کی عکرائی کو تسلیم کیا:

واقعہ کر بلا کے سلسلہ میں کذب و افتراء، مبالغہ آرائی اور جھوٹ کے طومار باندھ کر ظلم و ستم کے واقعات بیان ہوتے ہیں اور جو دکھ بھری اور درد انگیز کہانیاں

اور داستانیں سنائی جاتی ہیں ان سب کا ذمہ داری یہ کوٹھہرا یا سباتا ہے..... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں اور بچوں تک کا قاتل بھی یہی کوٹھہرا سباتا ہے..... کربلا میں پانی بند کرنے، شیعوں کو آگ لگانے اور خواتین کی بے حرمتی کرنے کی تمام تر ذمہ داری بھی یہی کے سر ڈال دی جاتی ہے۔

رطب و یابس جمع کرنے والے مؤرخین تاریخ کی تاریکیوں اور اندھیروں میں گم ہو کر اور کذاب اور وضاع راویوں پر اعتماد کر کے بغیر تحقیق کئے اور بغیر ہر کھے ورق سیاہ کرتے رہے اور بعد میں آنے والے داعیین اور علماء نے انہیں بند کر کے مؤرخین کی بے سند اور بے سرو پار روایات کو وحی کا درجہ دیکر قبول کر لیا، اور ان روایات کو منبر و محراب کی زینت بنایا اور صفحہ قرطاس پر پھیلاتے چلے گئے!

لوط بن یحییٰ ابو محنف..... جس نے سب سے پہلے واقعہ کربلا پر ایک کتاب..... ”مقتل حسینؑ“ کے نام سے تحریر کی..... بعد میں آنے والے مؤرخین خصوصاً ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں واقعہ کربلا کے بیان میں تمام روایات اسی سے لی ہیں..... پھر حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی شہسوار آفاق تصنیف البدایہ والنہایہ میں طبری کے حوالے سے واقعہ کربلا کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا..... تو کہا کہ اگر اس بات کو طبری دلاتا تو میں بھی تحریر نہ کرتا!

لوط بن یحییٰ ابو محنف کتنا شریف اور ثقہ آدمی تھا..... وہ کتنا سچا اور کھرا آدمی ہے..... آئیے، میں آپ کو اس کے بارے میں آئینہ دکھا دیتا ہوں!

لوط بن یحییٰ قصے کہانیاں بیان کرنے والا غیر معتبر راوی ہے وہ جلا بھتا شیعوں تھا اور غیر ثقہ ہے۔

(میزان الاعتدال ۳۶۰ جلد ۲) (لسان المیزان ۴۹۲ جلد ۴)

شیعہ علماء نے تصحیح المقال ۲/ ۴۴ میں اعیان الشیعہ ۱/ ۱۵۳ میں تحریر کیا

ہے کہ ابو محنف لوط بن یحییٰ قصے کہانیاں بیان کرنے میں یہ طویل رکھتا تھا، اس نے بہت سی کتب لکھیں اور اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے۔

حیرت اور تعجب اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایسے ”شریف“ آدمی کی باتوں پر اندھا اعتماد کر کے کسی نے یہ تک سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ لانے والے کون تھے؟..... دعوت دینے والے کون تھے؟..... خطوط کے انبار تحسیر کرنے والے کون تھے؟..... اور خیموں کو جیلانے والے کون تھے؟ اور خیموں کو جیلانے کا مقصد کیا تھا؟..... خانوادہ علیؑ پر پانی بند کرنے والے کون تھے؟..... اور کیا واقعی پانی بند ہوا بھی تھا یا نہیں؟

مقام تعجب ہے کہ واقعہ کربلا کے اصل ذمہ دار..... اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہ شرارت کرنے والے..... اور خانوادہ علیؑ کو فریب سے ہٹا کر قتل کرنے والے صاف بیچ نکلے اور مورد الزام ٹھہرایا گیا..... اور تمام ملہ ڈالا گیا اس یزید پر جو دمشق میں بیٹھا ہوا تھا اور ساری زندگی اس واقعہ فاجعہ پر بے حد افسردہ اور غمگین رہا۔

مجھے کبھی کبھی بڑا تعجب ہوتا ہے کہ بڑے بڑے علماء، فضلاء، مشائخ عظام، مشہور و معروف مذہبی سکالر اور پروفیسر..... صحافی اور ادیب کسی نے بھی تاریخ کو کھنگالنے کی زحمت اور کوشش نہیں کی..... سب سطحی نظر سے دیکھتے چلے گئے اور کسی نے باریک بینی سے کام نہیں لیا..... اس طرح ملاوٹ روز بروز بڑھتی چلی گئی اور عوام الناس کے ذہن حق بات قبول کرنے سے بہت دور ہو گئے۔

کسی نے بھی اس بات پر غور نہ کیا کہ یزید اگر واقعی برا تھا..... غلط کار تھا..... حکومت اسلامیہ کا سربراہ بننے کے لائق نہیں تھا..... فاسق و فاجر تھا.....

..... شرابی اور زانی تھا..... بے نماز تھا..... کبوتر باز اور بد عمل تھا اور دنیا جہان کی تمام برائیاں اس میں موجود تھیں..... تو پھر صحابی رسول، کاتب وحی امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے..... جنہوں نے ایسے ظالم اور بد کردار کو لوگوں کی گردنوں پر مسلہ کر دیا تھا..... پھر ایک اور صحابی جو بیعت رضوان میں شامل تھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا کیا بنے گا؟..... جنہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا جائے! پھر ان ازدواجِ مطہرات کو کیا کہو گے جنہوں نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم کیا..... پھر ان سینکڑوں اصحاب رسول کی پوزیشن کیا ہوگی جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی.....؟

پھر نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے جنہوں نے کربلا جاتے ہوئے راستے میں ابن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہوئے فسر مایا تھا..... مجھے یزید کے ہاں لے چلو..... میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لئے تیار ہوں (اس کی تفصیل میں آگے جا کر بیان کروں گا) (إِنْ شَاءَ اللّٰهُ) مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج شعوری طور پر اور کبھی کبھی غیر شعوری طور پر حُبِ اہل بیت کی آڑ میں بظاہر تو یزید کو نشانہ بنایا جاتا ہے..... مگر اصل مقصد یزید کی آڑ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، ازدواجِ مطہرات اور اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار بنانا ہے..... اصل مقصد یہ ہے کہ جب ان پاکیزہ اور مقدس لوگوں کے دامن داغدار ہو گئے اور ان سے اعتماد اٹھ گیا..... تو پھر اللہ کی مقدس کتاب قرآن، احادیث، رسالت، ختم نبوت اور دین اسلام پر حملہ آور ہونا آسان ہو جائے گا..... کیونکہ قرآن اور سنت اور اسلام کے عسینی گواہ تو یہی لوگ تھے..... جب گواہ ہی خود غرض، لالچی، مفاد پرست اور معاذ اللہ جھوٹے ثابت

ہوئے اور گواہوں پر جرح ثابت ہوگئی..... تو اسلام کا کیس خود بخود خارج ہو جائے گا..... اور یہی مقصد ہے یہودیت کا کہ دین اسلام، قرآن اور ختم نبوت سے اعتماد اٹھا دیا جائے۔

اس لئے ہمیں یہودیوں کی اس خفیہ چال کا سوچ سمجھ کر مقابلہ کرنا ہوگا..... اور اس سلسلہ میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا..... اس طرح چلنا ہوگا کہ واقعہ کر بلا کو بیان کرتے ہوئے نہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقدس دامن داغدار ہو اور نہ ہی سیدنا امیر معاویہؓ یا کسی صحابی کا پاکیزہ دامن آلودہ ہو۔

ہمیں سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصل دشمن کو تلاش کرنا ہے..... ہم نے تفتیش کرنی ہے اور کھوج لگانی ہے..... کہ کر بلا کا واقعہ کیوں رونما ہوا؟..... اس واقعہ کے عواقب کیا تھے؟..... اس واقعہ کے اصل ذمہ دار کون ہیں؟..... یہ تمام تر سازش کس نے تیار کی اور کیوں تیار کی؟..... مزید کا اس میں کتنا ہاتھ تھا؟..... اور حقیقت واقعہ ہے کیا؟.....

میں ان شاء اللہ فریقین کی کتابوں سے بڑی تفصیل کے ساتھ اصل واقعات اور اس واقعہ کے صحیح حقائق بیان کروں گا..... تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے..... اور اصل مجرموں کے پھرے بے نقاب ہو جائیں اور ہر شخص پر واضح ہو جائے کہ اسلام، قرآن، ختم نبوت، اصحاب رسول، ازواج مطہرات..... بیت اللہ اور مسجد نبوی اور خصوصاً خاندانِ حیدر کرار کا اصل دشمن کون ہے؟ وہ کون لوگ ہیں..... بدطینت لوگ جنہوں نے قدم قدم پر خاندانِ علیؑ سے بے وفائی کی؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ستایا، زین العابدینؑ کی توہین کی، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار راستے میں چھوڑ دیا..... پھر بے دردی کے ساتھ انہیں کنسہ سمیت شہید کر دیا..... خاندانِ علیؑ کن لوگوں سے ہمیشہ شاکِ رہا، نالاں رہا

.....کن سے وہ تنگ رہے اور کن کے لئے وہ بددعائیں کرتے رہے.....؟

عبداللہ بن سبا ساعین گرامی قدر! اسلام کے ازلی دشمن یہود جو اسے مٹانے کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے ہیں..... ان کی طاقت اور قوت اور رعب و دبدبہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے مدہم پڑ گیا تھا..... پھر آپ ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے..... تو اس وقت مدینہ منورہ کی حالت یہ تھی کہ شہر کے اندر اور شہر کے گرد و نواح میں یہود کا اچھا خاصہ ساز و دراوراڑ تھا..... یہود کے بڑے بڑے علماء اور درویش، تورات کے عالم اور بڑے بڑے گدی نشین موجود تھے..... مدینہ منورہ کے عوام الناس کے دل و دماغ میں ان کا رعب اور دبدبہ چھایا ہوا تھا..... جس وقت امام الانبیاء (ﷺ) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی تبلیغ و تعلیم کے اثر سے اور مسلسل جہاد سے یہود کی کمر لوٹ گئی..... کچھ کو مدینہ سے دیس نکالا مل گیا..... کچھ کو معاہدہ کی خلاف ورزیوں کی پاداش میں تہ تیغ کر دیا گیا..... کچھ نے خیر میں حسا کر پستہالی..... تو وہاں بھی مسلمانوں نے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

امام الانبیاء (ﷺ) کے مبارک دور میں..... پھر خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سنہری دور میں اسلام اس تیزی کے ساتھ پھیلا کہ فتوحات اور کامیابی کے دروازے کھلتے چلے گئے..... دین اسلام پھیلتا چلا گیا اور باطل سمٹتا چلا گیا..... مسلمان فتح یاب اور کامران ہوتے چلے گئے اور دشمنان اسلام ذلیل و خوار ہوتے چلے گئے مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی ترقی اور فتوحات کو دیکھ کر جس قوم کو سب سے زیادہ تکلیف دکھ اور حسد تھا، وہ یہود تھے۔

یہودی یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کی مسلسل ترقی..... اور

لا تعهدا فتوحات اور عربت و رفعت کی وجہ ان کا آپس میں اتحاد و اتفاق ہے
..... ان کے مابین مکمل یک جہتی اور یگانگت ہے..... ان کے مابین نسلی
تعصب ہے نہ خاندانی رقابت و عناد..... اور نہ ہی جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔

وہ سب کے سب آپس میں شیر و شکر، بھائی بھائی اور گھر سے دوست ہیں
..... ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرتے ہیں..... ان کا عقیدہ ایک
ہے، نظریہ ایک ہے، موقف ایک ہے اور ان سب کی منزل ایک ہے اور سب ہاتھ
میں ہاتھ ڈالے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں!

اتحاد و اتفاق اور دوستی کی اس سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں دراڑ ڈالنا انتہائی
مشکل اور بے حد دشوار تھا اور مسلمانوں کی متحدہ اور مجتمع قوت و طاقت کو شکست دینا اور
میدان جنگ میں ان سے مقابلہ کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا.....
اسی لئے یہودیوں نے گرم جنگ میں مسلسل شکست کھانے کے بعد اب مسلمانوں کے
خلاف سرد جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔

اور یہ طے کر لیا کہ اگر اسلام کو نیست و نابود کرنا ہے..... اگر مسلمانوں
کے عوام کو ناکام بنانا ہے..... اگر ان کی لامتناہی فتوحات کا دروازہ بند کرنا ہے
اور مسلمانوں کی متفقہ طاقت و قوت کو کمزور کرنا ہے تو پھر اسلام کے چشم دید گواہوں
..... دین کے غازیوں اور محمد عربی ﷺ کے جاٹاروں کے مابین نسلی و خاندانی
تعصب کا بیج بو دیا جائے..... غلط عقائد اور نظریات ان میں پھیلا کر انہیں سیدھے
راستے سے ہٹا دیا جائے..... تاکہ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی طاقت کمزور
ہو جائے..... آپس میں پھوٹ پڑ جائے..... عقائد و نظریات اور خیالات
میں اختلاف ہو جائے اور یہ فرقوں میں بٹ جائیں اور اس طرح ہر ایک کا رخ الگ
الگ ہو جائے!

چنانچہ اپنے ان مکروہ اور خطرناک عرائم میں کامیابی و کامیابی کے لئے
 یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص! عبد اللہ بن سبا جو یمن کے شہر
 صنعاء کا رہائشی تھا اور یہودیوں کے ایک معزز اور علمی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا
 وہ خود بھی بڑا زیرک، انتہائی چالاک و ہوشیار اور شاطر شخص تھا..... مسلم پر
 عبور رکھتا..... تورات سے واقف اور اپنے مذہبی نظریات میں انتہائی متعصب تھا۔

وہ حساس ذہن رکھنے والا شخص تھا..... اسے اپنے مذہب اور اپنی
 قوم کی کمپرسی اور مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت و خواری اٹھانے کا بہت دکھ تھا
 وہ یہ سب کچھ دیکھتا اور اندری اندر کڑھتا رہتا..... مگر وہ بے بس تھا
 اس کا کوئی بس نہ چلتا عبد اللہ بن سبا تدبیروں اور سازشوں کا پادشاہ تھا..... اس کا
 ذہن اور وجد ان اسے سمجھاتا تھا کہ اسلام سے اور مسلمانوں سے اگر انتقام لینا ہے تو
 اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ بظاہر اسلام قبول کر کے اور مسلمانوں کا ہمدرد
 بن کر ان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا جائے..... مسلمانوں کے مابین نسلی اور
 خاندانی تعصب پیدا کر کے ان میں پھوٹ ڈال دی جائے اور غلط نظریات و عقائد
 پھیلا کر انہیں گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیا جائے۔

اپنے اس ناپاک اور مذموم ارادے کی تکمیل کے لئے وہ ہمیشہ موقع کی
 تلاش میں رہا..... خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خلافت فاروقی میں وہ کسی
 طرح اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

مگر خلافت عثمانی کے زمانے اس نے محسوس کیا کہ اب فضا سازگار ہے،
 میری تدبیر اور میرے منصوبے کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں گے..... عبد اللہ بن
 سبا اپنے غلیظ مشن کو چھپائے ہوئے مدینہ منورہ آیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے
 دست مبارک پر (بظاہر) اسلام قبول کیا..... اور مومنین کی جماعت میں مسلمان

بن کر رہنے لگا۔

ایک دن اُس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی سرکاری منصب اس کے سپرد کیا جائے..... اس طرح وہ چاہتا تھا کہ اپنے ناپاک مقاصد میں بہت جلد کامیابی حاصل کر لے گا۔

مگر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے سرکاری منصب و عہدے کے لائق نہ سمجھتے ہوئے اس کی خواہش کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی!

اسے اپنی خواہش کے ٹکرا سنے جانے پر بے حد شرمندگی ہوئی..... وہ جل بھن گیا اور پہلے سے زیادہ سسر گرمی کے ساتھ اپنی مسنزل کے حصول کے لئے کارروائی میں مشغول ہو گیا..... اپنے مقصد کے حصول کے لئے طریقہ کار یہ اپنایا کہ خلافت عثمانی کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا آغاز کیا اور پھر دن بدن اس پروپیگنڈے کا بازار گرم کرتا چلا گیا۔

یہ بات تو ہر ذی عقل جانتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کے فضل و کرم سے شروع دن سے..... خاندانی طور پر دولت مند اور صاحبِ ثروت شخص تھے..... اور ان کی دولت، امام الانبیاء ﷺ کے مبارک دور میں اور خلافت صدیقی و فاروقی میں اسلام اور مسلمانوں کے کام آتی رہی!

کئی مشکل ایام میں اور ناواری و مفلسی کے زمانے میں اور کئی غزوات میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت کے خزانے کے منہ کھول دیئے۔

(مسجد نبوی کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے تھے..... میٹھے کنوئیں کی خریداری کا مرحلہ درپیش ہوا تب بھی ان ہی کی دولت کام آئی تھی..... غزوہ تبوک کے مشکل ترین موقع پر ایک تہائی لشکر کے اخراجات برداشت کر کے انہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی زبان مقدس سے دعائیں

لیں..... خود امام الاعلیٰؑ کے گھر کے خرچے دے کر آپ کا سیتہ ٹھنڈا کیا..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے موقع پر ان کی خودی کا لحاظ کرتے ہوئے چار صد اسی درہم میں ان سے لوہے کی زرہ خریدی اور پھر وہی زرہ انہیں تحفہ میں واپس کر کے..... ان سے بھرپور تعاون فرمایا..... خلافت صدیقی میں ایک ہزار غلے سے لدے ہوئے اونٹ مدینے کے غریبوں اور مسکینوں پر وقف کر دیئے)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایسے دولت مند نہیں تھے جو خوانے پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں..... بلکہ وہ ایسے دولت مند تھے جو بے مد قیاض اور انتہائی درجے کے سخی تھے..... وہ خدا ترس اور غریبوں اور مسکینوں اور ضرورت مندوں پر مہربان تھے..... وہ اپنے دور خلافت میں بھی..... اپنی جیب سے اور اپنی ذاتی دولت سے اپنے غریب اور نادار اور ضرورت مند رشتے داروں کی مدد و نصرت اور اعانت فرماتے رہتے تھے!

اسی نکتے کو بنیاد بنا کر عبداللہ بن سبائے اپنے مذموم منصوبے کی ابتداء کی..... اس نے سادہ لوح مسلمانوں کا ذہن بنانا شروع کیا کہ عثمانؓ اپنے رشتے داروں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو سرکاری مال سے نوازتے ہیں اور بیت المال سے ان کی جھولیاں بھرتے ہیں!

اس زہریلے پردے گھنڈے کے ذریعے وہ اپنے ساتھ ان سادہ لوح نو مسلم لوگوں کو ملانے میں کامیاب ہو گیا جو اپنے آپ کو مہاجرین اور انصار کے برابر حکومت اور سرکاری عہدوں کا حق دار سمجھتے تھے! ساتھ ہی ساتھ عبداللہ بن سبائے یہ پردے گھنڈا بھی شروع کیا کہ اسلام میں بنو ہاشم کے حقوق سب سے زیادہ ہیں..... مگر آج حکومت و اقتدار میں بنو ہاشم کا اتنا حصہ نہیں ہے جتنا بنو امیہ کا ہے

.....حکومتی عہدے اور زیادہ تر گورنر بھی بنو امیہ سے تعلق رکھتے ہیں..... وہ لوگوں سے کہتا کہ اس جانبداری اور زیادتی کا ذمہ دار خلیفہ وقت ہے..... وہ بنو ہاشم کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے اور اپنے خاندان کو برابر نواز رہا ہے..... اس کی ملمع سازی والی یہ باتیں اور چاپلوسانہ گفتگو بعض سادہ لوح نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگوں کو متاثر کرتی تھی۔

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس جارحانہ کارروائی اور منافقانہ رویے کا علم ہوا تو فوراً اسے مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سبا آگ بگولا ہو کر اور حمد و عناد کی چنگاری دل میں چھپا کر مدینہ منورہ سے بصرہ آگیا اور خفیہ طور پر اپنے مذموم اور ناپاک مشن کا آغاز کیا..... وہی موقف، وہی باتیں اور وہی دلائل جو مدینہ منورہ کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا تھا..... یہاں بھی دہرانے شروع کئے اور ساتھ ساتھ خاندان علی رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کا دم بھرنا شروع کیا..... پھر زمین کچھ سازگار سمجھ کر اس نے اعلانیہ طور پر خلیفہ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اور ان کے گورنروں کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا..... اور طعن و تشنیع کرنے لگا۔

بصرہ کے گورنر تک اطلاع پہنچی تو انہوں نے اسے طلب کیا اور پوچھا تم کون ہو؟ مجھے تمہاری شرارتوں، خباثتوں اور منافقانہ رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو..... تمہاری بغسلی اور مخفی و ظاہر چالوں سے محسوس ہوتا ہے کہ تم یہودی ذہن رکھتے ہو!..... مسلمانوں کو ورغلا کر فتنہ و فساد اور انتشار کا بیج بونا چاہتے ہو!

عبداللہ بن سبا نے بصرہ کے گورنر کے تیور دیکھے اور بصرہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور بصرہ سے کوفہ کا رخ کر کیا۔ بد قسمتی سے کوفہ میں پہلے ہی چند منافق خلیفہ وقت

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے مقرر کردہ گورنر () کے مخالف موجود تھے..... ابن سبا کو یہاں نسبتاً زمین ہموار مل گئی اور ایک شرارتی گروہ میسر آ گیا..... اس نے کوفہ میں زاہد و متقی اور عالم و عابد کا روپ دھار لیا..... اس طرح لوگ اس کی عزت و تکریم کرنے لگے اور اپنی سادہ لوحی سے اسے واقعی ایک بڑا عالم، زاہد اور اپنا خیر خواہ سمجھنے لگے۔

یہ علم وزہد اور مصنوعی تقویٰ کی آڑ میں اندری اندر اپنے مشن کے لئے کام کرتا رہا..... اور لوگوں کے ذہنوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے تیار کرتا رہا..... اس طرح کوفہ میں اسے سرکردہ شرارتیوں کی اچھی خاصی جماعت میسر آ گئی! کوفہ کے گورنر کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بلا کر اس کی سرزنش کی اور کوفہ کے مخلص اور سمجھدار اور زیرک و معاملہ فہم لوگوں نے اسے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا..... اس نے صاحب حیثیت لوگوں کی نظریں بھانپ لیں اور کوفہ سے دشمنی کا رخ کیا..... مگر دمشق کے گورنر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو سخت غیر..... اعلیٰ درجہ کے مدیر، معاملہ فہم، علاقہ کے نشیب و فراز سے باخبر، بہترین منظم، دانا اور ذہین فلسطین تھے..... ان کے صوبہ میں عبداللہ بن سبا کی دال نہیں گل سکتی تھی!

اس نے ایک دن مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا آغاز کیا اور چابلی سے اپنا مشن ان کے سامنے بیان کرنے لگا..... تو انہوں نے کمال فراست سے فرمایا تم مجھے یہودی معلوم ہوتے ہو..... وہ شرمندہ ہو کر ایک اور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا..... انہوں نے زہر سے بھری ہوئی اس کی گفتگو سنی..... تو اسے پکڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے..... اور کہا مجھے تو یہ شخص انتہائی خطرناک اور دشمن اسلام معلوم

ہوتا ہے..... اس کے بارے مکمل تحقیق اور تفتیش کی جائے..... چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے فوراً دمشق سے نکل جانے کا حکم دیا۔

یہ دمشق سے سیدنا مصر جا پہنچا..... مصر میں بھی اسے حالات قدرے سازگار ملے..... اس لئے کہ مصر کے کچھ لوگ پہلے ہی سے مصر کے گورنر سے شاکی اور ناراض تھے..... عبداللہ بن سبائے کمال ہوشیاری سے جلتی پرتیل کا کام کیا..... مصر کی زمین..... اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اسے کوفہ سے بھی زیادہ سازگار اور زرخیز نظر آئی..... چنانچہ اس نے مصر کو اپنی مسذموم کاروائیوں کے لئے مرکزی دفتر بنالیا۔

اور یہاں بیٹھ کر بصرہ اور کوفہ کی اس جماعت سے برابر خط و کتابت کرتا رہا جو یہ وہاں قائم کر آیا تھا..... یہاں سے انہیں مسلسل ہدایات دیتا رہا اور مخفی طور پر اپنے ناپاک ارادے کی تکمیل کے لئے کوشاں رہا..... اس نے اپنے تیار کردہ شرارتی لوگوں کے ذمہ لگایا کہ وہ گورنروں اور حکومتی عہدیداروں کے خلاف شکایات لکھ لکھ کر دوسرے شہروں کے مسلمانوں تک پہنچائیں تاکہ نفرت کا جو بیج ہم نے بویا ہے وہ پروان چڑھتا رہے اور حکومت وقت کے خلاف لاوہ مسلسل پکھتا رہے..... عبداللہ بن سبائے جب دیکھا کہ فضا میرے حق میں سازگار اور مناسب ہے..... تو غلیفہ وقت امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے محبت علیؑ کا نعروں لگایا اور میدان میں کود پڑا۔

اس نے لوگوں سے اور اپنی تیار کردہ جماعت کے افراد سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک وزیر اور راز دار ہوتا ہے..... سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور راز دار حضرت یوشع بن نون تھے..... اسی طرح ہمارے پیغمبر حضرت سیدنا محمد عربیؐ کے وزیر اور راز دار حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں!

اس کے ساتھ ساتھ اس نے لوگوں کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام الانبیاء علیہ السلام کے وہی ہیں..... آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد خلافت و امامت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

پھر اس نے چپکے سے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل اور بلند مرتبہ ہیں..... کبھی کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت و امامت کے صحیح اور حقیقی حقدار تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے..... مگر صحابہ کرام نے اور خصوصاً ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے زیادتی اور ظلم کر کے ان سے خلافت کے منصب کو غصب کر لیا..... عبداللہ بن سنان ان نظریات کے ساتھ ساتھ یہ زہریلا عقیدہ اور نظریہ بھی لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی کہ جس طرح توحید و رسالت اور قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے..... اسی طرح عقیدہ امامت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے!

بعض اوقات کسی کے کان میں چپکے سے یہ بات بھی ڈال دیتا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں وہ بشری طاق سے بالاتر ہیں..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ دراصل انسانی پیکر میں اللہ ہیں اور انہیں خدائی صفات حاصل ہیں!

خلافت کے بارے میں لوگوں کو سمجھانا کہ صحابہؓ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی کی ہے اور وصیت رسول کو پس پشت ڈالا ہے..... اور اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مرضی اور منشاء کے خلاف حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ اور امیر مقرر کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق غصب کیا ہے..... انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی حکم عدولی کر کے دین کو برباد کیا ہے..... اس لئے ایسے لوگوں پر تبراً کرنا چاہئے اور ان سے نفرت کا اظہار کرنا چاہئے

اس تمام پروپیگنڈے اور زہریلی گفتگو سے عبد اللہ بن سبا کا مقصد یہ ہوتا کہ..... لوگو معاملہ اب بھی ہاتھ سے نہیں گیا..... کف افسوس ملنے کے بجائے ہمیں مل کر کوشش کرنی چاہئے..... اور موجودہ امیر سیدنا عثمانؓ کو ہٹا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کا حق دلوانا چاہئے..... اس ناپاک سازش سے اس کا مقصد پورا ہوتا تھا اور اس کی متعین کردہ منزل قریب تر ہو سکتی تھی..... اس طرح مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا ہو سکتا تھا اور وہ دو جماعتوں میں تقسیم ہو سکتے تھے! رجال کشی کے صفحہ نمبر ۱۷ میں علامہ کشی نے تحریر کیا کہ:

”بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے لگا وہ اپنی یہودیت کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہی حضرت یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا، پھر اس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کہنی شروع کیں..... عبد اللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فسخ ہونے کے عقیدے کو مشہور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کیا، اور ان کے مخالفین کو کھلم کھلا کافر کہنا شروع کیا..... اسی لئے جو لوگ رافضیت کے دشمن ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ یہودیت سے ماخوذ ہے۔“

عبد اللہ بن سبا نے یہودی نظریات، پھیلا کر ایک چال یہ چلی کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹے خطوط لکھ کر بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنا شروع کر دیا۔

اور پھر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شرارتی لوگوں کو مختلف شہروں سے جمع کر کے مدینہ منورہ لایا اور جب مسلمانوں کی اکثریت نے حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا..... تو باغیوں کی اس جماعت نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا..... انہیں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے روک دیا..... اور جو کنواں (بررومہ) انہوں نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا اس کنویں کا پانی بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بند کر دیا گیا..... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا یہ محاصرہ تقریباً چالیس دن تک جاری رہا!

(آج لوگوں کو واقعہ کربلا کے سلسلہ میں قافلہ حسینی پر دس دن کے لئے یا تین دن کے لئے پانی کا بند ہونا تو یاد رہا.....) (پانی بند ہوا یا نہیں؟ یہ آگے جا کر بیان کروں گا)..... مگر وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر پانی کی طویل بندش بھول گئے۔ سیدنا حمین رضی اللہ عنہ کے قافلہ پر جو پانی بند ہوا وہ فرات کی نہر سے ہوا..... فرات کی نہر سیدنا حمین رضی اللہ عنہ نے جیب سے خرید کر وقف نہیں کی تھی..... مگر عثمانؓ ایسا مظلوم ہے کہ جو کنواں انہوں نے اپنی جیب سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا..... اسی کنویں کا پانی اُن پر بند کر دیا گیا)

باغیوں کے محاصرہ کے وقت مدینہ منورہ کے مسلمان غلیفہ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے برابر درخواست کرتے رہے کہ آپ اجازت دیں تو ہم اُن چند باغیوں کا صفایا کر دیں اور اُن کے ناپاک وجود سے مدینہ منورہ کو پاک کر دیں۔

مگر گھر میں کئی دنوں سے محصور، حلم و بردباری کے کوہِ گراں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر لوگوں کو روکتے رہے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کا خون نہیں بہانا چاہتا..... اور جس زمین پر میرے پیارے پیغمبر امام الانبیاء ﷺ کے مبارک قدم لگے ہیں میں اس زمین کو خون سے رنگین نہیں کرنا چاہتا!

شام کے گورنر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی کہ اگر آپ باغیوں کے خلاف کارروائی کی اجازت نہیں دیتے تو پھر میرے ساتھ شام تشریف لائیں..... وہاں حالات پوری طرح میرے کنٹرول میں ہیں اور پرسکون ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معاویہ! جس مقدس شہر میں میرے محبوب پیغمبر ﷺ کی یاد گاریں

موجود ہیں۔ میں ایسے شہر کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا!

چند بزرگ صحابہ نے اپنے نوجوان بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے باہر پہرہ دیں..... ان پہرہ دینے والوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے..... جو اپنے خالو کے گھر کے دروازے پر مسلح ہو کر پہرہ دے رہے تھے۔

ان تمام تدابیر کے باوجود باغی گھر کی عقی ديوار پھلانگ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئے اور ۸۲ سالہ بوڑھے امیر المومنین کو تقریباً چالیس دن تک پراسارکھ کر اس حالت میں کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے..... انتہائی بے دردی، شقاوت اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا..... ان کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ سامنے آئیں تو تلوار کے دار سے ان کی انگلیاں کاٹ دیں..... سلاخوں سے مارتے رہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے وجود مقدس پر کودتے ہوئے ان کی پسلیاں توڑ دیں!

(آج افسوس سے کہتا پڑتا ہے کہ چند چالاک لوگوں نے واقعہ کر بلا اور شہادت حسینؑ کو اتنی مبالغہ آرائی سے بیان کیا کہ اہلسنت عوام بلکہ خواص تک یہ نہیں جانتے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کس مہینے کی کون سی تاریخ کو شہید ہوئے..... اور انہیں کتنی سفاکی، بے دردی، بے رحمی اور ظلم کے ساتھ تہ تیغ کیا گیا اور انہیں چالیس

دن تک میٹھے پانی سے محروم رکھا گیا..... کاش اہمیت علماء کرام، مبلغین اور
واعظین عوام الناس کو صحیح تاریخ سے اور اصل حقائق سے آگاہ کریں..... تاکہ وہ
دشمنانِ صحابہ کے زہریلے پروپیگنڈے سے باخبر ہو جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

دوسری تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنًا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥١﴾ (البقرة)

صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

حضرات گرامی قدر! گذشتہ جمعہ المبارک کے خطبے میں آپ سن چکے ہیں کہ
یمن کے ایک یہودی عبد اللہ بن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی متحدہ قوت
اور متفقہ طاقت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔

اس نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت سیدنا علی بن ابی
طالب رضی اللہ عنہ کی محبت اور عقیدت کا نعرہ لگایا..... اور امیر المومنین سیدنا عثمان
رضی اللہ عنہ کے خلاف مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبوں میں مسموم فضا پیدا کر دی

.....ان منافقین یہود نے ہر صوبے میں اپنے مطلب کے لوگوں کا ایک گروہ بنا لیا اور پھر ایک سازش کے تحت..... ان دنوں میں..... جب اکثر صحابہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے مدینہ منورہ پر یلغار کر کے..... اس شخصیت کو جو امام الانبیا ﷺ کا دوہرا داماد ہے..... جو ذوالنورین کے لقب سے معروف ہے..... جس سے آسمان کے فرشتے بھی حسیاء کرتے ہیں..... جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق فی الجنۃ ہے..... جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہم زلف اور حسین رضی اللہ عنہما کا خالو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بہنوئی ہے..... جو بیعت رضوان میں چودہ صحابہ کے لئے جنت کے پروانے ملنے کا سبب بنا..... جس نے مسجد نبوی کی فراخی کے لئے جگہ خرید کر وقف کی اور ہر رومہ کی قیمت ادا کر کے جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا..... اس مظلوم عثمانؓ کو انتہائی بے دردی و شقاوت کے ساتھ..... اس حالت میں کہ وہ قسراً آن کی تلاوت میں مصروف تھے شہید کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا علیؓ مسند خلافت پر | امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی

اللہ عنہ کی المناک اور دردناک شہادت کی خبر جنگ کی آگ کی طرح بلاد اسلامیہ میں پھیل گئی..... لوگوں کو فکر لاحق ہوئی کہ نئے امیر المؤمنین اور خلیفہ کا انتخاب جلد از جلد ہونا چاہئے تاکہ بگڑے ہوئے حالات پر کنٹرول کیا جاسکے اور ماحول پر سکون ہو سکے۔

اس کی سب سے زیادہ فسنکر ان لوگوں کو تھی جن کے ہاتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین تھے..... انہیں یہ خطرہ تھا کہ اگر خلیفہ ہماری مسرتی اور ہماری منشاء اور ہماری رائے کے خلاف بن گیا تو پھر ہماری خیر نہیں..... ہم تو قصاص عثمان میں مارے جائیں گے۔

امیر المومنین کے منصب کے لئے لوگوں کی نگاہیں تین جلیل القدر صحابہ کی طرف اٹھتی تھیں..... ایک سیدنا علیؓ بن ابی طالب، دوسرے سیدنا زبیرؓ بن العوام اور تیسرے سیدنا طلحہؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

مگر ان تینوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے معذوری کا اظہار کیا۔
عبداللہ بن سبا کا گروہ اب منظم طور پر مدینہ منورہ پر قابض ہو چکا تھا، انہوں نے تین دن مسلسل سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کی منت سماجت، خوشامد کر کے اور ساتھ ساتھ دے لفظوں سے دھمکیاں دے کر سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اس ذمہ داری کو بہر صورت اٹھائیں..... کچھ مہاجرین اور انصار نے بھی زور دیا کہ حکمت عملی یہی ہوگی کہ آپ منصب خلافت کو زینت بنائیں۔

سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے تھے:

دَعَاؤُنِي وَالتَّيْسُ وَالْأَعْمَى..... مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو اور کسی دوسرے کو یہ منصب دے دو۔

وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ.....

اگر تم مجھے اس منصب سے معاف رکھو تو میں عام مسلمانوں کی طرح زندگی گزاروں گا۔

وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ لِمَنْ وَلَيْتُمُوهُ أَمَرَكُمْ.....

اور جن کو تم اس منصب پر بٹھاؤ اور خلیفہ بناؤ تو شاید میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری تم سے زیادہ کروں۔

وَإِنَّا لَكُمْ وَزِيرٌ أَحَبُّ لَكُمْ مِنِّي أَمِيرًا

(نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۸)

اور میرا وزیر ہونا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میرے امیر ہونے سے

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بادلِ نخواستہ اور مجبوراً خلافت و حکومت کی ذمہ داری کو اٹھایا۔

ذریعت ابن سبائے آپ کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر رکھا تھا کہ آپ مہاجرین اور انصار سے اطمینان و سکون سے مل بھی نہیں سکتے تھے اور جلیل القدر صحابہ کے دیئے ہوئے مشوروں پر عمل پیرا بھی نہیں ہو سکتے تھے!

مالک اشتر..... باغیوں کا سرغنہ آپ کا زبردستی مشیر اور دست راست کہلاتا تھا..... چونکہ سہائیوں کے پیش نظر اسلام دشمنی تھی..... وہ اسلام کی دن بدن ترقی اور پھیلاؤ سے خائف تھے..... اور سمجھتے تھے کہ اس ترقی کا راز مسلمانوں کا باہم متحد اور متفق ہونا ہے..... وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے مابین اختلاف و انتشار کا بیج بویا جائے..... پڑامن مسلمانوں میں شورش پھیلا دی جائے..... اور انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا جائے تاکہ ان کا رعب جاتا رہے اور بدبہ ماند پڑ جائے..... اور اس طرح فتومات کا سلسلہ رک جائے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوئے اور تقریباً ساڑھے چار سالہ دور حکومت میں ایک انج زمین بھی فتح نہ ہوئی..... کفار و مشرکین کے خلاف کوئی لشکر کشی نہ ہوئی اور ان منافقین یہودی سازشوں سے مسلمان آپس میں دست بگریباں رہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ الْعُلُومِ أَنَّ الْخُلَفَاءَ الثَّلَاثَةَ اِتَّفَقَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ۔

یعنی اور پختہ بات ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت و امامت پر تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا تھا۔

وَكَانَ السَّيْفُ فِي زَمَانِهِمْ مَسْلُوكًا عَلَى الْكُفَّارِ
مَكْفُوفًا عَنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ

خلفاء ثلاثہ کے دور حکومت میں تلوار کفار کے خلاف بے نیام ہوئی اور
مسلمانوں کے خلاف چلنے سے رکی رہی۔

وَأَمَّا عَلِيٌّ فَلَمْ يَتَّفِقِ الْمُسْلِمُونَ عَلَى مُبَايَعَتِهِ بَلْ
وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ تِلْكَ الْمُدَّةَ

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام مسلمان متفق نہیں ہوئے بلکہ
ان کے دور خلافت میں فتنے سر اٹھاتے رہے۔

وَكَانَ السَّيْفُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ مَكْفُوفًا عَنِ الْكُفَّارِ
وَمَسْلُوكًا عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ (منہاج السنہ صفحہ ۱۳۸ جلد ۲)

ان کے دور حکومت میں تلوار مسلمانوں کے خلاف بے نیام ہوئی اور
کفار کے خلاف چلنے سے رکی رہی۔

یہ جو علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت و خلافت پر
سب مسلمان متفق نہیں ہوئے تھے..... اسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
نے بھی لکھا ہے۔

خلافت برائے حضرت علی قائم نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتہاد
و تصحیح المسلمین بیعت نہ کرد۔ (ازالہ الخفاء صفحہ ۲۷۹ جلد ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت قائم نہیں ہوئی اس لئے کہ
ارباب حل و عقد نے اپنے اجتہاد اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی غرض
سے ان کی بیعت نہیں کی۔

اس حقیقت سے کون ذی عقل انکار کر سکتا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں وہ

صحابہ کرام جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی! علامہ ابن تیمیہؒ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تلوار مسلمانوں کے درمیان بے نیام ہوتی رہی..... اور باہمی تلوار چلنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تو پھر وہ آج تک جاری ہے..... یہی امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا تھا:

إِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمْتِي لَمْ تَرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
(ترمذی - مشکوٰۃ)

میری امت میں ایک مرتبہ جب تلوار چل جائیگی تو پھر قیامت کے دن تک نہیں رکے گی۔

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی باغیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

اگر تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر کبھی بھی باہمی الفت و محبت سے نہیں رہ سکو گے اور یک جان ہو کر اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔
(طبری صفحہ ۱۱۸ جلد ۳)

باغیوں نے مسلمانوں کی متفقہ طاقت و قوت کو کمزور کرنے کے لئے سب سے پہلے سیدنا علیؑ کو باور کرایا کہ سابقہ خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر سب کے سب نالائق ہیں اس لئے ان کو معزول کر کے نئے گورنر مقرر ہونے چاہئیں! سیدنا ابن عباسؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے منع کرنے اور روکنے کے باوجود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو معزول کر دیا اور ہر صوبے میں نئے گورنر مقرر کر دیئے گئے!

ہر صوبے میں نئے گورنروں کے پہنچنے پر تصادم کی ایک فضا سی بن گئی اور

سیدنا علیؑ کے وقار کو صدمہ پہنچا اور یہی ابن سبا کا منشأ اور مدعا تھا..... اے ابن سبا لعن خدا بر تو کم نہ باد۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت..... جن میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جیسے "جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے..... سب نے سیدنا علیؑ کو مشورہ دیا کہ آپ سب سے پہلے قصاص عثمان لیں اور قاتلین عثمان سے بدلہ لیں۔

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہائیوں کے زغے میں کچھ اس طرح بے بس ہو گئے تھے کہ یہ مطالبہ پورا ہونا ناممکن سا لگا..... انہوں نے فرمایا میں قصاص ضرور لوں گا مگر ابھی اس کا موقع نہیں اور حالات سازگار نہیں، نیز قاتلین عثمان ابھی متعین بھی نہیں۔

اصحاب رسول کا خیال یہ تھا کہ اگر قصاص لینے میں دیر کی گئی اور قاتلوں کو ڈھیل دی گئی تو یہ بلوائی اور باغی اور زیادہ زور پکڑ کر ہماری بنیاد میں ہلکا کر رکھ دیں گے اور پھر شاید قصاص لینا ممکن ہی نہ رہے!

بعض کا خیال تھا کہ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بعض مجبوریوں اور ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے قصاص فی الحال نہیں لے سکتے تو پھر ہمیں اپنے طور پر قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہئے۔

اسی غرض سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملے جو حج کرنے کی غرض سے وہاں گئی ہوئی تھیں انہیں سیدنا عثمان کی مظلومانہ شہادت کے بارے میں مطلع کیا..... مدینہ منورہ میں پاپا کی گئی شورش کے متعلق بتایا..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور تبعیت کا بتلایا..... اور قصاص عثمان کو فی الحال کچھ دنوں کے لئے

ملتوی کرنے کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے آگاہ کیا۔
 ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی یہی بنی کہ اگر سیدنا علی رضی
 اللہ عنہ قصاص لینے سے کترار ہے میں تو ہم پر لازم ہے کہ ہر سو بے کے بلوائیوں
 کی تحقیق کریں اور جن جن پر یہ جرم ثابت ہو جائے انہیں قصاص عثمان میں قتل
 کر کے خلیفہ وقت کی مدد کریں، چنانچہ یہ سوچ کر ام المومنین سیدہ عائشہ، حضرت
 زبیر اور حضرت طلحہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اگلے دوسرے صحابہ نے بصرہ کا
 رخ کیا۔

صحابیوں کو ام المومنین، حرم رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصاص عثمان کا نعرہ
 لگا کر بصرے کی طرف رخ کرنا انتہائی ناگوار گزارا اور اس طرح انہیں اپنی موت
 آنکھوں کے سامنے ناچتی ہوئی نظر آنے لگی۔

انہوں نے نامعلوم کتنی چاہلوسی سے..... کتنے مکر و فریب سے.....
 کتنے دھوکے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو باور کروایا کہ ام المومنین کا یہ اقدام آپ کے
 خلاف سازش ہے..... اس لئے آپ کو بھی بصرہ کی جانب پیش قدمی کرنی چاہئے
 صحابہ کرام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بڑی دھڑکی کے ساتھ اس اقدام سے
 منع کیا..... مگر ابن سبا اور مالک اشتر اپنی چرب زبانی سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو
 اس اقدام پر قائل کرنے میں کامیاب رہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ الرسول
 چھوڑ کر بصرہ کی جانب مائل پہ سفر ہو گئے..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ روانگی اس
 طرح ہوئی کہ انہیں دوبارہ جو ارد رسول اور دیار رسول میں آنا میسر نہ ہو سکا۔

جنگ جمل میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آ جانے کے بعد اور مقابلے کا
 اعلان ہو جانے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مابین گفتگو
 ہوئی اور تمام غلط فہمیاں اور شکوکے شکایات دور ہو گئے..... کاش اعلان مقابلہ

سے پہلے ہی یہ صلح صفائی ہو جاتی..... کسی نے سچ کہا ہے ۔

علیؑ تھے دشمن عائشہؓ، نہ تو عائشہؓ ہی کو بغض تھا

انہی ظالموں کا یہ کام تھا کہ پسر کو ماں سے لڑا دیا

سیدہ عائشہؓ کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ بھی قصاص کا مطالبہ لے کر آٹھ کھڑے

ہوئے..... امیر معاویہؓ سیدنا عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور وہ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت نانکہ کے بھی قریبی عزیزوں میں شامل تھے.....

..... اور سیدنا معاویہؓ سیدنا عثمانؓ کے گورنروں میں ان کے معتمد علیہ اور بڑے عالی

مرتبہ گورنر تھے۔

بد قسمتی کی بات یہ تھی کہ قاتلین عثمانؓ نے بڑی عیاری اور کمال ہوشیاری سے

حضرت علیؑ کے لشکر میں پناہ لے رکھی تھی۔

میں اس بھرے اجتماع میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بات

غلط اور سو فیصد غلط ہے اور خلاف واقع ہے کہ سیدنا علیؑ سیدنا عثمانؓ کا قصاص نہیں لینا

چاہتے تھے..... بلکہ اصل بات اور صحیح حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ کا نیک نیتی سے

خیال یہ تھا کہ حالات کچھ سازگار ہو جائیں..... معاملہ قدرے ٹھنڈا پڑ جائے اور

شورش کچھ کم ہو جائے تو سیدنا عثمانؓ رضی اللہ عنہ کا قصاص ضرور لیں گے۔

علاوہ ازیں ان کا اجتہاد یہ تھا کہ پہلے میری بیعت کرو..... میرے ہاتھ

اور میری پیٹھ مضبوط کرو تا کہ مجھے قصاص لینے میں آسانی ہو جائے اور یہ بات بھی

نوٹ کر لیجئے اور دل کی چٹائی پر لکھ لیجئے کہ یہ بات بھی غلط اور خلاف حقیقت ہے کہ ام

المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ، امیر المومنین سیدنا علیؑ بن ابی طالب کی بیعت

سے انکاری تھے بلکہ ام المومنینؓ اور امیر معاویہؓ کا نیک نیتی کے ساتھ خیال یہ تھا کہ

خلیفہ وقت اور دوہرے داماد نبیؐ کو انتہائی بے دروی اور ظلم کے ساتھ مدینہ النبی

میں روضہ رسول کے قریب بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا..... اور ان کی زوجہ محترمہ کی توہین کی گئی اور ان کی انگلیاں کاٹ دی گئیں..... اس لئے قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینا سب کاموں سے مقدم کام ہونا چاہیے..... قصاص کے بعد ہم سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیلئے تیار ہیں۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے طبری صفحہ ۶ جلد ۵)

یہ صورت حال جس کا معمولی سا نقشہ میں نے آپ کے سامنے رکھا..... اس کو دیکھ کر دشمنوں نے یہ خیال کیا کہ بنو امیہ سیدنا علیؓ کی بیعت اس لئے نہیں کرنا چاہتے کہ وہ ہاشمی ہیں اور بنو امیہ کے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ قاتلین عثمان سیدنا علیؓ کے لشکر میں شامل ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے میں پس و پیش کر رہے ہیں۔

آپس کی یہ غلط فہمیاں جنگ کی صورت اپنا گئیں اور منافقین یہود کی خباثتوں، شرارتوں اور خفیہ کارروائیوں کے نتیجے میں مسلمان آپس میں دست بگر بیان ہو گئے۔ جب بھی مسلمانوں کے دونوں لشکروں کے مابین صلح و آشتی کی فضا پیدا ہونے لگتی اور فتنہ و فساد اور باہمی جنگ سے نجات کی صورت ہستی..... یہ غیبت اور بدظہنت منافقین اُسے بہوتاڑ کر دیتے۔

رات کے اندھیرے میں دوسرے لشکر پر تیسرا اندازی کرتے اور تارثر یہ دیتے کہ محال لشکر نے بدعہدی کرتے ہوئے جنگ کی ابتداء کر دی ہے۔

سیدنا علیؓ کو بتایا جاتا کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہؓ کے لشکر نے بدعہدی کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے اسی طرح ام المومنین اور امیر معاویہؓ کو یہ باور کرایا جاتا کہ حضرت علیؓ کی فوج نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے جنگ شروع کی ہے۔

اور جب لڑائی شروع ہو جائے اور تیر چلنے لگیں اور گھمسان کارن پڑے اور دونوں طرف سے بہادر و ادب شجاعت دے رہے ہوں تو کسی کے پاس اتنا وقت نہیں

ہوتا کہ وہ تحقیق و جستجو اور تفتیش کرتا پھرے کہ پہل کس نے کی ہے۔

اس طرح کی خباثتوں، شرارتوں اور اسلام دشمن کاروائیوں سے منافقین یہود اپنے مذموم مقاصد اور زہریلے ارادوں میں کامیاب ہوئے اور غلط فہمیوں کے نتیجے میں ہونے والی ان دولٹائیوں میں ہزاروں مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ حضرات یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ سیدنا طلحہ و زبیرؓ..... جو ان دس صحابہ میں شامل ہیں جن کو امام الانبیاءؑ نے جنت کی بشارت دی ہے..... وہ بھی سیدنا علیؑ کے محانت لنگر میں شامل تھے..... اور اسی موقع پر انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیدنا علیؑ ان کی شہادت پر حسرت و افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے قاتل جہنم میں جائیں گے..... وہ حضرت طلحہؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور زار و قطار روتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس ہاتھ نے کبھی مرتبہ امام الانبیاءؑ کا دفاع کیا اور آپ پر برسنے والے تیر اپنے ہاتھ سے روکے۔

سامعین گرامی قدر: کتنے دکھ کی بات ہے کہ تاریخ اسلام کے کتنے نامور اور معروف لوگ ان معرکوں میں کام آئے..... جو تلواریں کبھی بدرواحد میں کبھی خندق و حنین میں کفار پر برق بن کر چمکی تھیں..... ہاں جن تلواروں نے کبھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اپنی کاسٹ دکھائی تھی..... جن تلواروں نے کذاب و دجال جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے ماسٹرنے والوں کے سرتن سے جدا کر دیئے تھے..... اور جن تلواروں کی چمک دمک سے ایران و روم کے مشرکین کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں تھیں..... جن تلواروں نے ابو جہل، امیہ، عقبہ، شیبہ اور بڑے بڑے منکر کفار کے دو ٹوکے کر دیئے تھے..... آج وہی تلواریں

منافقین یہود کی شرارت و خباثت سے اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف بے نیام ہو رہی تھیں۔

اے ابن سبا! عن خدا بر تو کم نہ باد..... تقویر تو اے ابن سبا! تقویر
..... آج عبد اللہ بن سبا اور اس کی تیاری کردہ جماعت پوری طرح کامیاب ہو کر
حالات پر اپنی گرفت مضبوط کر چکی تھی..... ان کی سازشیں اور مذموم کاروائیاں
مسلل آگے بڑھ رہی تھیں..... اسلام کی فتوحات اور مسلمانوں کی کامیابی و
کامرانی کا سلسلہ مکمل طور پر رک چکا تھا..... کفار خاص کر کے یہود و نصاریٰ اور
مجوسی مسلمانوں کی یلغار اور لشکر اسلام کی پیش قدمی سے بے خوف و خطر ہو چکے تھے
..... آپس کے اختلاف، انتشار اور افتراق کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ چکی
تھی..... ان کا کفار پر رعب اور مخالفین اسلام پر دبدبہ ختم ہو چکا تھا..... اور
سب سے عجیب بات یہ کہ مسلمانوں کو صحیح حالات سے باخبر ہونے کا موقع ہی نہیں مل
رہا تھا۔

سیدنا علیؑ کو فہ میں | سیدنا علی ابن ابی طالبؑ نے مدینہ منورہ کی بجائے
کوفہ کو مملکت اسلامیہ کا دار الخلافہ بنالیا پھر اس دن سے لے کر آج تک مدینہ منورہ
اسلامی مملکت کا دار الخلافہ نہ بن سکا (یہ بات ذہن میں رکھیے کہ سیدنا عثمانؓ نے
مظلومیت اور پیاس برداشت کر کے جام شہادت نوش کر لیا تھا مگر مدینہ الرسول کو
چھوڑنا گوارہ نہیں کیا تھا)

کوفہ کے لوگ اپنے آپ کو محبان علیؑ کہتے..... اور سیدنا علیؑ سے محبت
و عقیدت کا دم بھرتے تھے..... وہ چابلوں کے ماہر..... جی حضوری میں یکتا
..... چالاکی میں ممتاز..... جھوٹ بولنے میں اذل..... زبان کے میٹھے
اور دل کے کالے تھے۔

اول درجے کے بدعہد منافقت میں مہارت تمام رکھنے والے
پر لے درجے کے دغا باز اور مکار تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ان کی شرارتوں، خباثتوں اور نامناسب
رویوں سے ہمیشہ تنگ اور نالاں رہے۔ وہ قدم قدم پر حضرت علیؑ سے بے
وفائی کرتے اور جگہ جگہ فریب دیتے۔

سیدنا علیؑ کو فہ کے ان لوگوں کے متعلق وقتاً فوقتاً جو کچھ ارشاد فرماتے اسے
عیاروں میں صدی کے ایک معتبر شیعہ عالم ملا باقر مجلسی کی زبانی سنئے:

”معتبر احادیث میں وارد ہے کہ جب حضرت علیؑ اپنے ساتھیوں کی
نافرمانی، منافقت، کفر اور مخالفت سے تنگ دل ہو گئے، معاویہؓ کا
لشکر علیؑ کے ملک پر یاغدار کر رہا تھا اور علیؑ کے ساتھی ان کی مدد
نہیں کر رہے تھے، حضرت علیؑ نے منبر پر فرمایا: اللہ کی قسم اٹھا کر
کہتا ہوں کہ ان مجھے تم سے اٹھالے اور جنت کے بانوں میں جگہ
دے۔ پھر فرمایا اے ان میں ان سے دل برداشتہ ہو گیا
ہوں، اے ان مجھے وفات دے کہ ان سے آرام بخشش اور ان کو
ایسے شخص سے جتنا کہ مجھے یاد کریں۔

(بلاغ النعمون صفحہ: ۱۸۳)

حضرت سیدنا علیؑ بن ابی طالب کا ایک خطبہ ذرا نبج البلاغ سے سنئے ا
”اے لشکر دلو! تمہارا امیر (یعنی میں) الطاعت نہ اوندی کی طرف
بلا تا ہے اور تم نافرمانی کرتے ہو اور امیر شام (معاویہؓ) نہ ان کی
نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی شام کے لوگ اس کی الطاعت کرتے ہیں
قسم نہ ان کی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ معاویہؓ مجھ سے دس آدمی

لے لے اور ان دس کے ہلے اپنا ایک آدمی مجھے دے دے۔

(نہج البلاغہ صفحہ ۱۳۱)

پھر جنگ مبین میں سیدنا علیؑ یہ نام معاویہؓ سے صلح اور تصفیہ کیلئے جب مٹائی
فیصلہ قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس صلح کیلئے دونوں مسرت سے ثالث قسم
ہوئے تو سیدنا علیؑ کے ان نام نہاد مجرمین نے شدید ترین مخالفت کی۔

(یہ وہی لوگ تھے جن کا مقصد مسلمانوں میں افتراق و اختصار کی کیفیت برقرار
رکھنا تھا اور مسلمانوں کا متحد ہونا اور ان کے مابین صلح اور تصفیہ کا ہو جانا ان کیلئے موت کا
پیغام تھا) ان خبریٹ لوگوں نے یہ سب کہ سیدنا علیؑ کی مخالفت کی کہ آپؑ کی امامت
مَنْصُوصٌ مِنْ اللّٰہِ ہے اور آپؑ کی امامت کو ماننا توحید و رسالت اور قیامت کو
ماننے کی طرح ضروری اور لازمی ہے، اور جو لوگ آپؑ کی امامت کو نہیں
مانتے اور بیعت سے انکاری ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے وہ واجب
القتل ہیں۔ معاویہؓ اور معاویہؓ کی جماعت نے آپؑ کے ہاتھ پر چونکہ بیعت خلافت
نہیں کی اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ قرآنی احکام کے منکر ہیں
لہذا واجب القتل ہیں۔ اب آپؑ ایسے لوگوں سے جو کافر ہیں صلح کس مسرع کرنا
چاہتے ہیں؟ اور ثالث کس بات کیلئے مقرر کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپؑ معاویہؓ اور ان کی
جماعت سے صلح اور تصفیہ کیلئے آمادہ ہیں تو پھر آپؑ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے
ہیں۔ کافر سے صلح کرنے والا بھلا مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟

میری اس گفتگو سے یہ بات واضح اور ثابت ہوئی کہ سیدنا علیؑ سے اس بد بخت
گروہ کا اختلاف اور جھگڑا اس بات پر تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ جیسے واجب القتل
شخص سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

امی القلیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغہ کے صفحہ نمبر ۷۲ میں درج ہے۔

حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص کلمہ اہل کرہ کہتے تھے۔
 پہلے تو آپؑ نے جنگ یتیمین میں ہمیں حکم مقرر کرنے سے منع کیا پھر
 آپؑ نے خود حکم تسلیم کر لیا۔ ہم نہیں جانتے کہ اس امر وحشی میں کون
 ہی چیز باعث ثواب ہے۔ یہ کہتے ہی حضرت عسلیؑ نے ہاتھ پر ہاتھ
 مارا اور انہوں نے ساتھ فرمایا یہ خبر اس شخص کی ہے جو عتد کو توڑ
 ڈالے۔

میرنی گھٹو کا غلام اور بچہ زید ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھ مجسٹ کا دھویہ اڑا رہا
 کرو۔ حضرت علیؑ سے صرف اس وجہ سے ناراض ہوا اور حضرت علیؑ کی
 جماعت سے خارج ہوا کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی جسے عائشہؓ فیصلہ مانتے
 کی مایہیوں بھری ہے؟ اس لئے انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو کافر کہنے کے
 ساتھ ساتھ اب حضرت علیؑ کو بھی کافر کہنا شروع کر دیا۔ یہ بد بخت گروہ
 "خارجی" کہلایا۔

یہاں گنگا الٹی بہتی ہے آپؑ مجھ سے ہو گئے کہ کفار جی ہون سے
 بد بخت لوگ تھے مگر ہمارے ہاں بہت سے نام نہاد اہل اسلام و اہل
 مسند رسولؐ کے جہری وارث اور بے خبر داماد۔ عیسیٰ و مقرر اور ہمال
 مبلغ۔ ہمارے مخالف سے ناواقف صحابی۔ دین سے نااہل و غلام۔ فاجر
 و فرائست سے ماری معلمین۔ اور اکثر عوام و عوامی یہ سمجھتے ہیں کہ خارجی وہ لوگ
 ہیں جو سیدنا علیؑ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہؓ کو حق بجانب سمجھتے ہیں اور یہ مایہ
 معاویہؓ کے دامن کو اسی طرح بے داغ مانتے ہیں جس طرح سیدنا مسلیؑ کا دامن ہے
 داغ ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کے فیماثل و مناقب بیان کرتے ہیں
 ان کا احترام کرتے ہیں اور ادب سے ان کا نام لیتے ہیں۔

مالا لکھ آپ بن چکے ہیں کہ غار بی حقیقت میں دو لوگ تھے جو ایہ ایمان حضرت علیؑ کی دوستی اور محبت کا دم بھرتے تھے۔ وہ سیدنا مسلیٰؑ کی امامت و منصوبہ من اللہ سمجھتے تھے اور حضرت معاویہؓ کو صرف اٹلے مورد الزم اور طعن و تشیع کا نشانہ بناتے اور انہیں کافر تک کہتے کہ انہوں نے سیدنا مسلیٰؑ کی بیعت نہ کر کے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے۔

سیدنا علیؑ نے جب عائشہؓ فیصلہ منظور کرنے کا اعلان کیا تو یہ لوگ حضرت مسلیٰؑ کے بھی مخالف ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ معاویہؓ نے آپؑ کی بیعت نہ کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اب آپؑ نے اس کے ساتھ عائشہؓ فیصلے اور صلح کی بات کی ہے اس بنا پر آپؑ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں (نعود باللہ من حدہ الخرافات)

مگر ہمارے ہاں کنگا لٹی بہتی ہے کہ جو لوگ صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت امیر معاویہؓ کا بھی احترام کرتے ہیں اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں اور سیدنا علیؑ بن ابی طالبؑ کی تعریف و توصیف اور عظمت و مقام کا بھی اقرار کرتے ہیں انہیں آغلیں بند کر کے اور بصیرت سے محروم ہو کر بے دھڑک غار جی کہ دیا جاتا ہے۔

کسی شاعر نے ان ہی جیسے لوگوں کیلئے کہا تھا

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نفس آتا ہے

مجھوں نفس آتی ہے لیلیٰ نفس آتا ہے

سیدنا علیؑ کے حالات ماسنے کی دہرے سے یہ گروہ حضرت علیؑ پہ کفر کا فتویٰ لگا کر ان سے الگ ہوا (اور نار جی کہلوا یا) انہوں نے عیساء، ایک قوت اور مسافرت کی صورت اختیار کر لی تو جنگ نہروان میں سیدنا علیؑ نے ان کی قوت کو پاش پاش کر کے

رکھ دیا اور انہیں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی کھوٹ گئی اور یہ شرارتی اپنی اپنی جگہ و جگہ کر بیٹھ گئے۔

مگر ملت اسلامیہ کا پر سکون ہونا مسلمانوں کا متحد ہونا اور امن و امان کا قائم ہونا اور ہر باب حکومت کا اٹھنا ہو کر کفسر کا مقابلہ کرنا ان شرارتوں اور خبیثوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں تھا۔ اس صورت حال پر یہ اندر ہی اندر کڑبڑتے رہتے مگر ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ یہ امن ماحول کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنادیں۔

تین شخصیات کے قتل کی تدبیر | پھر یہ شکست خوردہ ملعون جو

بکھرے ہوئے تھے ایک دن ر جوڑ کر بیٹھے آپس میں مشورہ کیا

بہت سوچ بچار کی اور پھر متفقہ طور پر طے پایا کہ :

اس وقت ملت اسلامیہ کے پاس تین شخصیات ایسی ہیں جو درجہ کے لحاظ سے عظیم بھی ہیں اور مسلمانوں کی نگاہوں میں قابلِ قسہ بھی صاحبِ تدبیر بھی اور استہدائی دیر بھی اہل علم بھی اور صاحبِ ریاست بھی فہمِ فہمِ فہم کے مالک بھی اور صاحبِ علم بھی اور یہی تین شخص اس مقام و مرتبہ کے حامل ہیں کہ مملکت اسلامیہ کے تمام مسلمان ان پر اتفاق کر سکتے ہیں اور ان قیوں میں سے ہر ایک اس شان اور اس صلاحیت کا مالک ہے کہ وہ بکھرے ہوئے بے طاقت مسلمانوں کو کسی بھی وقت ایک لڑی میں پرو کر کفسر کے خلاف ننگی تلوار بنا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک امیر المؤمنین، داماد نبی، سیدنا علی بن ابی طالبؑ کی ذات گرامی ہے دوسرے صاحبِ تدبیر و فراست کا صاحبِ دلی سیدنا امیر معاویہؓ ہیں اور تیسری شخصیت فاتحِ مصر، صاحبِ فہم و فراست حضرت عمرو بن

العاصؓ کی ہے۔

ان بد بختوں نے سوچا کہ جب تک ان قینوں کو ٹھکانے نہیں لگا دیا جاتا اور ان سے خباثت ماسل نہیں کی جاتی۔ اس وقت تک یہ احتمال موجود ہے کہ مسلمان ان قینوں میں سے کسی ایک پر متفق ہو کر اجتماعی قوت پیدا کر لیں اور اس طرح مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔

ان منافقین کو بھنبی یہ بات معلوم تھی کہ مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق، یک جہتی اور یک نکتہ سی ہماری موت ہے اور ہماری کامیابی و کامرانی کا راز صرف اور صرف اس میں ہے کہ مسلمان منتشر رہیں۔ کچھ سے رہیں۔ آپس میں لڑتے اور بھڑتے رہیں۔

اس لئے اتحاد و اتفاق کی علامت اور محور ان تین شخصیات کو راستے سے ہٹانا بہت ضروری ہے۔

چنانچہ ان ملعون اور بد بخت خوارج میں سے تین سرکردہ اشخاص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے ان میں سے ایک عبد الرحمان بن ملجم تھا۔ دوسرے کا نام برک بن عبد اللہ تھیں تھا اور تیسرا ملعون عمرو بن ابی قیس تھا۔ ان قینوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ مسلمانوں کی ان تین عظیم شخصیتوں کو رمضان المبارک کی ۷ یا ۸ تاریخ کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ اس کے بعد ملت اسلامیہ کو کہیں پناہ نہ مل سکے اور نہ انہیں کہیں سر چھپانے کی جگہ میسر آئے اور مسلمان سیاسی طور پر قیوم ہو جائیں حضرت سیدنا معاذؓ یہ قاتل برک بن عبد اللہ تھیں نے اپنے ذمہ لیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کا قتل عمرو بن قیس کے ذمہ لگا۔ عبد الرحمان بن ملجم نے کہا کہ سیدنا علیؓ کا کام تمام کرنا میری ذمہ داری ہو گئی۔

یہ قینوں بد بخت اپنے اپنے منصوبے منہ موم منصوبے پر عمل درآمد

کھلے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

مقررہ تاریخ کو محمد بن جریر مصر کی جامع مسجد میں پہنچا صبح کی نماز کا وقت تھا اس نے امام پر خیمہ کا وار کیا مگر خوش قسمتی سے اس دن مصر کے گورنر سیدنا عمرو بن العاصؓ عدالت طبعی کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لائے ان کی جگہ حضرت غار بن حذیفہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اس طرح وہ اس ملعون کے حملہ سے شہید ہو گئے۔

برک بن عبد اللہ قمی نے دمشق کی جامع مسجد میں سیدنا امیر معاویہؓ پر حملہ کیا مگر وار خطا کیا۔ حضرت معاویہؓ معمولی زخمی ضرور ہوئے مگر قاتل اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ رب العزت نے حضرت معاویہؓ کو بچا لیا۔

عبد الرحمن بن یحکم جو کوفہ کی جامع مسجد کے باہر سیدنا علیؓ کے انتقام میں تھا اس نے زہر سے زنجی ہوئی سوار سے سیدنا علیؓ پر وار کیا جو کاری ثابت ہو اور سیدنا علیؓ زخموں کی تاب نہ لا کر شہادت کے بلند و بالا منصب پر فائز ہو گئے اور اللہ کے ہاں سرخرو اور کامیاب ٹھہرے۔

شہادت سیدنا علیؓ کی دلی تمنا اور خواہش تھی اللہ رب العزت نے آپ کو شہادت کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرما کر آپ کی اس تمنا اور آرزو کو پورا فرما دیا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ

تیسری تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَ عَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (البقرة)
صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

رامعین گرامی قدر: آپ حضرات گذشتہ خطبہ میں سن چکے ہیں کہ رمضان
۱۴۳۷ھ میں منافقین یہود کی سازش سے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؑ
شہید ہوئے! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ کے لوگوں نے ان
کے بڑے فرزند ارجمند نواسہ رسول سیدنا حسنؑ کو خلیفہ اور امیر المومنین منتخب کیا۔
خود سیدنا علیؑ نے بھی زخمی حالت میں حضرت حسنؑ کو قائم مقام امام بنا کر اس

طرف اشارہ اور اپنی رائے کا اظہار فرمادیا تھا بلکہ اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد اول کے صفحہ نمبر ۵۳۱ میں واضح موجود ہے کہ:

إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْضَىٰ بِهَا إِلَيْهِ وَافَاضَ
رِذَائَهَا عَلَيْهِ۔

حضرت علیؑ نے اپنی زندگی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد بنا دیا اور خلافت کی چادر ان کو پہنا دی تھی جب حضرت حسن بن علیؑ..... امیر المومنین بنے تو کوفہ کے لوگوں نے ان کو اس بات پر ابھارا کہ معاویہؓ کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہونی چاہئے تاکہ پورے عالم اسلام پر آپ کی حکومت بلا شرکتِ غیر ہو۔
(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۰۱ جلد: ۱)

یاد رہے کہ اس وقت بلادِ شام اور مصر وغیرہ میں امیر معاویہؓ کی پوزیشن نہایت مستحکم تھی اور وہ حضرت علیؑ کے دور ہی سے آزادانہ حکومت کر رہے تھے۔ کوفہ کے یہ خدابر اور مکار..... بار بار سیدنا حسنؑ کو سیدنا معاویہؓ کے خلاف لشکر کشی کے لئے مجبور کرتے تھے۔ مگر حضرت حسنؑ خداداد فراست و دانائی، عقل مندی اور زیرکی سے اچھی طرح سمجھتے تھے کہ یہ لوگ دھوکے باز، فریبی اور مکار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ پرلے درجے کے بے وفا بھی..... اور دشمنانِ اسلام بھی اور مسلمانوں کے ویری بھی..... حضرت حسنؑ جانتے تھے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت کو کم کرنا چاہتے ہیں اور مومنین کے مابین نفرت و دشمنی کا بیج بونا چاہتے ہیں!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے ہوش مند، صاحبِ الرائے، رحم دل، معاملہ فہم اور آپس کی خون ریزی پر افسردہ رہنے والے اور اجتناب کرنے والے بزرگ تھے! سیدنا حسنؑ نے..... شہادتِ عثمانؓ کے بعد حضرت علیؑ کی بیعتِ خلافت

کے وقت مشورہ دیا تھا کہ بابا جب تک تمام صوبوں کے گورنر اور مملکت اسلامیہ کے اہم لوگ آپ سے خود خلافت، حکومت سنبھالنے کی درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ اس ذمہ داری کو قبول نہ فرمائیں۔

اسی طرح جنگ جمل کے موقع پر بھی انہوں نے سیدنا عسلیؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ و زبیرؓ کے خلاف لشکر لے کر مدینہ سے باہر نہ نکلیں..... مگر سیدنا علیؓ نے اس مشورے کو پسند نہ فرمایا اور لشکر لے کر مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے..... سیدنا حسنؓ بعد میں روانہ ہوئے اور ربذہ کے مقام پر پہنچ کر پھر اپنے والد ماجد سے کہا..... کیا کہا.....؟ اسے ابن اثیر، السبائیہ والنہایہ اور طبری کی زبانی سنئے!

”میں نے جو جو مشورے آپ کو دیے آپ نے نہیں مانے..... نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل آپ بے یار و مددگار قتل ہو جائیں گے..... حضرت علیؓ نے فسر مایا بیٹا تم نے مجھ سے کیا کہا تھا جو میں نے نہیں مانا؟..... حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہو گیا تھا میں نے اس دن آپ سے کہا تھا کہ آپ مدینہ سے نکل جائیں اور کہیں اور تشریف لے جائیں تاکہ جو کچھ ہو وہ آپ کی موجودگی میں نہ ہو..... پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک تمام عرب کے وفود آپ کے ہاں آ کر درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ بیعت نہ لیں..... مگر آپ نے میری یہ بات بھی تسلیم نہ کی اور پھر جب ام المومنین حضرت عائشہؓ اور طلحہ و زبیرؓ نکلے..... تو میں نے کہا تھا کہ آپ گھر میں بیٹھے رہیں یہاں تک کہ یہ لوگ خود بخود صلح پر

آمادہ ہو جائیں اور اگر فتنہ و فساد ہوتا ہے تو دوسروں کے ہاتھ سے ہو
اور آپ اس میں ملوث نہ ہوں..... مگر آپ نے میری کوئی بات اور
میرا کوئی مشورہ بھی نہیں مانا۔ (ابن اثیر صفحہ: ۱۱۴ جلد: ۳)

”طبری، ابن کثیر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ جب قصاص عثمان کا
نعرہ لسیکراٹھے اور انہوں نے واضح اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ جب تک حضرت
عثمانؓ کا قصاص نہیں لے لیا جاتا اس وقت تک ہم سیدنا علیؓ کی بیعت کرنے کیلئے تیار
نہیں۔ اس وقت مدینہ منورہ میں رہنے والے مخلص صحابہ کرامؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ امیر
معاویہؓ کے اس صاف جواب کے رد عمل میں حضرت علیؓ کا ارادہ اور فیصلہ کیا ہوگا؟
کیا وہ امیر معاویہؓ کے خلاف لشکر کشی کریں گے؟ یا اہل قبلہ کے خلاف تلوار
اٹھانے سے رک جائیں گے؟ اس موقع پر حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مشورہ دیا
يَا اَبِيَّتِ دَعْ هَذَا فَيَا فِيْهِ سَفْكٌ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ قُوْعُ
الْاِخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ۔

بابا یہ لشکر کشی والا کام نہ کیجئے اور اپنا ارادہ ترک کر دیجئے کیونکہ اس میں
مسلمانوں کا خون بہے گا اور باہم اختلاف بڑھے گا۔

سیدنا حسنؓ اپنے والد گرامیؓ قدس حضرت علیؓ کو ہمیشہ یہ مشورہ دیتے رہتے تھے
کہ آپ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ جنگ کر کے دشمنان اسلام کو خوش ہونے کا موقع فراہم
نہ کریں اور جو تلواریں کبھی کفار مشرکین کے خلاف بے نیام ہوتی تھیں ان تلواروں کو
اپنے مسلمان بھائیوں کے مقابلے میں استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت حسنؓ بار بار
اپنے والد مکرم حضرت علیؓ کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کسی
نہجی طرح حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کی بات چیت کی جائے اور منافقین کی ریشہ
دوانیوں کی بنا پر مسلمانوں کے مابین ہونے والی شکر پنجیاں اور ناراضیاں

دور ہو جائیں اور وہ یک جان ہو کر کفر کے مقابلے میں دو دھاری تلوار بن جائیں۔ مگر حضرت حسنؑ کا یہ صائب اور درست مشورہ ان لوگوں کی کثرت، اور مکروہ تدبیروں کے سامنے دب جاتا جو سیدنا عثمانؓ کو شہید کر کے حضرت علیؓ کو مختلف طسریقوں سے بے بس کر چکے تھے۔ حضرت سیدنا حسنؓ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ جنگ صفین سے واپسی پر حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا تھا۔

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكُونُوا أَمَارَةً مُعَاوِنَةً.....

اے لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ سمجھنا..... کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے سران کے شانوں سے مشکل کی طرح گر رہے ہوں گے۔ (الہدایہ والنبایہ صفحہ: ۱۳۱ ص: ۸)

پھر سیدنا حسنؓ خود اس ارشاد نبوی کے راوی ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: رات اور دن کی گردش اس دن تک ختم نہیں ہوگی جب تک معاویہ حکومت پر فائز نہ ہو جائیں۔ (الہدایہ والنبایہ صفحہ: ۱۳۱ ص: ۸)

سیدنا حسنؓ تحت خلافت پر | سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد تحت

خلافت پر حضرت حسنؓ براجمان ہوئے..... اور تمام تر اختیارات بلا شرکت غیر ان کے ہاتھ میں آگئے..... حضرت حسنؓ نے خلافت و حکومت کی یہ بھاری ذمہ داریاں..... انتہائی مشکل اور نازک وقت میں سنبھالیں بھی اس مقصد اور اس غرض کے لئے تھیں..... کہ پوری طرح بااختیار ہو کر مسلمانوں کے مابین ہونے والے انتشار و اختلاف کو مٹایا جاسکے اور ملت اسلامیہ کو ایک مرتبہ پھر متفق اور متحد کر دیا جائے۔

مگر وہ شرارتی عنصر اور بد بخت لوگ جو گذشتہ تقریباً پانچ سال سے اسلام اور ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے میں اور اختلاف و انتشار پھیلانے میں اور مسلمانوں کی

وقت کو کمزور کرنے میں مصروف عمل تھے اور خاصی حد تک کامیاب بھی تھے، بھلا وہ
 بیکار اور خاموش بیٹھنے والے کب تھے..... انہیں یہ بات کس طرح محسوس ہو رہی تھی کہ
 مسلمان متحد ہو کر کفر کے لئے عذاب الہی بن جائیں..... وہ کب برداشت کر سکتے
 تھے کہ یہ تلواریں آپس میں نہ ٹکرائیں اور مشرکین و کفار کے خلاف چمکیں۔

انہوں نے حضرت حسنؑ کو ابھارا اور مسلسل اصرار کیا کہ امیر معاویہؓ کے
 خلاف لشکر کشی کی جائے اور شام پر چڑھائی کی جائے اور امیر معاویہؓ کی حکومت اور
 ان کے اقتدار کو خاک میں ملا دیا جائے مگر حضرت حسنؑ اس بات کو پسند نہیں فرماتے
 تھے۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۴)

حضرت حسنؑ نے بطور امتحان فرمایا اور اپنے جرنیلوں، کمانڈروں اور
 سرداروں کو جمع کر کے پوچھا تمہارے ارادے کیا ہیں؟ کیا تم معاویہؓ کے ساتھ
 جنگ اور لڑائی کے لئے تیار ہو؟ اور اگر جنگ چاہو جائے تو پوری طرح میرا ساتھ دو
 گے؟ اور جرات اور بہادری سے مقابلہ کرو گے؟

جواب میں کہنے لگے:

ہم آپ کے لئے جان اور مال کی بازی لگا دیں گے..... ہم کٹ

جائیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

حضرت حسنؑ نے فرمایا:

پھر تیاری کرو تمہارے جوہر کا امتحان اور تمہاری وفاؤں کی پرکھ

میدان جنگ میں ہوگی۔

ادھر حضرت حسنؑ کو مہر و وفا کے یہ عہد دیکر گئے اور ادھر امیر معاویہؓ کو چند

سرداروں نے خطوط تحریر کئے کہ اگر ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لائیں تو کیا

انعام اور کتنا معاوضہ ملے گا؟

حضرت حسنؑ کے جاسوسوں نے اُن کو..... کوفہ کے ان بے وفاؤں کی بے
عہدی، بے وفائی بلکہ غداری کی اطلاع دی کہ جناب ر
جن پر تکیہ تھا وہی سپتے ہو ادینے لگے

یہ افسوس ناک اطلاع..... اور تعجب انگیز خبر سن کر حضرت حسنؑ نے فیصلہ
کر لیا کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو ہمارا ہمدرد اور محب کہتے ہیں..... دراصل دین
اسلام کے دشمن اور ملت اسلامیہ کے غدار ہیں..... ان پر مزید بھروسہ اور
اعتماد کرنا دشمنی کے خلاف ہوگا..... یہ لوگ کسی وقت اور کسی مقام پر بھی میری
قیمت وصول کر سکتے ہیں اس لئے کہ شرم و حیا اور غیرت نام کی کوئی چیز ان بد بختوں
کے قریب بھی پہنچتی ہی نہیں۔

اسلئے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کی قوت و طاقت کو یکجا کرنا
چاہئے..... تاکہ کفار و مشرکین اور اسلام کے مخالفین کے خلاف منظم جہاد ہو سکے
اور اطمینان و یکسوئی سے فتوحات کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو سکے اور ان بد فطرت
سازشیوں کو اور خبیث النفس شرارتیوں کو منہ کی کھانی پڑے۔

حضرت سیدنا حسنؑ اپنی فراست و دانائی سے یہ سمجھتے تھے اور انہیں حیرت بھی تھا
اور انہیں اچھی طرح معلوم بھی تھا کہ ان شرارتیوں اور فساد یوں سے..... جو سیدنا
عثمانؓ کی شہادت میں ملوث ہیں اور جنگ جمل اور صفین جن کی وجہ سے ہوئیں اور
جو تمام تر انتشار و اختلاف اور فساد کا باعث بنے..... ان سے اگر کوئی شخصیت کما
حقہ نہٹ سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف امیر معاویہؓ کی شخصیت ہے..... تو پھر
میں کیوں یہ خلافت و حکومت کی ذمہ داریاں اُن کے حوالے کر دوں اور ان کے حق
میں دستبردار ہو جاؤں اور مسلمانوں کے مابین صلح و آشتی کا سبب بن جاؤں.....
چنانچہ حضرت سیدنا حسنؑ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو اور اپنی فوج کے ذمہ داروں

کو بلایا اور اپنا فیصلہ منایا..... کہ میں معاویہؓ سے صلح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

کہنے لگے یہ صلح کس نکتے پر ہوگی؟

حضرت حسنؓ نے فرمایا:

میں خلافت و امامت سے دستبردار ہو جاؤں گا اور خلافت و امامت اور

حکومت کی تمام تر ذمہ داریاں امیر معاویہؓ کے سپرد کر دوں گا اور ان

کے ہاتھ پر بیعت امامت و خلافت کر لوں گا۔

یہ سن کر ان غداروں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی..... ان کے تئیر

بدل گئے..... انہیں اپنے خطرناک منصوبے خاک میں ملتے نظر آئے.....

انہیں اپنا بسا ہوا جال تار تار دکھائی دینے لگا..... انہیں اپنے مذموم مقاصد اور

مکروہ عزائم ناکام ہوتے نظر آئے۔ ان کی کامیابی کا تمام تر دار و مدار مسلمانوں کے

اختلاف و انتشار اور پھوٹ میں مضمر تھا۔ اگر حضرت حسنؓ، معاویہؓ سے صلح کر لیں اور

مسلمانوں کی دو عظیم جماعتیں متحد و متفق ہو جائیں تو ان بد بختوں کی تمام تر جدوجہد

ناکام ہوتی تھی اس لئے ان لوگوں نے حضرت حسنؓ کی یہ صلح کُن بات سن کر ایک

دوسرے کی طرف تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر جو کچھ کہا اُسے اہل تشیع کی

معتبر کتابوں سے سنیئے :

(جب اُن لوگوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے

ہیں) تو وہ لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتا ہے

..... یہ تو اپنے والد کی طرح کافر ہو گیا ہے۔

(یعنی جس طرح حضرت علیؓ نے میدان معاویہؓ سے صلح کیلئے عائشہؓ فیصلہ

قبول کرنے کیلئے اپنی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو ثالث بنا کر

(العیاذ باللہ) کفر کا ارتکاب کیا تھا۔

یہ کہہ کر وہ لوگ حضرت حسنؑ کے خیمہ پر حملہ آور ہو گئے۔
 حضرت حسنؑ کے بچے سے بائے نماز بکینچی لی۔ ان کے منہ سے
 سے چادر اتار لی۔ اور ایک شخص نے حضرت حسنؑ کی ران میں
 نیزہ مار کر انہیں زخمی کر دیا۔

(مناقب آل ابی طالب صفحہ ۳۳۳، تاریخ التواریخ صفحہ ۲۱۱ ص: ۱)
 پھر کہنے لگے..... اے حسنؑ تو امیر المومنین نہیں بلکہ
 مذل المومنین ہے یعنی مومنوں کو ذلیل کرنے والا (اعلام الوری طبری
 الارشاد شیخ مفید) یعنی امیر معاویہؓ سے صلح کی بات اور صلح کا ارادہ
 کر کے تم نے مومنوں کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ (العیاذ باللہ)
 سیدنا حسن بن علیؑ نے ان بد بختوں اور خبیثوں کے اس رویے کو دیکھا
 تو فرمایا:

اے عراقیو! تمہارے تین کرتوتوں کی وجہ سے میں نے تم سے کنارہ
 کشی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے

- ۱۔ تم نے میرے والد گرامی سیدنا علیؑ کو شہید کیا۔
 - ۲۔ تم میرے خیمے پر حملہ آور ہوئے اور میرا سامان تک لوٹ لیا۔
 - ۳۔ تم نے میرے پیٹ اور میری ران میں نیزہ مار کر مجھے زخمی کیا۔
- میں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے اس لئے اب تمہیں ان کے احکام ماننا
 اور ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

(مروج الذهب مسعودی صفحہ: ۴۳۱ جلد: ۲)

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں شیخ مفیدؒ نے "الارشاد" میں
 اور ابن ابی شیبہ نے "کشف القم" میں حضرت حسنؑ کی ایک اور بات لکھی ہے:

حضرت حسنؑ نے ان لوگوں سے کہا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں معاویہؓ سے جنگ کے لئے نکلوں..... تو تم مجھے عسین لڑائی کے موقع پر چکا کر معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کر دو گے، پھر یا تو معاویہؓ مجھ پر احسان کر کے مجھ پر ہا کر دے گا اور اس احسان کا بدلہ میں قیامت تک نہیں اتار سکوں گا..... یا پھر معاویہؓ مجھے قتل کر دے گا..... تو تمہارا کیا..... نواسہ رسول مارا جائے گا اس لئے بہتر ہے کہ میں باوقار طریقے سے معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لوں۔

سامعین گرامی قدر: ایک اور حوالہ بھی سنئے..... "احتجاج طبرسی صفحہ ۱۰، جلد ۲" اور "ناخ التواریخ صفحہ ۳ جلد ۱" میں ہے کہ حضرت حسنؑ نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ معاویہؓ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو اپنے آپ کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں..... ان لوگوں نے تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا میرا سامان لوٹ لیا..... میرا مال چھین لیا..... اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے عہد کر لوں جس سے میری جان بچ جائے اور میرے گھرانے کو امان مل جائے تو یہ صلح اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں اور میرا گھر برباد ہو جائے۔

وَاللّٰهُ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَا أَخَذُوا بِعُنُقِي يَذْفَعُونِي سَلْبًا

"اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے جنگ کر دوں تو یہ لوگ میری گردن سے چکا کر مجھے معاویہؓ کے سپرد کر دیں گے۔"

اسی دوران سیدنا معاویہؓ نے بھی مہر و محبت اور شفقت و پیار سے بھرپور اور لبریز خطوط سیدنا حسنؑ کو تحریر کئے: (ناخ التواریخ صفحہ ۲۲۰)

(امیر معاویہؓ بھی صلح و آشتی کی شدید ترین خواہش رکھتے تھے..... ابن حجر عسقلانیؒ نے اِنَّ النَّبِيَّ هَذَا سَيِّدٌ مَدِيْنَتِہ کی تشریح میں نقل کیا ہے کہ:

سیدنا معاویہؓ نے دو عظیم المرتبت صحابی حضرت عبدالرحمان بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر کو صلح کی پیش کش کیساتھ حضرت سیدنا حسنؓ کی خدمت میں بھیجا اور ان ہی دو صحابہ کی کوششوں اور محنت اور ضمانت پر دونوں فریقوں کے درمیان صلح کا معاملہ طے پا گیا۔

جو خطوط صلح کے لئے امیر معاویہؓ نے تحریر فرمائے ان میں سے ایک خط میں

تحریر فرمایا:

يَا اَبْنِ عَمِّ لَا تَقْطَعْ الرِّحْمَ الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنِي فَإِنَّ
النَّاسَ قَدْ غَدَرُوا بِكَ وَبَابِيكَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (ناخ التواريخ)

اے میرے چچا کے بیٹے! میرے اور تیرے درمیان جو رشتہ داری ہے اُسے نہ توڑو۔ ان لوگوں نے صرف آپ سے نہیں، بلکہ آپ کے والد محترم سے بھی غداری کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہؓ نے ان سرداروں اور چوہدریوں کے خطوط بھی حضرت حسنؓ کو بھیج دیئے جو انہوں نے امیر معاویہؓ کو تحریر کئے تھے ان خطوط میں ان غداروں اور مکاروں نے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا۔

”اے معاویہؓ ہماری جانب کوچ کیجئے جب تم پہنچو گے تو ہم حسنؓ کو اس کے ہاتھ گردن سے باندھ کر تمہارے سپرد کر دیں گے یا خود انہیں قتل کر دیں گے۔“

ان عجیب و غریب حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف صلح کا پیغام بھیجا۔

کہ میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور چند شرائط پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں..... ان شرائط کو اگر آپ تسلیم کر لیں..... تو پھر آپ میرے امام اور میں آپ کا مقتدی..... آپ ہر محاذ پر آگے اور میں آپ کے پیچھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تحریر فرمایا کہ امیر معاویہؓ نے سفید کاغذ پر مہر لگا کر حضرت حسنؓ کی طرف روانہ فرمایا کہ جو شرائط آپ کے جی میں آئیں تحریر کر دیجئے وہ سب کی سب شرائط مجھے بلا حیل و حجت منظور ہوں گی۔

امیر معاویہؓ کی کھلے دل سے یہ پیش کش..... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دلی خواہش تھی کہ تمام مسلمان ایک محاذ پر اکٹھے ہوں ان کے مابین ہونے والی تلخیاں ختم ہو جائیں..... رنجشیں دور ہو جائیں..... تاکہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و منافقین اور اسلام دشمن طاقتوں کا شدت سے اور متحد ہو کر تعاقب کیا جاسکے اور کفر کی طاقت کا قلع قمع ہو جائے۔

حضرت حسنؓ نے اپنے برادر عزیز حضرت سیدنا حسینؓ اور اپنے مخلص احباب کے مشورے سے چار شرائط رکھ کر صلح کر لی اور فرمایا:

اگر خلافت و امامت معاویہؓ کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا..... اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں اس سے دستبردار ہو گیا اور اپنا حق امیر معاویہؓ کو بخش دیا چار شرائط میں سے پہلی شرط تھی: مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو جان کی امان حاصل ہوگی۔ دوسری شرط تھی:

مجھے اور میرے بھائی حضرت حسینؓ کو بیت المال سے سالانہ ایک ایک لاکھ درہم وقفہ دیا جائے گا۔

(یہ ولیفہ کس سے لے رہے ہیں کس کے سامنے شرط رکھ رہے ہیں؟.....
امیر معاویہؓ کے سامنے رکھ رہے ہیں..... ذرا غور کیجئے اور بتائیے کہ اگر امیر
معاویہؓ کافر تھا تو اس کا مال کیسے جائز اور حلال ہو گیا؟)
ذرا تیسری شرط سنئے:

جب تک حکومت کرو گے قرآن و سنت کے عین مطابق کرو گے
..... بس صرف اتنی شرط رکھی؟..... نہیں بلکہ ساتھ ہی کہا
..... حکومت اس طرح کرو گے جس طرح ابو بکرؓ و عمرؓ نے
کر کے دکھائی ہے..... خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق
خلافت و حکومت کا نظام چلاؤ گے۔
چوتھی شرط رکھی:

مسلمانوں کی خلافت و امامت کا فیصلہ مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے
ملے ہوگا..... جس آدمی کو مشورے سے مسلمان آپ کے بعد
خلیفہ منتخب کر لیں وہی خلیفہ ہوگا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۷۰ جلد ۱)
سیدنا امیر معاویہؓ تو مسلمانوں کی خیر خواہی..... اور مسلمانوں کے باہمی
اتفاق کے جذبہ کے تحت پہلے ہی صلح کیلئے ہمدن تیار تھے..... انہوں نے ان
تمام شرائط کو آغلیں بند کر کے قبول کر لیا اور اس طرح مسلمانوں کے مابین خوش گو اور
ماحول میں صلح ہو گئی۔

سیدنا حسنؓ اور ان کے برادر عزیز سیدنا حسینؓ نے اپنے منسلک احباب سمیت
اور اپنے لشکر کے کمانڈروں کے ہمراہ سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان
کو مملکت اسلامیہ کا متفقہ قائد..... اور عالم اسلام کا بلا شرکت غیر حکمران.....
اور امیر المومنین تسلیم کر لیا اور پھر زندگی بھر یہ دونوں عظیم المرتبت بھائی اس بیعت پر

قائم رہے۔

حسنؓ، معاویہؓ | سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین ہونے والی صلح

کے واقعہ کو فریقین کی معتبر کتابوں نے نقل کیا ہے۔

اہل سنت کی کتابوں کے حوالے کی چنداں ضرورت نہیں ہے..... اس لئے کہ تمام اہلسنت کے علماء اس صلح کو ماننے اور تسلیم کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب رجال کشی..... علامہ کشی تیسری صدی کا معتبر عالم ہے وہ اس واقعہ کو کس طرح بیان کرتا ہے..... آئیے دیکھتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ أَنْ أَقْبِلْهُمُ آتَتْ وَالْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَقَدْ هُوَ الشَّامَ.

حضرت جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کی طرف خط لکھا کہ آپ برادر عزیز حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں..... حضرت حسنؓ ان کو لیکر چلے تو حضرت قیس بن سعد انصاری بھی ان حضرات کے ساتھ نکلے..... یہ سب لوگ شام پہنچ گئے جب یہ سب حضرات شام میں..... امیر معاویہؓ کے ہاں تشریف لائے..... تو کہا گیا

فَمَّا يَأْخُضُّ..... حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَبَايِعَ أَوْ بَيْعَتِ كَرُو.....

..... فَقَامَ قَبَايِعَ حضرت حسنؓ نے اٹھ کر بیعت کر لی۔

پھر سیدنا حسینؓ سے کہا.....

فَمَّا يَأْخُضُّ قَبَايِعَ..... حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ أُلْغِيَ أَوْ بَيْعَتِ كَحَسَنِ.....

فَقَامَ قَبَايِعَ..... حضرت حسینؓ اٹھے اور بیعت کر لی

پھر قیس بن سعدؓ سے کہا..... یہ حضرت حسنؓ کی فوج کے

کماؤرتھے

قُم يَا قَيْسُ قَبَايِعَ..... قيسؓ اٹھو اور بیعت کرو
فَالْتَقَيْتَ إِلَى الْحُسَيْنِ..... قيسؓ نے سیدنا
حسینؓ کی طرف دیکھا (کہ میں فوجی آدمی ہوں آپ نے بیعت کر لی
ہے مجھے رہنے دیں)

اور آنکھوں آنکھوں میں پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے؟
فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ مَا جِي يَغْيِي الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا قیسؓ حضرت حسنؓ میرے امام ہیں..... (یعنی
جو کچھ حضرت حسنؓ نے کیا ہے ہمیں اس میں تردد نہیں ہونا چاہیے، جب حضرت حسنؓ نے
بیعت کر کے معاویہؓ کو امام مان لیا ہے تو ہم بھی معاویہؓ کو اپنا امام مانتے ہیں۔
(رجال کشی صفحہ ۱۰۲)

حضرت حسنؓ نے جب سیدنا معاویہؓ کی بیعت کر لی اور معاویہؓ کو اپنا امام اور
امیر مان لیا تو قَلَامُهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَيْعَتِهِ کچھ شرارتی قسم کے لوگوں نے
حضرت حسنؓ کو اس بیعت کرنے پر ملامت کی، تو حضرت حسنؓ نے ان لوگوں سے فرمایا

بربادی تمہارا مقدر بنے..... تم نہیں جانتے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے یہ میرے
ماننے والوں کھلے دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے سب سے بہتر ہے۔

(احتجاج طبری صفحہ ۹ جلد ۲، جلاء العیون صفحہ ۴۰۳ جلد ۱)

یہ صلح ربيع الاول ۴۰ھ میں ہوئی تقریباً آٹھ سال کے بعد ۴۹ھ میں حضرت
سیدنا حسنؓ کا انتقال ہو گیا..... ان آٹھ سالوں میں باوجود کچھ لوگوں کے اکسانے کے
اور باوجود ان کی توہین کرنے کے، وہ اپنی اس بیعت پر قائم اور ہکتے رہے۔

وہ ہر سال سیدنا معاویہؓ کی خلافت و حکومت کے دور میں بیت المال سے وظیفہ وصول کرتے رہے۔

الہدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸ میں حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:
بیعت مکمل ہو جانے کے بعد اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ حضرت
حسینؓ بھی سیدنا معاویہؓ کے ہاں آتے تھے..... حضرت معاویہؓ
دونوں بھائیوں کا بہت احترام کرتے اور انتہائی عورت فسرمایا
کرتے تھے مرحبا کے الفاظ سے استقبال کرتے..... اپنے
پاس بٹھاتے اور بڑے بڑے عطیات دیتے تھے۔
اہل تشیع کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
صفحہ ۲۸۲ جلد ۲ میں ہے:

حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ میں سے ہر ایک کو لاکھ
لاکھ درہم مالانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

سیدنا حسینؓ اور سیدنا معاویہؓ | ۴۹ھ میں جب سیدنا حسنؓ کا

انتقال پر مال ہوا..... تو کوفہ کے انہی شرارتیوں نے حضرت حسینؓ کو جو تعزیتی
خطوط تحریر کئے ان میں انہیں سیدنا معاویہؓ کی بیعت توڑنے کی ترغیب دی..... کہ
اصل صلح تو معاویہؓ سے آپ کے بھائی حسنؓ نے کی تھی..... اب وہ خود دنیا میں نہیں
رہے تو پھر صلح کے باقی رہنے کا بھی کافی جواز نہیں۔
”الارشاد“ شیخ مفید صفحہ ۲۰۰ میں ہے:

اسی طرح مقتل حسین ابو مخنف میں ہے کہ عراق کے لوگ پھر سے
متحرک ہو گئے اور حضرت حسینؓ کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کو جب خبر ہوئی تو انھوں نے سیدنا حسینؓ کو ایک خط

تحریر فرمایا..... جس میں لکھا :

آپ کو فیوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں، ان کے قسریہ میں آکر اس امت کے اتفاق و اتحاد کو نہ توڑنا اگر آپ بے وفائی نہیں کریں گے تو میں بھی بے وفائی نہیں کروں گا..... آپ میری عزت کریں گے تو میں بھی آپ کی عزت کروں گا۔

حضرت سیدنا حسینؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

معاذ اللہ میں اس عہد و پیمان کو توڑ دوں جو عہد و پیمان میرے بھائی حضرت حسنؑ نے آپ کے ساتھ باندھا تھا..... میری کوئی منفی بات اگر آپ تک پہنچی ہے تو یقین جانئے وہ چنسل خوروں، غیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان جدائی ڈالنے والوں کی کارستانی ہے! وَاللّٰهُ يَكْذِبُوْنَ بخدا وہ جھوٹ کہتے ہیں۔

الارشاد میں شیخ مفید نے لکھا کہ:

جب عراق کے کچھ لوگوں نے تحریک چلائی کہ سیدنا حسینؑ معاویہؓ کی بیعت توڑ دیں..... تو سیدنا حسینؑ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا..... وَذَكَرَ اَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَعَاوِيَةَ عَهْدٌ اَمْسَ مِنْ هَٰذَا..... میں جیتے جی معاویہؓ کی بیعت کو نہیں توڑوں گا..... میرے اور معاویہؓ کے درمیان عہد اور معاہدہ ہے اور علیؑ کا بیٹا معاہدے کی خلاف ورزی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ سیدنا حسینؑ کا جوابی خط جب حضرت معاویہؓ تک پہنچا..... تو سیدنا امیر معاویہؓ نے صلہ رحمی سے کام لیا اور ان کے ہدایا، وقفے اور عطیات میں کوئی کمی نہ

آنے دی۔

وَكَانَ يَنْعَقُ إِلَيْهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفٌ دِينَارٍ سِوَى
الْهَدَايَا مِنْ كُلِّ صِنْفٍ۔

امیر معاویہؓ حضرت حمینؓ کو ہر سال ایک ہزار دینار دیا کرتے تھے یہ ایک
ہزار ان تحائف اور انعامات کے علاوہ ہیں جو امیر معاویہؓ ہر قسم کی اشیاء سے حضرت
حمینؓ کو دیا کرتے تھے۔

ماقا ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

وَلَمَّا تَوَفَّى الْحَسَنُ كَانَ الْحُسَيْنُ يَفْعَلُ إِلَى مُعَاوِيَةَ فِي كُلِّ
عَامٍ فَيُعْطِيهِ وَيُكْرِمُهُ۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

حضرت حسنؓ کے انتقال کے بعد بھی سیدنا حمینؓ ہر سال حضرت معاویہؓ کے
ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے وہ ان کا اکرام و احترام بھی فرماتے اور انہیں عطیات
بھی دیتے۔

لمحہ فکر یہ | سامعین گرامی قدر: ایک لمحہ کے لئے یہاں رک کر..... خدا کیلئے
سوچئے اور میرے سوال کا جواب دیجئے..... کہ یہ تشریف آوری کس کے ہاں
ہو رہی ہے؟ یہ وفاداری کے خطوط کس کو تحریر ہو رہے ہیں؟ یہ سالانہ وظیفے اور ہدایا کس
کی حکومت میں وصول کئے جا رہے ہیں؟

معاف کیجئے: اگر سیدنا معاویہؓ کی خلافت، اسلامی خلافت نہیں تھی..... اگر
معاویہؓ کی حکومت صحیح نہیں تھی..... اگر معاویہؓ قرآن و سنت کے احکام کی
خلافت و رزی کرتے تھے..... اگر معاویہؓ عدل و انصاف کے تقاضے پورے
نہیں کرتے تھے..... اگر واقعی معاویہؓ بے انصاف اور ظالم تھے..... تو پھر
اس خلافت شریعت اور ہدایات و ظالمانہ حکومت کے سربراہ کے دربار میں ہر سال

جا کر دیکھنے وصول کرنے والوں کا دامن کس طرح صاف اور بے داغ ثابت کر دے؟
 لہذا خدا کے لئے..... خانوادہ علیؑ پر رحم کھائیے اور معاویہؓ کی
 خلافت کو بھی تسلیم کیجئے اور معاویہؓ کا احترام بھی کیجئے حضرت حسنؓ کی خلافت سے
 دستبرداری اور صلح کر لینے کے بعد اور بیعت معاویہؓ کر لینے کے بعد مملکت اسلامیہ
 اور ملت اسلامیہ کے مسلمان ایک بار پھر متفق علیہ امام اور امیر المومنین سیدنا مسیح
 معاویہؓ کی امامت و خلافت پڑا کٹھے ہو گئے۔

اسی لئے اس سال کا نام ”عام الجماعة“ رکھا گیا ہے یعنی وہ سال جس میں عالم
 اسلام کا انتشار و افتراق ختم ہو گیا اور مسلمان پھر سے مجتمع اور اکٹھے ہو گئے تمام مسلمان
 ایک متفق علیہ امام کی امامت پر متفق ہو گئے..... مسلمان پھر سے ایک عظیم قائد
 کی قیادت میں جمع ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ۲۱ھ میں جب حسینؓ کریمینؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت سیدنا
 معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی..... اس کے بعد مملکت اسلامیہ کے
 تقریباً ۵۴ صوبوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے معاویہؓ کی بیعت سے
 انکار کیا ہو..... اگر سب نے بیعت کر لی تو پھر ماننا پڑے گا کہ معاویہؓ کی خلافت
 و امامت حقیقہ خلافت تھی اور برحق خلافت تھی۔

آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں..... کہ تاریخ اسلام میں جنگ اور
 صلح کے بہت سے واقعات اور حادثات ہیں..... مگر سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہؓ
 کے مابین ہونے والی یہ صلح بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل اور تاریخی حیثیت رکھتی
 ہے..... جس کی پیش گوئی امام الانبیاء ﷺ نے فرمائی تھی (ان شاء اللہ آئندہ
 خطبے میں اس کا تذکرہ کروں گا۔

پھر یہ سعادت، عظمت اور خوش بختی سیدنا حسن بن علیؓ کے حصے میں آئی کہ اس

پیشین کوئی کی تکمیل کا شرف انہیں حاصل ہوا..... آئیے ہم سب مل کر فاطمہؑ کے
فرزند کو سیدنا علیؑ کے لخت جگر کو..... سیدنا حسینؑ کے برادر بزرگ کو..... اور
خاتم الانبیاء ﷺ کے نواسے کو خراج تحسین اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی لا تعداد اور آن گنت رحمتیں نازل ہوں سیدنا حسنؑ پر
جنہوں نے خلافت و حکومت سے دستبردار ہو کر امت کو مجتمع اور اکٹھا کر دیا۔

ہم سب کی جان اور روح سیدنا حسنؑ نے اپنے کردار اور اپنے عمل سے
امت کو عزت اور سر بلندی کا سامان مہیا کیا۔

سیدنا حسنؑ تو نے عالم اسلام میں زندگی کی روح پھونک دی..... تو نے
اپنی شرافت و سیادت کا نمونہ دکھا کر اسلام کے کھیت کو از سر نو سرسبز کر دیا۔

سیدنا حسنؑ..... تو نے مسلمانوں کے دو ٹکڑوں کو آپس میں ملا کر انہیں
متحد اور ایک کر دینے کا وہ عظیم الشان اور مشکل ترین کام کیا ہے جو دو لخت شدہ زمین
کے جوڑنے اور شق شدہ آسمان کا باہم جوڑ ملانے سے بھی زیادہ دشوار کام تھا!

حسنؑ! تیری صلح پسند طبیعت اور مزاج کو ہمارا اسلام..... تیری عظمت و
بلند شان سیادت کو ہمارا اسلام.....

اے فاطمہ الزہراءؑ کے لخت جگر..... اے خاندانِ ابی طالب کے چشم و
چراغ..... اے امتِ مسلمہ کے ماہِ تاب..... اے حیدرِ کرار کے لاڈلے

..... میرا وجود اور میری روح تیری محبت میں سرشار ہے..... میرے جسم کا
ایک ایک ہال..... اور میرے وجود کے ایک ایک ذرہ سے تیری مدح و ثنا

اور تعریف و توصیف کا ایک شور برپا ہے..... تیری شجاعت کو ہما لیا ہے بھی
زیادہ بلندی رکھتی ہے..... تیری عاجبہ بازی و انکساری اور تواضع نے تجھے ملتِ

اسلامیہ کے ہر فرد کی آنکھوں کا تارا اور دل کا سرور بنا دیا۔

حسن تو واقعی سردار ہے انسانیت کی متاع عظیم ہے
 فضل و جمال کے اعتبار سے یکتا ہے اخلاق و حیا کا مجسمہ ہے
 امت کے جوڑ کا باعث اسلام اور مسلمانوں کا محسن استغناء
 علم و پروردگاری کی صفات کا حامل مدیوں سے مدینہ منورہ کے عظیم قبرستان
 کی ایک قبر منور میں آسودہ راحت ہے اس کی مبارک روح آج بھی زبانِ مال سے
 انسانوں سے اور غاص کر کے اپنے نانا کے امتیوں سے کہہ رہی ہے اور توجہ دلا رہی
 ہے کہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہماری طرف سے چھوڑ

لا تعداد سلام ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

چوتھی تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرة)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر: گذشتہ خطبے میں..... بڑی تفصیل کے ساتھ میں
بیان کر چکا ہوں کہ سیدنا حسن بن علیؑ نے کمال فراست..... اور انتہائی دانائی
وتمدن پر کامظاہرہ کرتے ہوئے..... سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار
ہو کر..... اور حکومت و امامت کے معاملات اُن کے سپرد کر کے ایک نئی

تاریخ رقم فرمائی..... اور پچھلے تقریباً پانچ سالوں سے مسلمانوں کے مابین
..... منافقین کی شرارتوں سے جو اختلافات اور انتشار کی اور باہمی لڑائیوں اور
خواری کی جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی سیدنا حسنؑ کے اس ایثار اور کمال تدبیر سے وہ
کیفیت ختم ہو گئی اور تمام مسلمان متفق ہو کر..... اور یک جان ہو کر حضرت معاویہؓ
کی خلافت و امامت پر جمع ہو گئے۔

سیدنا حسنؑ نے صلح کا یہ قدم اٹھا کر اپنے نانا امام الاعلیاء علیؑ کی اس عظیم
گوئی کو پورا فرمایا..... جو انہوں نے کئی برس قبل کی تھی۔ رحمت کائنات علیہ السلام منبر
پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ قریب بیٹھے ہوئے تھے.....
آپ بھی لوگوں کو دیکھتے اور پھر اپنے پیارے نواسے کو دیکھتے۔

پھر کائنات کے سب سے بڑے صادق و امین انسان نے اللہ رب العزت
کی منشا اور وحی کا ارشاد پا کر فرمایا:

إِنِّ أَنَبِيَّ هَذَا سَيِّدٌ

لوگو میرا یہ حسن بیٹا سردار ہے.....

کیوں سردار ہے؟ لڑائی اور جنگ کرے گا؟ نہیں بلکہ اس لئے سردار ہے:

لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ

الْمُسْلِمِينَ۔ (بخاری صفحہ ۷۳، ۳ جلد، اشعث بشرہ شیوخ صفحہ ۵۴۶ جلد ۱)

شاید اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں
کے درمیان صلح کرائے گا۔

فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ | امام اعیاء علیہ السلام

کے مبارک الفاظ پر ضد و عناد اور تعصب سے کنارہ کش ہو کر غور فرمائیے۔ آپ علیہ السلام
نے ان دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی عظیم جماعتیں کہا..... ایک جماعت

حضرت سیدنا علیؑ کی..... اور دوسری جماعت حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی۔
 آج کچھ لوگوں نے حب اہل بیت کے لبادے میں امیر معاویہؓ کو اسلام کا
 دشمن، خاندان نبوت کا مخالف..... کافرو فاسق کہہ کر ان پر تبرا کیا اور گالیاں دیں
 اور بد قسمتی سے کچھ اہلسنت کہلانے والوں نے بھی تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو کر
 اور تاریخ کو وحی کا درجہ دے کر کبھی امیر معاویہؓ کو باغی کہا..... کبھی فتنہ
 فساد کا بانی کہا..... کبھی کہا وہ دور جاہلیت کو واپس لانے والا اور بدعات اسجاد
 کرنے والا تھا..... کبھی انہیں کتبہ پرور اور کبھی خلافت کو ملکیت میں بدلنے
 والے کا طعنہ دیا۔

مگر میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے مبارک الفاظ پر ذرا غور فرمائیے
 کہ آپؐ نے سیدنا معاویہؓ کی جماعت کو فِئۃً باغیۃً نہیں فرمایا.....
 بلکہ فِئۃً عَظِیْمَۃً..... فرمایا..... یعنی عظیم جماعت..... اور پھر صبح
 المسلمین کے الفاظ فرما کر رحمت عالم ﷺ نے معاویہؓ کے ایمان اور اسلام پر
 مہر تصدیق ثبت فرمادی۔

ایک اعتراض کا جواب | لگے ہاتھ میں یہاں ایک مشہور اعتراض کا
 جواب دینا چاہتا ہوں..... یہ اعتراض مخالفین معاویہؓ اپنی تقریروں اور تحریروں
 میں بار بار دہراتے رہتے ہیں اور اگلے ہوئے لقمے چباتے رہتے ہیں، وہ اعتراض یہ
 ہے کہ عمار بن یاسرؓ حضرت علیؑ کی فوج میں تھے اور وہ جنگ صفین میں سیدنا معاویہؓ
 کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے اور امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”عمار!
 تجھے باغی گردہ قتل کرے گا“..... اس سے واضح ہوا کہ امیر معاویہؓ اور ان کے
 ساتھی باغی تھے۔

مگر آپ حضرات یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ یہ حدیث متواتر یا مشہور کے

درجہ میں نہیں ہے بلکہ خبر واحد ہے اور وہ بھی صحیح نہیں بلکہ محدثین نے اس پر جرح کی ہے اس حدیث کا ایک راوی معلیٰ بن عبد الرحمن ہے..... تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے معلیٰ بن عبد الرحمن کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس کا کیا پوچھتے ہو..... اس سے موت کے وقت کسی نے پوچھا تم اللہ سے معافی طلب کیوں نہیں کرتے؟ تو وہ جواب میں کہنے لگا میں اپنی مغفرت سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میں نے حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت میں ستر حدیثیں گھڑی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن علی المدنی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ.....

یہ شخص حدیثیں گھڑتا تھا

اور امام دارقطنی نے فرمایا..... یہ شخص پر لے درجے کا جھوٹا ہے۔

(تہذیب التہذیب صفحہ ۲۳۸ جلد ۱۰)

پھر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (لوائی المصنوعہ صفحہ

۲۱۲ جلد ۱۱) میں اس حدیث کو بابت تحریر کر کے کہا:

مَوْضُوعٌ وَالْمُعَلَّى مَثْوُوكٌ يَضَعُ

یہ روایت من گھڑت ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں الْمُعَلَّى نامی

راوی ایسا ہے جو متردک ہے اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے حدیثیں

گھڑتا تھا۔

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جس روایت کی سند میں ایسا راوی ہو..... جو

وضاع اور کذاب ہو..... جھوٹی حدیثیں گھڑ گھڑ کر امام الانبیاءؑ کے ذمے

لگاتا ہو ایسی حدیث کو کون با شعور شخص قبول کر سکتا ہے؟ اور ایسی ”ستھری“ حدیث

کب اس قابل ہے کہ اسے بطور حجت پیش کر کے ایک اولوالعزم صحابی اور اس کے تمام رفقاء پر باغی ہونے کا فتویٰ چرپاں کر دیا جائے۔

پھر عقل و خرد کے میزان پر اس حدیث کو ذرا پرکھ کے دیکھئے..... کہ جو جلیل القدر اصحاب رسول سیدنا معاویہؓ کے ساتھی تھے..... اور ان کے لشکر میں شامل تھے اس فرمان کی موجودگی میں حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد وہ سب کے سب اس بات کا فیصلہ کر لیتے کہ معاویہؓ کا باغی ہونا واضح ہو گیا ہے لہذا ہمیں اُن کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ لیکن تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد کسی ایک شخص نے بھی معاویہؓ سے علیحدگی اختیار کی ہو۔

اور اس من گھڑت حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیے اے عمار تجھے قتل کرے گا فِئۃً باغِیۃً..... ایک باغی گروہ مگر دوسری جانب بخاری کی حدیث ہے سونے کی طرح کھری..... جس میں امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے..... یہ حسن میرا سردار بیٹا ہے اللہ اس کے ذریعہ مسلح کر دائے گا..... فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنِ..... مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان..... رحمت کائنات ﷺ حضرت سیدنا علیؓ کی جماعت کے ساتھ سیدنا معاویہؓ کی جماعت کو بھی فِئۃً عَظِیْمَۃً... عظیم جماعت کا درجہ دے رہے ہیں۔

سیدنا معاویہؓ عالم اسلام کے متفقہ قائد اور امیر | سامعین

گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا حسنؓ نے خداداد تدبیر و فراست اور حلم و بردباری اور ایثار و قربانی اور مسلمانوں کیلئے خیر خواہی کے جذبے کے تحت خلافت و امامت اور حکومت سیدنا امیر معاویہؓ کے سپرد فسر مادی اور خود ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بکھرے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے مسلمانوں کو پھر سے جوڑ دیا اور اس طرح سیدنا معاویہؓ مملکت اسلامیہ کے متفقہ قائد اور امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوئے۔

آج سیدنا معاویہؓ پر اعتراض کرنے والوں کو..... سیدنا معاویہؓ پر تبہرا کرنے والوں کو..... سیدنا معاویہؓ سے نفرت کا اظہار کرنے والوں کو ایک لمحہ بچنے سوچنا چاہیے کہ ہم کس پر تبہرا کر رہے ہیں؟ ہم کس کو گالیاں دے رہے ہیں؟ ہم کس سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں؟ ہم کس پر طعن و تنقید کے نثر چلا رہے ہیں..... جو حسین کریمینؓ جیسی عظیم شخصیات کا امیر بھی تھا..... امام بھی اور محسن بھی اور مقتدا بھی۔

اللہ کے بندو! بھی تنہائی میں بیٹھ کر..... خدو عناد سے کنارہ کش ہو کر..... اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر غور کر لیا کرو..... کہ وہ امام کتنا رفیع المرتبہ ہو گا جس کا مقتدی عظیم المقام نواسہ رسول سیدنا حسنؓ ہو..... اور جس کا مقتدی سیدنا حسینؓ جیسا بلند مرتبہ اور عالی شان ہو وہ بیٹھا کتنا عظیم ہو گا۔

سیدنا حسنؓ کے اس خوبصورت اقدام سے اور ان کی دوراندیشی اور ان کے اخلاص کے نتیجے میں سیدنا امیر معاویہؓ مملکت اسلامیہ کے متفقہ قائد اور امیر المؤمنین بنے پھر تقریباً ۱۹ سال عدل و انصاف اور خشیت الہی کے ساتھ خلافت و حکومت کی ذمہ داریاں نبھائیں..... بڑی جرأت و استقلال سے آگے بڑھے اور نصف دنیا پر..... پرچم اسلام لہرایا..... بڑی شجاعت سے کفر کو ناکوں چنے چھوائے..... اور کفار کے سینے پر مونگ دلتے رہے..... ان کے دور خلافت میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند ہوا..... اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے عملی جدوجہد ہوئی..... مسلمان راحت و آرام، عافیت و سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے..... سیدنا علیؓ کے دور خلافت میں منافقین کی کارستانیوں کی وجہ سے اور مسلمانوں کی آپس کی تلخیوں اور لڑائیوں کی وجہ سے فتوحات کا جو سلسلہ رک گیا تھا..... وہ سلسلہ پھر سے شروع ہوا..... اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے دروازے پھر سے کھل گئے.....

یقیناً سیدنا معاویہؓ کا دور اتحاد امت کا سنہری اور لا جواب دور تھا۔

اسلامی بحری بیڑہ | سیدنا معاویہؓ کی خدمات دین اسلام کی ترقی کیلئے
..... اور مسلمانوں کی سربلندی کیلئے بہت زیادہ ہیں..... جن سے کوئی
منصف مزاج شخص انکار نہیں کر سکتا۔

کیا آپ اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں کہ یہ شرف و عزت اور یہ انفرادی
خصوصیت سیدنا امیر معاویہؓ کو حاصل ہے کہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلا اسلامی بحری
بیڑہ جس میں تقریباً ۷۰۰ کشتیاں تھیں..... اور جو بحری بیڑہ رومیوں کے
مقابلے میں سمندر میں اتارا گیا..... وہ اس بحری بیڑے کے موجد ہیں اور صرف
موجد ہی نہیں بلکہ پہلے بحری لشکر کے سپہ سالار اور قائد اور کمانڈر بھی سیدنا معاویہؓ تھے۔
پہلا بحری لشکر..... وہ خوش نصیب لشکر ہے جس کے متعلق امام الانبیاء
ﷺ کی زبان مقدس سے جنت کی خوشخبری احادیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے
مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی رشتے میں ایک خالہ تھیں جن کا نام اُمّ حرامؓ تھا۔
آپؐ بھی ان کے گھر جا کر آرام فرمایا کرتے تھے..... ایک روز آپ ان کے
گھر میں سو گئے..... تھوڑی دیر کے بعد آپ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے
..... حضرت ام حرامؓ نے مسکرانے کی وجہ پوچھی۔

تو آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ رب العزت کے راستے
میں جہاد کرتے ہوئے مجھے خواب میں دکھائے گئے..... وہ سمندر میں اس طرح
چلے جا رہے تھے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں آپؐ کے الفاظ اس طرح درج ہیں

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ فَقَدْ أَوْجَبُوا

(بخاری صفحہ ۳۰۵، ۳۹۲ جلد ۱۔ مسلم صفحہ ۱۴۲ جلد ۲۔ ترمذی صفحہ ۱۹۸ جلد ۱)

میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندی جنگ لڑے گا ان سب کیلئے جنت واجب ہو چکی ہے۔

خدا و عناد سے ہٹ کر اور انابت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جس لشکر کے شرکاء کو رحمت کائنات ﷺ کی زبان مقدس سے جنت کے واجب ہونے کی بشارت مل رہی ہے..... سیدنا معاویہؓ صرف یہ نہیں کہ اس لشکر میں شامل تھے بلکہ اس لشکر کے قائد اور سپہ سالار تھے علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَرَّ أَرَادَ بِهِ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمُهَلَّبُ مُعَاوِيَةَ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ

امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس سے مراد سیدنا معاویہؓ کا لشکر ہے اور مہلب نے کہا ہے کہ سیدنا معاویہؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سمندری جہاد کیا۔

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی شرح میں کیا لکھتے ہیں آئیے دیکھتے ہیں:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ هُوَ جَيْشُ مُعَاوِيَةَ نَبِي كَرِيم ﷺ کے اس ارشاد سے مراد حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے۔

آپ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ سیدنا معاویہؓ کی یہ بحری لڑائی اللہ کے راستے میں..... اللہ کی رضا کیلئے تھی اور مقصد اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ یہ سب شرکاء کیلئے جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری اور چین کوئی ہے امام الانبیاء ﷺ کو اس لشکر کے شرکاء خواب میں دکھائے گئے وہ بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے..... اور آپ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے اور مسکرائے۔

بحان اللہ! سیدنا معاویہؓ کی عظمت و مقام اور شان و عورت پر قربان جاؤں جو

حالت بیداری میں بھی امام الانبیا ﷺ کی قہمی مسرت کا باعث بنتے تھے اور جنہوں نے نیند میں بھی آپ کو خوش کیا اور راحت پہنچائی۔

سیدنا معاویہؓ نے خلافت عثمانی میں اس پیش گوئی کو پورا فرمایا اور اس جنتی لشکر کی قیادت کر کے روم کی شان و شوکت کو جو سے اکھاڑ دیا اور ان کا غرور خاک میں ملا دیا..... اور آتش کدہ کفر کو سرد کر کے رکھ دیا..... سچی اور حقیقی بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی اسلامی خدمات کو دیکھ کر..... اور ان کی سیرت و کردار کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ سیدنا معاویہؓ تدبیر میں بے مثال..... فہم و فراست میں لاجواب..... ان کی عسکری صلاحیتیں بے مثل..... اور عظیمی امور پر ان کی نظر انتہائی گہری تھی!

تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ اسلامی سیاست و بیادیت کے بادشاہ..... خلوص و وفا کے پیکر..... ایثار و قربانی کے مجسمہ تھے..... شجاعت و بہادری ان کی فطرت اور خطابت ان کی لوٹھی تھی..... سخاوت و شرافت کی وہ علامت تھے..... اور صداقت و عدالت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی..... انتہائی زیرک اور دور رس نگاہ کے مالک..... معاملہ فہم و دانشمند..... مسلمانوں کیلئے حسلم و یرد باری اور حوصلے کا کوہ گراں..... مگر ہتھیار کیلئے سیف برائے..... خانوادہ نبوت سے انتہائی پیار اور دشمنان رسول کیلئے دودھاری تلوار..... امام الانبیاء ﷺ کے محبوب بھی اور محب بھی..... صحابی بھی اور کامپ و جی کے منصب پر فائز بھی..... حضور انورؐ کے دوست بھی اور برادر نسبتی بھی..... خال المؤمنین (مومنوں کے ماموں) بھی اور امیر المؤمنین بھی..... فاتح شام و قبرص بھی..... صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے معتمد علیہ بھی..... اور سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے وزیر اور حیدر کراٹ کے وزیر بھی..... اور

حسین کریمینؑ کے مقتد اور امام بھی معاویہؓ وہ خوش نصیب ہے جس نے کھیلے اللہ کے
 آخری اور سچے پیغمبر امام الانبیاء ﷺ دعا کھیلے ہاتھ بندہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِيْهِ (ترمذی کتاب التائب)
 اے اللہ معاویہؓ کو ہادی اور مہدی بنادے اور اس کے ذریعے سے
 دوسرے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

مشہور صحابی حضرت عمیر بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ
 لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ
 لوگو معاویہؓ کا ذکر ہمیشہ خوبی اور خیر کے ساتھ ہی کرو
 قَالِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اهْدِهُ (ترمذی)
 کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ معاویہؓ
 کو ہدایت یافتہ بنادے۔

نبی رحمت کائنات ﷺ یوں دعا فرماتے:
 اَللّٰهُمَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالْحِسَابُ وَفِيْهِ الْعَذَابُ
 (کنز العمال صفحہ ۷۸ جلد ۷)
 اے اللہ معاویہؓ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے
 ان کو محفوظ رکھ۔

اور البدایہ والنہایہ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۸) میں دعا کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:
 اَللّٰهُمَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَمَكِيْنٌ لَّهِ فِي الْبِلَادِ وَفِيْهِ
 الْعَذَابُ۔

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب کا علم سکھا اور شہروں میں اس کو حکومت عطا
 فرما اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

ایک روز سیدنا معاویہؓ امام الانبیاءؑ کے پیچھے سواری پر سوار تھے
..... آپؓ نے فرمایا: يَا مُعَاوِيَةُ مَا يَلْبِسُنِي مِنْكَ تمہارے
جسم کا کون سا حصہ میری ٹیٹھ سے ٹکرا رہا ہے؟
حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: بَطْنِي میرا پیٹ آپؓ کی ٹیٹھ سے ٹکرا رہا
ہے

آپؓ نے اسی حالت میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَمْلَاكُ عَلَيْنَا وَجَلْنَا

اے اللہ معاویہؓ کے پیٹ کو علم اور بردباری سے بھر دے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ص: ۱۸۰ ج: ۳)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت لاتے ہیں..... کہ امام
الاعیاءؑ نے فرمایا.....

..... اے معاویہؓ اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیض لازم پہنائے گا۔

سیدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ بھی وہاں موجود تھیں
..... انہوں نے خوشی و مسرت سے بات کو دہرایا..... کہ یا رسول اللہ! کیا
اللہ معاویہؓ کو خلافت کی قمیض پہنائے گا..... آپؓ نے فرمایا..... ہاں
ضرور پہنائے گا مگر اس میں کچھ مصائب اور پریشانیاں بھی ہیں..... ام المومنین
سیدہ ام حبیبہؓ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! پھر آپؓ معاویہؓ کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان
کھلے آسانیاں پیدا فرمادے۔

آپؓ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند فرمائے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ يَٰ لَهْدٰى وَجَنِّبْهُ الرِّدْىَ وَاعْصِرْ لَهُ فِى

الْآخِرَةَ وَالْأُولَى (البدایہ والنہایہ ص: ۱۲۰-ج: ۸)

اے میرے مولا! معاویہ کو ہدایت یافتہ بنا اور اسے مصائب سے محفوظ رکھ اور دنیا و آخرت میں معاویہ کی مغفرت فرما!

معاویہ عظیم شخصیت ہے کہ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا معاویہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے اوپر ایمان کے نور کی چادر ہوگی۔

معاویہ وہ ہے جسے رحمت کائنات ﷺ نے أَخْلَصَهُ أُمَّيِّی وَأَجْوَدَهَا (میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی) کا خطاب دیا (تفسیر الجہان ص: ۱۲) جسے رحمت کائنات نے فَائِزَةٌ قَوِيَّةٌ أَمِينٌ (معاویہ قوی بھی ہے اور امین بھی) فرمایا (مجمع الزوائد ص: ۳۵۶-ج: ۹)

جسے جسبرائیل امین نے فَائِزَةٌ أَمِينٌ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَنِعْمَ الْأَمِين (معاویہ کتاب اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں) کے خوبصورت لقب سے یاد کیا (تفسیر الجہان ص: ۱۲۰)

جسے رحمت کائنات ﷺ نے صَاحِبُ سِرِّ مَعَاوِيَّة (معاویہ میرا راز دان ہے) کی صفت سے نوازا۔

جس معاویہ کے اوصاف و کمالات کو دیکھ کر خلیفہ اول بلا فصل سیدنا مسدین اکبرؓ نے فوج کے ایک حصے کی قیادت و سیادت سپرد کر کے شام کی طرف روانہ کیا جس معاویہ کے تدبیر و سیاست اور دانشمندی، معاملہ فہمی اور زیرکی کو دیکھتے ہوئے خلیفہ ثانی لاثانی سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا ہو.....

”معاویہ جیسے زیرک شخص کی موجودگی میں تمہیں قیصر و کسری کے

تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے“

معاویہ وہ شخصیت ہے کہ جسے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورینؓ نے دمشق

کی گورنری کے ساتھ شام کے تمام علاقوں پر گورنر مقرر فرمایا معاویہ وہ عظیم شخصیت ہے جسے عقیقہ رابع امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے جیسا مسلمان اور مومن تسلیم کیا۔ (نیج البلاغہ ص: ۱۱۳، ج: ۲)

معاویہؓ وہ عظیم شخصیت ہے جس کے بارے میں امام الانبیاء ﷺ کے چچا زاد بھائی اور مفسر قرآن صحابی سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

أَصَابَ إِيَّاهُ فَقِيهٌ (بخاری باب ذکر معاویہؓ)

انہوں نے جو کچھ کیا درست عمل کیا کیونکہ دینی مسائل میں وہ فقیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

معاویہؓ وہ اولو العزم صحابی ہے جس کے متعلق سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا

مَا رَأَيْتُكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَشَوْذُ مِنْ مُعَاوِيَةَ

میں نے سرداری و حکومت کے لائق معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

(الاستیعاب مع الاسامیہ ص: ۳۹۷، ج: ۳)

معاویہؓ وہ عظیم شخصیت ہے کہ حضرت عمر بن سعدؓ نے فرمایا:

(لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

يَقُولُ اللَّهُمَّ اهْدِيهِ

لوگو! معاویہؓ کا تذکرہ ہمیشہ خوبی اور بھلائی کے ساتھ کیا کرو اس لئے کہ

میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ!

معاویہؓ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

معاویہؓ وہ رفیع المقام شخصیت ہے کہ مشہور محدث حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اس مٹی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے جو معاویہؓ کے

گھوڑے کے نتھنوں میں جم جایا کرتی تھی۔

وَاللّٰهُ اَنَّ الْغُبَّارَ الَّذِي كَخَلَّ فِيْ اَنْفِ قُرَيْشٍ مُّعَاوِيَةَ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِالْفِ مَرَّةٍ
(تفہیم الجہان صفحہ: ۱۰)

اللہ کی قسم وہ مٹی جو نبی اکرم ﷺ کی معیت میں سفر کرتے ہوئے
امیر معاویہؓ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوتی تھی وہ بھی عمر بن
عبد العزیز سے ہزار درجے افضل ہے۔

اسی بات کو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا:
اَلْثَّرَابُ فِيْ مَنْخَرِيْ مُّعَاوِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَفْضَلُ
مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ۔

وہ مٹی جو امام الانبیاء ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے
ناک کے سوراخ میں پہنچی..... وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے بہتر اور افضل ہے۔
معاویہؓ وہ عظیم الشان شخصیت ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ جیسا انسان یہ تمنا
اور آرزو کرتا ہے کہ میں اس راستے پر ٹٹھا رہوں جس راستے سے امیر معاویہؓ کی
سواری نے گزرنا ہو..... پھر اس سواری کے پاؤں سے اٹھنے والی خاک
میرے جسم پر پڑ جائے تو میرے لئے یہ بات حیات کا باعث بن جائیگی (امداد
القادی حضرت تھانویؒ ص: ۱۲۳، ج: ۴)

معاویہؓ ایسی عظیم شخصیت ہے کہ جس کی شخصیت پر طعن کرنے والے کو مولانا
احمد رضا خان بریلوی نے جہنمی کتاب کہا۔

وَمَنْ يَّكُوْنُ يَطْعَنُ فِيْ مُّعَاوِيَةَ

فَذٰلِكَ مِنْ كِلَابِ الْهٰوِيَةِ

جو شخص معاویہؓ پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتاب ہے؟

سیدنا معاویہؓ اصحاب رسول میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں..... اور انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر..... جو مسیح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہوا تھا..... وہاں رحمت کائنات ﷺ کے بال مبارک کاٹنے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی (بخاری کتاب الحج باب الحلق والتقصیر) عمرۃ القضاء کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کاٹنے اور آپ کی حجامت کرنے سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ..... سیدنا امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے عمرۃ القضاء کے موقع پر دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔

ابن حجر عسقلانیؒ نے سیدنا معاویہؓ کا اپنا قول نقل کیا ہے:

لَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ (الاسابہ صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

میں نے عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی (البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۱ جلد ۸) میں سیدنا امیر معاویہؓ کے اس قول کو نقل فرمایا ہے:

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا:

صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرہ قضاء میں حضرت معاویہؓ نے

آنحضرت ﷺ کے موعے مبارک قبضی سے تراشے تھے یہ واقعہ عمرہ

قضاء ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ نے حلق فرمایا تھا۔

(معارف القرآن صفحہ ۹۰ جلد ۸)

ان تمام حوالہ جات سے اور میرے دیئے ہوئے واضح دلائل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سیدنا امیر معاویہؓ فتح مکہ سے بہت پہلے..... بلکہ عمرۃ القضاء سے بھی پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔

اور اس طرح وہ أَوْلَیِّكَ أَعْظَمُ دَرَجَةٍ مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ

بَعْدُ وَقَاتِلُوا کے قرآنی وعدے کا مصداق ہیں..... اس حقیقت کو ماننا پڑے گا چاہے کوئی خوش دلی سے مان لے یا چیل بہ چیل ہو کر مان لے..... طوعاً مانے یا کرہاً مانے..... ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

معاویہؓ کا تب وحی | سامعین گرامی قدر: امیر معاویہؓ کی عظمتیں اور رفعتیں بیان کرتے ہوئے..... سیدنا معاویہؓ کی شان اور مقبوت بیان کرتے ہوئے..... حضرت معاویہؓ کا مقام و مرتبہ آپ کو سناتے ہوئے..... ایک بات بہت اہم اور ضروری بات..... میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔

وہ ہے امیر معاویہؓ کا کاتب وحی ہونا..... یہ امیر معاویہؓ کا بہت بڑا شرف ہے..... بڑی عظمت ہے اور زالی شان ہے کہ امام الانبیاءؑ نے امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے..... انہیں کتابت وحی کی نازک، حساس، اہم ترین اور بلند ترین خدمت پر مامور فرمایا۔ حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں امیر معاویہؓ کی شخصیت پر لکھتے ہوئے ان کا تعارف ان خوبصورت الفاظ میں کراتے ہیں۔

وَهُوَ مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ وَكَاتِبُ وَحْيِ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَحْبُ مُعَاوِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَتَبَ الْوَحْيَ بَيْنَ يَدَيْهِ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۷۷ جلد ۸)

حضرت سیدنا معاویہؓ مومنوں کے ماموں (معاویہؓ کی بہن ام حبیبہؓ ازواج النبی میں شامل ہیں اور ازواج النبی مومنوں کی مائیں ہیں اس لحاظ سے معاویہؓ مومنوں کے ماموں ہوئے) اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب ہیں..... معاویہؓ کو نبی کریم ﷺ کی محبت نصیب ہوئی اور وہ امام الانبیاءؑ کے سامنے وحی کی کتابت کرتے رہے آگے حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے

سے تحریر فرمایا:

كُنْتُ الْعَبْدُ مَعَ الْغُلَمَانِ..... ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ
بِیْ مُعَاوِیَہِ وَكَانَ یَكْتُبُ الْوَحْیَ (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۷ جلد ۸)
(حضرت ابن عباس کہتے ہیں) میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ نبی کریم
ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ معاویہؓ کو بلا کر لاؤ..... معاویہؓ وحی لکھا کرتے تھے۔
حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں ایک روایت لائے ہیں..... ذرا اے
میں نے اور عظمت معاویہؓ سے سینے ٹھنڈے کیجئے۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ اسْتَشَارَ جَبْرِئِلَ فِي كِتَابَةِ مُعَاوِیَہِ
فَقَالَ اسْتَكَتَبَهُ فَإِنَّهُ أَمِينٌ (الہدایہ والنہایہ ص: ۱۲۰ ج: ۸)
امام الانبیاء ﷺ نے امیر معاویہؓ کو کاتب وحی بنانے کے بارے
میں حضرت جبریلؑ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا آپ معاویہؓ کو کاتب بنالیں کیونکہ
وہ امین ہیں۔

ابن جریر عسقلانیؒ نے (الاصابہ صفحہ ۲۳۲ جلد ۳) میں..... امام ابن
حزمؒ نے (جوامع السیرۃ صفحہ: ۲۷) میں..... صاحب مشکوٰۃ نے اکمال فی اسماء
الرجال میں واضح طور پر لکھا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کاتب وحی کے منصب پر فائز تھے اور
اس کے علاوہ رحمت کائنات ﷺ کے مکتوبات بھی لکھتے تھے۔

اس بات کو اعلیٰ تشیع کے علماء نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے.....
اٹھائے ”احتجاج طبری صفحہ ۹۲“..... ”معانی الاخبار صفحہ ۳۴۶“
..... ”تصحیح المقال فی علم الرجال صفحہ ۲۲۲“..... ”ابن ابی الحدید
صفحہ ۲۳۸ جلد ۱.....

ان تمام کتابوں میں موجود ہے کہ سیدنا معاویہؓ کو نبی کریم ﷺ نے کاتب

وحی مقرر فرمایا اور سیدنا معاویہؓ مسجد نبویؐ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے وحی قرآن لکھتے رہے جو جبریل امین لے کر اترے تھے۔

میری اس گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ سیدنا امیر معاویہؓ کا کاتب وحی کے منصب پر فائز ہونا ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہلسنت کے مشہور علماء (محمد ثنین و مؤرخین) تو رہے اپنی، بلکہ پراہل تشیع کے علماء بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

اگر معاویہؓ کا کاتب وحی ہونا ایک حقیقت ہے..... اور یقیناً اس حقیقت ہے تو پھر میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔

کیا کاتب وحی کے اہم ترین منصب پر کسی کافر و مشرک شخص کو فائز کیا جاسکتا ہے؟

کیا کتابت وحی کے درجے پر کسی فاسق و فاجر اور منافق شخص کو مقرر کیا جاسکتا ہے؟

کیا کتابت وحی کے عظیم مرتبے پر کوئی بددیانت، باغی، خود غرض، لالچی، بے دین اور جھوٹا شخص متعین ہو سکتا ہے؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہو گا..... تو پھر ماننا پڑے گا اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام الانبیاء ﷺ نے سیدنا امیر معاویہؓ کو کتابت وحی کے اس عظیم مرتبے پر فائز کر کے ان کے کامل الایمان اور ایمن ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی..... اور آپؓ نے امیر معاویہؓ پر کامل اعتماد فرمایا

معاویہؓ مظلوم بھی آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ سیدنا معاویہؓ جتنا عظیم ہے..... تاریخ اسلام کا یہ عمق و بستی انسان اور بے مثال و رفیع السعادت شخصیت جتنی عظیم ہے..... اتنی ہی مظلوم بھی ہے..... شاید اصحاب رسول کی

مقدس جماعت میں کوئی صحابی اتنا مظلوم ہو جتنا مظلوم امیر معاویہؓ ہے۔
 اور اس مظلومیت کی دلیل یہ ہے کہ ایک طبقے نے سیدنا معاویہؓ کو ظالم، فاسق
 بے ایمان اور کافر تک کہا۔۔۔۔۔ مگر مجھے اس طبقہ کے ان فتوؤں پر۔۔۔۔۔ اور
 تبرا پر تعجب نہیں۔۔۔۔۔ اس لئے کہ جو شخص عقیقہ ازل بلا فصل، یار غسار نبی، رفیق
 ہجرت، اس امت کا پہلا مومن، جانثار رسول، امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کو مومن
 ماننے کھلے تیار نہیں۔۔۔۔۔ وہ شخص اگر معاویہؓ پر تنقید کے نشتر چلائے تو تعجب کیا؟
 اور جو شخص عقیقہ ثانی لاٹھائی، داماد علی، مراد پیغمبر اور مرید محمد، امیر المومنین سیدنا
 فاروق اعظمؓ کے ایمان میں شک کرتا ہو۔۔۔۔۔ وہ شخص اگر معاویہؓ پر تبرا کرے تو
 تعجب کیا اور کیوں؟

اور جو شخص عقیقہ ثالث، مظلوم مدینہ، دوہرے داماد نبی، نبی کریم کے رفیق
 فی الجنتہ، ہم زلف علیؓ اور حسینؓ کریمین کے خالو۔۔۔۔۔ سیدنا عثمانؓ کو معاف کرنے
 کھلے تیار نہیں، وہ شخص اگر امیر معاویہؓ کے خلاف لب کشائی کرے تو تعجب کیا؟
 اور جو شخص حدیث حبیب خدا، مریم اسلام، رسول رحمت کی زد پر محترمہ ام المومنین
 سیدہ عائشہؓ صدیقہ، عقیقہ الحقیقہ، زاہدہ، عابدہ، ساجدہ، صابرہ کا حیا نہیں کرتا۔۔۔۔۔ وہ شخص اگر
 معاویہؓ کا حیا کرے تو تعجب کیا؟

باعث تعجب بلکہ باعث صد افسوس بات یہ ہے کہ اہلسنت کے دعویدار۔۔۔۔۔
 ایک طبقہ کے جذبات و نظریات اور خیالات سیدنا معاویہؓ کے متعلق ویسے نہیں
 رہے جیسے دوسرے اصحاب رسول کے بارے میں عموماً پائے جاتے ہیں۔ بھی
 اہلسنت کہلانے والے بے دھوک آن کو باغی، خاٹی، فتنے کا بانی، بیت المال میں
 خیانت کرنے والا، بدعات کا مرتکب، خلافت کو ملکیت میں بدلنے والا، کتبہ پر دراور نہ
 جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔

کچھ ”نیک بخت“ سیدنا معاویہؓ کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے.....
معاویہؓ کا نام سن کر ایسے چلے بہ جیسے ہوتے ہیں کہ ان کے ماتھے پر ابھرنے والی
لکھنیں مچنی نہیں جاتیں۔

اہلسنت کے دعویدار کچھ مصنفین ایسے ”نیک نام“ بھی ہیں جنہوں نے بعض
معاویہؓ کی دلدل میں غرق ہو کر سیدنا معاویہؓ کے خلاف کتابیں تحریر کیں..... جن میں
اپنے غلیظ قلم کو صحابی رسول پر بطور نشر استعمال کیا۔

ہزارہ کے ایک گدی نشین..... پیر سید محمود شاہ محدث ہسزاری نے اپنی
تقریر و تحریر میں سیدنا معاویہؓ پر ایسی تنقید کی جس تنقید کی توقع دشمنانِ حساب سے بھی
متوقع نہیں ہے۔ واہ کینٹ کے مولانا سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب اختلافِ یزید
میں سیدنا معاویہؓ پر سخت ترین تنقید کی بلکہ برے اور خوب برے..... فرماتے ہیں:-

حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک
روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ (اختلافِ یزید صفحہ ۱۱۸)

سید لعل شاہ بخاری نے اَوَّلُ جَنَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ
اَوْجَبُوْا کے متعلق کہا کہ یہ الفاظ راوی کے خود ساختہ ہیں (ایضاً صفحہ ۳۲۰)
سید لعل شاہ بخاری کی ایک تحریر ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سنئے:

”حضرت معاویہؓ کے محبوب فرزند (طسنز یہ انداز) نے.....

جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے خدا کا
ابی وامی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں، ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول
کر رکھ دیا ہے..... حضرت معاویہؓ نے سمجھا کہ یزید جوش میں
خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا اور راز ہائے سر بستہ افشا ہو جائیں گے
فَوْرًا اَجْلَسَ فِذَاكَ اَبْنِیْ وَاُیُّیْ فرماتے ہیں اور پھر ناراض

ہو جاتے ہیں تو اس کی توجیہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یہ
نے اس سر بستہ راز سے پردہ اٹھا دیا تھا..... ہم کچھ نہیں کہہ
سکتے کہ یہ اس وقت ہوش میں تھا یا مدہوش مگر ہم اس کی حق گوئی
کی سو بار قدر کرتے ہیں کہ رع

فقیر مصلحت میں سے وہ نذر بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے یہی بات مستی میں
الامان والحفیظ..... ایک جگہ پر گل افشانی فرماتے ہیں کہ:
معاویہؓ کی خطا اجتہادی نہیں بلکہ عنادی (خود پر مبنی) تھی اور سیدنا
علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے..... ایک جگہ
پر تحریر کرتے ہیں۔

”حضرت معاویہؓ کے عہد میں زبانیں مقفل ہو چکی تھیں کہ دو جمعے
حضرت معاویہؓ کا ایک خلاف شرع خطبہ سنا اور حاضرین میں سے
کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ زبان کو جنبش دے کہ امیر المومنین! آپ
سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں..... مجھے اس روایت کے تسلیم
کرنے میں سخت تامل ہے یہ تقدیر محنت روایت یہ تسلیم کرنے کے
سوا کوئی چارہ نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقریباً خاتمہ
ہو چکا تھا۔

ایک اور مقام پر اظہار خیال اس طرح کرتے ہیں:
ہمارے مطالعہ کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۳۰ھ میں منہ خلافت
پر متمکن ہو کر عمان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۴ھ میں عبیدت
مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامسزد کر دیتے ہیں.....

بعض مسلمانوں کی آواز سک دما اور خون ریزی کے خوف سے
حلقوم میں اٹک کر رہ گئی کچھ روز سا مناسب کی وجہ سے مجبور تھے،
بعض کی زبانیں نقسری مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن
دوڑی لقمہ ہائے چرب سے بڑے کر دی گئی اور بعض کو حرص و آرزو نے ایسا
اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں استحکام
والہرت یزید کیلئے کوشاں تھے۔ (ایضاً صفحہ ۳۱۶)

سامعین گرامی قدر: یہ ہیں اپنے آپ کو اہلسنت کہلانے والے.....
اہلسنت عوام کے رہنما کہلوانے والے..... ان کا قلم امیر معاویہؓ کے خلاف تو
زہرا گل ہی رہا ہے..... مگر ان کی عبارت اور تحریر پر غور فرمائیں کہ انہوں نے
سیدنا معاویہؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے والوں کو..... جو اصحاب رسول
اور تابعین تھے انہیں بھی معاف نہیں کیا..... ان مقدس ہستیوں پر ہاتھ صاف کیا
تغویر تو اسے دشمن معاویہؓ تفو

سید لعل شاہ بخاری کی اس کتاب کو پڑھ کر میرے استاد گرامی قدر.....
استاذ العلماء حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ فرماتے ہیں:

اس قلم پر خدا کی لعنت جس نے کسی صحابی کی توہین یا گستاخی کی ہو یا
کی جاتی ہو..... ایک کتاب اختلافِ یزید تصنیف مولوی لال شاہ
خطیب داہکینٹ کی مولانا سید نور الحسن بخاری کو دی ہے تاکہ اس کی
تردید لکھیں اس نے حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق بکواس کیے ہیں۔
(القول السدید صفحہ: ۲۷)

اس کتاب کے بارے میں دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے شیخ
الحمدیث اور استاذ العلماء مولانا عبدالقدیر صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس (استخلافِ ید) میں واضح الفاظ میں شیعیت کے افکار کا بیج بویا گیا ہے حضرات صحابہ کرام کی عموماً اور بعض کی خصوصاً توہین کی گئی ہے..... حضرت معاویہؓ یا کسی صحابی کا ایسے انداز میں تذکرہ کرنا جس سے ان کی خداداد عروت اور عظمت کو نقصان پہنچایا جائے..... یہ وہ خطرناک راستہ ہے جس کو زوالِ ایمان اور خطرہ ایمان کہا جاتا ہے۔ (القول البدیع صفحہ ۱۶)

مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال) نے اپنی تحریروں میں سیدنا امیر معاویہؓ پر سخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ سیدنا معاویہؓ نہ تو مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں سے (حالانکہ حضرت معاویہؓ نے ہجرت فرمائی ہے اور وہ مہاجرین میں شامل ہیں) سیدنا معاویہؓ تیسرے طبقے سے وابستہ ہیں یعنی (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَفْخَرُونَ بِالْأَوْلَئِیْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ والی آیت میں مذکور تینوں طبقوں سے خارج کر رہے ہیں۔

ایک حوالہ اور سنئے حضرت قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں:
یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حضرت سیدنا علیؓ اور امیر معاویہؓ نے صلح کیلئے ایک ایک حکم مقرر کیا تھا..... حضرت سیدنا علیؓ نے مشہور صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنا حکم مقرر فرمایا..... اور امیر معاویہؓ نے حکم کیلئے فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاصؓ کا نام پیش فرمایا:

ان دونوں حکموں کے فیصلے پر ذرا حضرت قاضی صاحب کا تبصرہ سنئے۔
 ”ان کا (حکمین کا) فیصلہ آیت اختلاف کے خلاف تھا.....
 حضرت علیؑ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا..... بلکہ حکمین
 ضال مضل تھے ضَلَّاهُ وَضَلَّ عَنْهُمَا (وہ دونوں خود بھی
 گمراہ تھے اور ان کی پیروی کرنے والے بھی گمراہ تھے)

(خارجی فقہ صفحہ ۴۵۵)

سامعین گرامی قدر: میرا مقصد کسی شخص پر فتویٰ لگانا نہیں..... اور بھی تنقید
 مقصود نہیں..... کسی اہل علم کی تنقیص مقصود نہیں..... کسی محقق اور مفکر اسلام پر
 طعن مقصود نہیں..... کسی مؤرخ کی کردار کشی مقصود نہیں..... میں تو صرف آپ
 حضرات کے سامنے ایک آئینہ رکھ رہا ہوں اور آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دشمنان
 اصحاب رسولؐ تو رہے اپنی جگہ..... معاویہؓ وہ مظلوم صحابی ہے کہ بعض اہلسنت کے
 مدعی حضرات بھی اُن کے بارے میں اپنے قلم کا توازن پر قرار نہ رکھ سکے۔
 آئیے ماضی قریب کی ایک اہم ترین شخصیت مولانا مودودی کی ایک دو
 تحریریں آپ کے سامنے ذکر کروں!

مولانا مودودی، سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

مگر جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد، اپنی سیاسی
 اغراض اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقا کے معاملے میں
 شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑنے اور اس کی باعہمی
 ہوئی کسی حد کو پھاند جانے میں تامل نہ کیا..... اُن بادشاہوں
 کی سیاست دین کے تابع نہ تھی..... اس کے تقاضے وہ ہر جائز و
 ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملے میں حلال و

حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ یہ پالیسی حضرت معاویہؓ کے عہد سے شروع ہو گئی تھی..... دیت کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا..... ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے..... مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ، سنت رسول کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی..... حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالا تر قرار دے دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کاروائی کرنے سے انکار کر دیا۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵)

ایک جگہ پر مولانا سو ودوی میدنا معاویہؓ کے متعلق تحریر کرتے ہیں حضرت معاویہؓ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۶۵) یعنی امیر معاویہؓ نے چار کام ایسے کئے ہیں کہ ان میں سے ایک کام بھی کسی شخص کی ہلاکت کیلئے کافی ہے اور امیر معاویہؓ تو ایسے چار کاموں کا مرتکب ہوا۔

آخر میں الحمد یث مکتبہ فکر کے ایک مشہور عالم علامہ وحید الزمان کی گل افشائیاں بھی سن لیجئے۔

ابوسفیان کے بیٹے معاویہؓ نے جناب امیر المومنین علیؓ پر حق عملی مرتضیٰ شیر خدا کا مقابلہ کیا اور جنگ صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا

خون کیا۔ (شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۷۴، جلد ۶)

ایک اور جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔

ایک بچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو یہ دل گوارا کرے گا کہ معاویہؓ کی تعریف و توصیف کرے؟
..... معاویہؓ کے متعلق کلماتِ تعظیم مثلاً، حضرت، رضی اللہ عنہ، کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (وجہ اللغات)
ایک اور جگہ پر اُن کے منہ سے پھول اس طرح جھڑتے ہیں:

ہم اہل سنت والجماعت معاویہؓ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو عالم اور فاضل سمجھتے ہیں۔ (انوار اللغات صفحہ ۹ پ ۱۲)

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

معاویہؓ نے ایسے ایسے خلافِ شرع کام کئے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ کہ ہدایت۔ (ایضاً صفحہ ۲۰ پ ۲۷)

ماضی قریب کے ایک عالم مولانا محمد امین صفدر ادا کاڑوی (جن کا تعلق خدام اہلسنت سے تھا اور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے مرید خاص تھے) کی ایک دو تحریریں بھی سن لیجئے..... یزید دشمنی میں اُن کے قلم سے حضرت یسنا معاویہؓ کے حکاوت کتنا زہریلا اور غلیظ مواد برآمد ہوا۔

کہتے ہیں کہ..... جب یزید کے فسق و فجور کا..... اور اس کے کرتوتوں کا علم حضرت معاویہؓ کو ہوا تو.....

حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے۔ دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں، پھر

فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے، کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں۔

(تجلیاتِ مہر صفحہ ۵۲۲ جلد ۱)

(یعنی امیر معاویہؓ صحابی رسول اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ فتنہ و فحور کے کام اگر کرنے میں تو دن کے وقت نہ کیا کرو، ہاں رات کو کر لیا کرو اَلْعَبَاذِ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِیْہِ الْخَوَافَاتِ۔

پھر یہ کی دلی عہدی کی بیعت کے بارے میں کہتے ہیں:

”پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہؓ نے منظم طور پر دلی عہدی کی تحریک شروع کی تو پانچ حضرات کے علاوہ سب نے بیعت کر لی ان پانچ حضرات کو معاویہؓ دھمکاتے ڈراتے رہے۔

(تجلیاتِ مہر صفحہ ۵۲۲ جلد ۱)

(امیر معاویہؓ صحابی رسول کی کیسی تصویر پیش کی کہ وہ اپنے ایک غلام کام کھیلے دھونس دھاندلی سے کام لیتے رہے اور مخالفین کو ڈراتے اور دھمکاتے رہے ایسی دھاندلی تو آج کے سیاست دان بھی نہیں کرتے، کاتب وحی اور صحابی رسول سے اس کا صدور ہو ہم ہزار بار اس تصور سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)

سامعین گرامی: میں نے آپ حضرات کے سامنے اہل سنت کہلانے والے

چند علماء اور مصنفین کے خیالات اور ان کی تحریریں پیش کر دی ہیں۔

یاد رکھئے..... یہ حضرات معاویہؓ دشمنی کا شکار صرف اس لئے ہوئے

..... اور یہ حضرات یہ نامعاویہؓ پر تنقید صرف اس لئے کرنے پر مجبور ہوئے کہ وہ

یزید دشمنی میں بہت آگے نکل گئے ہیں..... یزید سے عداوت..... یزید سے

محافل..... یزید سے دشمنی..... یزید سے بے جا بغض..... یزید کی کردار
 کبھی..... یزید کے اعمال کے معاملات..... اس میں الجھ کر یہ حضرات یزید
 کے والد گرامی قدسیدنا معاویہؓ کے دامن کو داغ دار کرنے پر مجبور ہوئے..... ایک
 عقلمند آدمی اور ذی ہوش شخص سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یزید اگر فاسق و فاجر تھا،
 بد اعمال تھا، بکرت باز اور شراب نوش تھا..... بکریوں کی محفل کروا تا تھا..... بے نماز
 اور بد خصلت تھا..... تو پھر جس معاویہؓ نے ایسے بد کردار شخص کو امت کی گردن پر
 مسلہ کر دیا تھا..... اس معاویہؓ کا دامن صاف اور شفاف کیسے ہو سکتا ہے؟

لوگو! جذباتی اور خیالی بلند پروازیوں سے الگ ہو کر..... تاریخی جھوٹوں
 اور بے سرو پاروایات سے کنارہ کش ہو کر، ٹھوس علمی دلائل اور حقیقی بنیادوں پر غور و فکر
 کیا جائے..... صحیح روایات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت سیدنا معاویہؓ کا
 دامن مقدس..... گناہوں کی آلودگیوں سے اور مصیبت کے داغوں سے اسی
 طرح پاک ہے جس طرح حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب رسولؐ کا دامن پاک ہے۔

میں ارباب علم و دانش کو دعوت فسکر دیتا ہوں کہ ایک منٹ کھلے فرض کر لیتے
 ہیں کہ سیدنا معاویہؓ سے سیاسی خطا ہوئی..... لیکن کاسب و جی، رفاہ قبرص،
 پہلے بحری بیڑے کے موجد، پہلے بحری لشکر کے سالار، امام الانبیاءؑ کی دعاؤں
 کے مصداق اور صحابی کو..... ایک یاد و سیاسی لغزشیں اتنا حقیر اور پست بنا سکتی
 ہے کہ لوگ اس کی گستاخی اور بے ادبی پر اتر آئیں..... اور اس صحابی کا احترام
 اور عظمت بھی ہمارے دلوں سے نکل جائے..... اور ہم بلا تکلف اور بلا خجماں
 اس پر تنقید شروع کر دیں..... کبھی اسے باغی کہیں، کبھی غاٹی کہیں، کبھی جنگ و
 تفرقہ کا بانی کہیں..... اور پھر سب حدود پھلانگ کر اسے منافق کہہ گزریں۔

میرے بھائی! ذرا انصاف سے بتاؤ اور عدل سے فیصلہ کرو..... کہ اگر

ستارہ کبھی سیاہ بدلیوں کے اندر آجائے تو اتنا بے نور ہو جاتا ہے کہ تیل سے جلنے والے چراغ اس کا منہ چمکانے لگیں۔

کیا یہ ارشادِ مصطفیٰ نہیں ہے کہ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدار اور پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

امیر معاویہؓ اگر صحابی ہیں..... اور یقیناً صحابی ہیں..... اور وہ زندگی کے آخری سانس تک (معاذ اللہ) مرتد نہیں ہوئے تو اصحاب اور کائنات کے دائرے سے انہیں کون نکال سکتا ہے۔

أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ، أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ، أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ اور أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ کے غموم سے ان کو کون خارج کر سکتا ہے؟ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ کا شرف ان سے کون چھین سکتا ہے؟ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ والا بدوائے ان سے کون غضب کر سکتا ہے؟ وَكَلاَّ وَعَدَ اللَّهُ الْمُحْسِنِينَ کے تحفے ان سے واپس کون لے سکتا ہے؟

أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ کے الہی وعدہ سے انہیں مستثنیٰ کون کر سکتا ہے؟ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَرِيمٌ کا حق ان سے کون غضب کر سکتا ہے؟ مَنْ رَانِي أَوْ رَأَى رَانِي..... حدیث نبی کے مصداق..... معاویہؓ کو جنت کے دروازے پر کون روک سکتا ہے؟

معاویہؓ عظیم المرتبہ صحابی ہے..... کاتب وحی ہے..... امام الانبیاء ﷺ کی دعاؤں کا مصداق ہے..... اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے..... معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ نبی اکرم ﷺ کے سر اور معتمد علیہ صحابی ہیں..... معاویہؓ کی والدہ حضرت سیدہ ہندؓ بھی شرفِ صحابیت رکھتی ہیں..... معاویہؓ کی ہمشیرہ سیدہ ام حبیبہؓ ام المومنین کے عظیم مرتبہ بدقائق ہیں..... معاویہؓ کے بڑے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیان.....

صحابی رسول بھی ہیں اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے معتمد علیہ ساتھی بھی ہیں۔
 اللہ رب العزت ہمیں میدانِ معاویہؓ کی حقیقی اور پکی محبت عطا فرمائے اور ان
 کے ساتھ بغض و عناد رکھنے سے محفوظ فرمائے
 وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

پانچویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ① وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ② (البقرة)
صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبے میں آپ سماعت فرما چکے ہیں اور
میں بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ یہ نامعادیہ رضی اللہ عنہ کی

شخصیت جتنی عظیم ہے اتنی ہی مظلوم بھی ہے..... دشمنان اصحاب رسول ہی نہیں
..... بلکہ کچھ حضرات جو اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتے ہیں..... اور خدام
اہلسنت کے دعویدار ہیں وہ بھی تاریکیوں میں گم ہو کر پیدا معاصو یہ رضی اللہ عنہ بہ
اعتراضات اور ان کی شخصیت کے متعلق شبہات بیان بھی کرتے ہیں اور اپنی کتابوں
میں تحریر بھی کرتے ہیں۔

ان کی تحریریں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ابوسفیان کے بیٹے کے ساتھ بغض و
عناد ان کے سینوں میں جوش مار رہا ہے!

معاویہ کا معنی | ابھی نہیں کے..... معاویہ کا معنی کیا ہے؟ پھر کوئی کم علم
آدمی اور سادہ لوح شخص..... سادگی سے معنی بتا دے تو خوشی سے بغلیں بجانے
لگیں گے۔

آئیے میں آپ کو لغت کی کتب سے اور عربی ادب کے قوانین کی روشنی میں
معاویہ کا معنی بتاؤں..... سنئے اور دل کی چٹائی پر نقش کر لیجئے!

معاویہ باب مفاعلہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے..... جس کے آخر میں "و"۔
مفاعلہ کے لئے زیادہ کی گئی ہے..... اس کی اصل ع و ی ہے..... جب یہ
مجرد کے باب میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی بھونکنے کے ہوتے ہیں۔
مگر جب یہ باب مفاعلہ میں استعمال ہوتا ہے پھر معنی بھونکنے کا نہیں ہوتا بلکہ
معنی ہوگا بھونکانے والا..... یعنی جس کو دیکھ کر کہتے بھونکیں۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ:

العواء ایک تارے کا نام ہے جس کی طرف دیکھ کر بھیڑیے آوازیں نکالتے
ہیں یعنی بھونکتے ہیں (لسان العرب ۸/۱۰۹)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد گرامی: اَصْحَابِي كَالنَّجْوَمِ

(میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں) کی روشنی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان ستاروں میں ایک تابناک ستارہ ہے۔

جس طرح العوانامی ستارے کو دیکھ کر بھونکنے والے بھونکتے ہیں.....
اسی طرح آسمان رشد و ہدایت کے اس روشن ستارے پر بھی دشمنان محاسبہ آواز میں کہتے ہیں!

یہ اگر معاویہؓ نام برا ہوتا اور اس کے معنی برے ہوتے تو امام الاعلیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کو تبدیل فرما دیتے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْإِسْمَ الْقَبِيحَ
(ترمذی کتاب الادب)

نبی کریم ﷺ برے نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے!

حضرت سعید بن المسیبؓ مشہور تابعی بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کا نام حزن (غم) تھا وہ امام الاعلیاء صلی اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا..... آپؐ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حزن..... آپؐ نے فرمایا بَلْ أَنتَ سَهْلٌ..... بلکہ تمہارا نام آج کے بعد سہل ہے (مشکوۃ)
حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا نام حرب (لڑائی) رکھا گیا تھا آپؐ نے سن کر فرمایا یہ نام مناسب نہیں بلکہ حسن نام مناسب ہے، اسی طرح حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی حضرت علیؓ نے حرب تجویز کیا تھا..... مگر آپؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حسینؓ نام رکھا!

ایک شخص مسلمان ہونے کی غرض سے حاضر ہوا..... آپؐ نے نام پوچھا..... اس نے کہا عبد العزیٰ (شرکیہ نام عربی، فقیرنی کا بندہ..... جیسے

آج کل عبدالرسول، عبدالنبی، حسین بخش، میراں بخش، امام بخش، میراں دود وغیرہ نام رکھنے کا رواج ہے۔)

آپؐ نے فرمایا آج کے بعد تمہارا نام عبدالعزیز نہیں بلکہ عبد اللہ ہے اگر معاویہ نام غلط اور برا ہوتا..... اگر معاویہ نام میں کوئی قباحت ہوتی تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسے بدل دیتے..... مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بار بار محبت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام سے بلا تے رہے، آواز دیتے رہے، بلا تے رہے اور دعائیں کرتے رہے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا.....

اِذْهَبْ فَاذْعُ عَلَىٰ مُعَاوِيَةَ..... جاؤ اور معاویہ کو بلا لاؤ!

ایک موقع پر فرمایا

يَبْعَثُ اللَّهُ مُعَاوِيَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.....

اللہ معاویہ کو قیامت کے دن اس طرح اٹھائے گا کہ ان پر ایساں کے نور کی چادر ہوگی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ

معاویہ کا تذکرہ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرو۔

حضرت ابن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ

نے معاویہؓ نام کے ساتھ ہی ان کا ذکر خیر فرمایا۔

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا أَمَارَةً مُعَاوِيَةَ

اے لوگو! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت کو برا مت سمجھو!

استنہ عظیم لوگ معاویہ نام کو پسند کر رہے ہیں..... امام الانبیاء صلی اللہ

درجہ افضل ہے۔ (تفسیر الجنان ۱۰)

اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ جو حضرات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اپنے نام کے ساتھ ”خلیفہ راشد حضرت مدنی“ تحریر فرماتے ہیں..... کچھ اپنے آپ کو مرشد عالم کہلانے پر خوش ہوتے ہیں..... کچھ اپنے تصوف اور خانقاہی سلسلہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ راشد یہ کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں!

مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر، عادل و منصف، زاہد و عابد صحابی کی خلافت کو خلافت راشدہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے!

قرآن مجید نے سورۃ حجرات میں (یہ سورۃ ۹ھ کے لگ بھگ اتری ہے) تمام اصحاب رسول کو..... **أُولَئِكَ هُمُ الزَّائِدُونَ** یہی لوگ راشد (ہدایت یافتہ ہیں) کہا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود صحابیت کے منصب جلیل پر فائز تھے اور اس آیت کے مصداق تھے..... سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد تقریباً پچھن ہزار صحابہ کرام نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے! اور اس طرح انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ پر مہر تصدیق ثبت کی ہے! علاوہ ازیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں (سیدنا حسنؓ اور حسینؓ) نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے..... اگر معاویہؓ کی خلافت..... خلافت راشدہ نہ ہوتی تو فالمرہ رضی اللہ عنہا کے جبرگوشے کبھی ان کی بیعت نہ کرتے!

آئیے میں آپ کو سناؤں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خلافت راشدہ کی تعریف کیا کرتے ہیں۔

خلافت راشدہ اس حکومت اور ریاست کو کہتے ہیں جس کا تمام ملکی اور ملی نظام منہاج نبوت پر ہو اور جس میں آنحضرتؐ کی سیاست کے طور پر وہ امور انجام دیئے جائیں جنہیں آنحضرتؐ بحیثیت پیغمبر انجام دیتے رہے۔ مثلاً اقامت دین، اقامت جہاد بدشمنان دین، اقامت حدود شرعیہ، اقامت ارکان اسلام، احیائے علوم دینیہ مثلاً قضاء، افتاء وغیرہ۔

غرض کہ اس حکومت کا نظام ایسا ہو کہ وہ بادشاہت اور سلطنت معصیت نہ ہو یعنی حکومت احکام شریعت کے اجر آ میں اپنی ذمہ داری کو پورا کر دے اور عند اللہ عامی نہ ٹھہرے۔ اور راشدہ کے معنی یہ ہیں کہ توفیق ربانی اور تائید آسمانی اس کو کشاں کشاں رشد و ہدایت اور حق و صواب ہی کی طرف لے جائے اور باطل و جود کی طرف لے جانے سے اس کو روک دے، یہ خلافت راشدہ ہے۔ (خلافت راشدہ ۷)

قرآن مجید نے ایمان والوں سے جو وعدہ خلافت و حکومت فرمایا ہے..... ان شرائط پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک سو ایک فیصد پوری اترتی ہے..... ذرا اس آیت کا ترجمہ سنئے۔

وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح خلافت دی تھی ان سے پہلے لوگوں کو اور مضبوط کر دے گا ان کے لئے ان کے اس دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان کے لئے، اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے لوگ ہی نافرمان ہیں۔

(النور آیہ ۵۵)

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ایک وعدہ فرمایا کہ ایمان دار مائیکین کو زمین میں خلافت و حکومت عطا فرمائے گا۔

دوسرا وعدہ یہ کیا کہ ان کے لئے دین اسلام کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کر کے سب ادیان پر اس کو غلبہ عطا فرمائے گا۔

تیسرا وعدہ فرمایا کہ مسلمانوں کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا اور انہیں دشمنوں کا کوئی خوف نہیں رہے گا۔

چوتھی بات یہ بیان فرمائی کہ ان کی خلافت کے دور میں اللہ کی توحید کا بول بالا ہوگا..... خالص اللہ کی عبادت و پکار ہوگی اور غیر اللہ کی پرستش و شرک کا نظام ختم ہو جائے گا۔

جو لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو..... خلافت راشدہ ماننے سے انکاری ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ غزوہ بنو مصلح کے بعد نازل ہوئی..... یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا..... کچھ حضرات کا خیال ہے ۶ھ کے آخر میں ہوا۔ اس وقت تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے تھے..... اس لئے وہ اس وعدے کا مصداق نہیں ہو سکتے!

اس کا الزامی جواب تو یہ ہے پھر سیدنا حسن رضی اللہ اس آیت کا مصداق کیسے بن گئے..... اس آیت کے نزول کے وقت بعض روایات کی بنا پر وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش غزوہ خیبر کے بعد ۶ھ میں ہوئی۔

ملا باقر مجلسی (شیعہ عالم) نے بھی جلاء العیون ۱/۳۰۷ میں یہی تحریر کیا ہے۔

غزوہ خیبر کے بارے ایک قول یہ بھی ہے کہ ۷ھ میں ہوا۔

ایک روایت کے مطابق سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔

جس قول کو بھی تسلیم کر لیں..... ایک قول یہ کہ نزول آیت کے وقت وہ پیدا بھی نہیں ہوئے..... دوسرا قول یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت ان کی عمر تقریباً دو سال تھی، پھر وہ اس آیت کریمہ کا مصداق کیسے بن گئے..... اگر میدنا حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق ہیں (اور یقیناً ہیں)..... تو پھر میدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس آیت کا یقینی مصداق ہیں!

آئیے اب میں آپ حضرات کو دشمنان معاویہ کے استدلال کا تحقیقی جواب بھی سناؤں..... تمام مفسرین نے سورۃ النور کی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت میں جس خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تمام امت کے لئے ہے..... ابن علیہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت سے تمام امت کی حکومت مسدود ہے..... ابن العربی کا قول ہے آیت کریمہ ساری امت محمدیہ کے حق میں عام ہے کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں!

(دیکھئے تفسیر قرطبی، نسفی، ابن جریر وغیرہ)

کوئی شخص ضد و عناد اور تعصب کی عینک اتار کر..... انصاف اور انانیت کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرے تو اسے یہ حقیقت سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ میدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و حکومت سورۃ النور کی آیہ ۵۵ کی صحیح تصویر اور مثال ہے! ان کی خلافت کے دور میں..... دین اسلام کو استحکام ملا..... دین اسلام کو کفر پر غلبہ نصیب ہوا..... ٹھہری ہوئی فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا..... مختلف علاقے اسلام کے زیر نگین آنے لگے۔

ان کی خلافت کے سنہری زمانے میں آپس کی رنجشیں ختم ہوئیں اختلاف مٹنے لگے..... حالت خوف امن سے بدلنے لگی..... رعایا امن و سکون سے زندگی بسر کرنے لگی..... توحید کا بول بالا ہونے لگا..... شرک و کفر مٹنے

۱..... اللہ ہی کی عبادت و پکار کی جانب لوگوں کا رجحان ہونے لگا۔
 غرض یہ کہ قسراً آن میں مذکور خلافت کی تمام تر خوبیاں اور صفات سیدنا امیر
 معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و حکومت میں پائی جاتی ہیں۔
 پھر ان کی خلافت کو خلافت راشدہ ماننے سے انکار کیوں؟ پھر سیدنا معاویہؓ کو
 خلیفہ راشدہ ماننے سے اعراض کیوں؟..... پھر خلافت راشدہ کا جواب حق چار
 یار کیوں؟

سیدنا معاویہؓ پر بڑا اعتراض بیعت علیؓ سے انکار اور جنگ

مخالفین معاویہؓ..... سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خطا
 اور سب سے بڑا قصور یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ کی بیعت خلافت نہیں کی..... اور خلیفہ وقت کے خلاف لشکر کشی کر کے جرم کے
 مرتکب ہوئے..... مگر ضد و عناد اور حسد و عداوت اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر
 فیصلہ سمجھنے کہ کیا صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
 کی بیعت سے انکاری تھے یا کچھ اور معتبر ترین اصحاب رسول بھی اس ”حسرم“ کے
 مرتکب ہوئے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے انتخاب خلیفہ کے وقت حضرت معاویہؓ یہ شام میں
 تھے..... مگر جو صحابہ مدینہ منورہ میں موجود تھے کیا ان سب نے حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی بیعت کر لی تھی؟

تاریخ و سیرت کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہزاروں صحابہ کرام آپ کو
 نظر آئیں گے جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 کے موقف کے حامی تھے اور ان کے لشکر اور جماعت میں شامل تھے اور انہوں نے
 سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی..... بلکہ جنگ جمل اور

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلاف صفت آ رہے تھے.....
تاریخ کے آئینے میں آپ کو عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ
عنہ اور حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی نظر آئیں گے جنہوں نے مشروط بیعت کی
اور بعد میں اسے توڑ دیا۔

ان کے علاوہ اسامہ بن زید، ابوسعید خدری، زید بن ثابت، محمد بن مسلمہ، حسان
بن ثابت، کعب بن مالک، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر، نعمان بن بشیر، عبد اللہ
بن سلام، رافع بن خدیج، مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) جیسے مشہور و معروف اور
جلیل القدر صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی (الہدایہ والنہایہ ۷/۲۲۷)
ان اسماء گرامی قدر کے آخر میں مؤرخین نے لکھا ہے:

وَعَزَّوْهُمُ امْتَنَالَهُمْ مِنْ أَكْبَارِ الصَّحَابَةِ

یعنی ان جیسے دیگر اکابر صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی تھی!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ أَكْثَرُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَمَّا الْيُتَصَّفُ وَأَمَّا أَقَلُّ أَوْ
أَكْثَرُ لَهُمْ يُبَايَعُوهُ وَلَهُمْ يُبَايَعُوهُ سَعْدُ ابْنُ وَقَّاصٍ وَلَا
ابْنَ عُمَرَ وَلَا عَزَّوْهُمَا۔

(منہاج الیوم صفحہ ۲۳۷ جلد ۲)

بہت سارے مسلمانوں (نصف یا اس سے کم یا زیادہ) نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر اور ان کے علاوہ کئی
دوسرے صحابہ نے بھی بیعت نہیں کی!

مولانا مودودی صاحب (جنہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت علی نہ
کرنے پر سخت تنقید کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کیا ہے) نے مجبوراً یہ بات تسلیم کی ہے..... لکھتے ہیں:

صحابہؓ سے ۱۷ یا ۱۲۰ ایسے بزرگ تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی

..... وہ سب بااثر لوگ تھے ان میں سے ہر ایک ایسا تھا جس

پر ہزاروں مسلمانوں کو اعتماد تھا ان کی علیحدگی نے دلوں میں شک

ڈال دیئے (خلافت و ملوکیت ۱۲۲)

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں مولانا مودودی

صاحب کو مجبوراً یہ تحریر کرنا پڑا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عقیقہ بنانے میں ان لوگوں کی شرکت تھی جو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے

باہر سے آئے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے

جنہوں نے بالفعل جرم قتل کا ارتکاب کیا تھا اور وہ بھی جو قتل کے

محرمات اور اس میں امانت کے مرتکب ہوئے تھے..... اور

ویسے مجموعی طور پر اس فساد کی ذمہ داری ان سب پر عائد ہوتی تھی

..... خلافت کے کام میں ان کی شرکت ایک بہت بڑے فتنے

کی موجب بن گئی۔ (خلافت و ملوکیت ۱۶۳)

سامعین گرامی قدر! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت کے امور میں

قائلین عثمان کی شمولیت اور دخل اندازی ہی کی وجہ سے اکابر صحابہؓ نے بیعت علیؓ سے

گریز کیا..... وہ دیکھتے تھے کہ وہی مالک اشتر، وہی عبداللہ بن سبا، وہی کنانہ بن

بشر وغیرہ جو کل تک قائلین عثمان میں شامل تھے وہ آج حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کے مقربین اور اصحاب ثوری میں شامل ہیں..... یہی وجہ تھی کہ جن اصحاب

رسول نے مشروط بیعت کی تھی وہ سیدنا علیؓ سے بار بار تکرار کے ساتھ مطالبہ کرتے تھے

قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے۔

جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔

جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس سے خوب باخبر ہوں مگر فی الحال یہ لوگ

ہم پر حاوی ہیں اور ہمیں ان پر قابو نہیں ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۰۰ جلد ۳)

میری اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر

بیعت خلافت نہ کرنے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تہمتا نہیں تھے، جنہیں اس بنا پر طعن

و تشبیح کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ ہزاروں دیگر جلیل القدر اصحاب رسول

بھی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔

میری اس گفتگو کا مقصد..... واللہ آپ کو تصویر کے صرف دونوں رخ

دکھانا ہے اور آپ پر یہ بات واضح کرنا ہے کہ بیعت علیؑ سے اعراض کا "جرم" صرف

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ اس میں دیگر بہت سے اصحاب رسول

بھی شامل ہیں..... پھر آج مورد الزام صرف معاویہ کیوں؟

میں یہ حقیقت بھی آج واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر

اصحاب رسول بیعت علیؑ سے انکاری نہیں تھے..... بلکہ ان کا موقف یہ تھا کہ پہلے

قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے پھر ہم بیعت کریں گے..... اور حضرت سیدنا

علی رضی اللہ عنہ کا نیک نیتی سے خیال تھا کہ پہلے بیعت کر کے میرے ہاتھ مضبوط کیے

جائیں پھر قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے..... دونوں طرف صحابہ ہیں

..... دونوں مجتہد ہیں..... دونوں کو اپنے اپنے اجتہاد پر اصرار ملے گا.....

..... اجتہاد درست ہوا تو دو مٹنا اجر ملے گا..... اور اگر اجتہاد درست نہ ہوا تو پھر

بھی اکہرا اجر ملے گا..... وہ تو ہر لحاظ سے اجر و ثواب کے حق دار ہیں..... ہم کون

ہوتے ہیں کسی کو صحیح اور کسی کو غلط کہنے والے؟..... ہم کون ہوتے ہیں ایک کو حق پر

اور دوسرے کو باطل پر کہنے والے..... ان کو ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کا حق تھا..... مگر میں ان سے اختلاف کرنے کا حق قطعاً حاصل نہیں ہے..... ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بالکل اسی طرح برحق مانتے ہیں جس طرح سیدنا ابو بکر و عمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے ہیں..... یقین جاسئے ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت راشدہ ہی کا حصہ سمجھتے ہیں..... ہاں جن جلیل اللہ صحابہ کرام نے ان سے اس سلسلہ میں اختلاف کیا انہیں اس کا پورا پورا حق حاصل تھا..... اور اس وجہ سے ان پر طعن و تشنیع اور الزام تراشی کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا!

سیدنا علیؑ سے جنگ اور اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس لئے قابلِ ملامت ہیں کہ انہوں نے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کی اور مقابلے میں آئے..... تو میں کہوں گا کہ یہ ”حرم“ بھی صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد نہیں ہوا.....

بلکہ ام المومنین صدیقہ کائنات، حبیبہ حبیب اللہ، مریم اسلام، محسنہ ملت، عقیقہ عالم، سیدہ عائشہ صدیقہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بھی ایک عظیم لشکر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آرا ہوئیں تھیں..... مگر کوئی اہلسنت کہلانے والا اس بات پر ام المومنینؑ کو باغیہ اور فساد کی بانی کہنے کی جرات نہیں کرتا اور ان سے نفرت کا اظہار نہیں کرتا..... ان پر تنقید نہیں کرتا..... انہیں مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک نجی محفل میں پوچھا تھا..... کہ شاہ جی جس وقت حضرت علیؑ اور ام المومنینؑ کے لشکروں کے مابین لڑائی ہوئی..... اگر آپ اس وقت ہوتے تو اپنے بابا سیدنا علیؑ کا ساتھ دیتے..... یا اپنی ماں سیدہ عائشہؑ کے ہمراہ ہوتے.....؟

امیر شریعتؒ نے فرمایا! اگر میں اس وقت ہوتا تو جنگ ہونے بھی نہ دیتا
..... میں اپنے بابا علیؑ کا ہاتھ پکڑ لیتا اور کہتا..... فاتح غیبیہ جیسے بہادروں کا
کام نہیں عورتوں سے لڑنا..... اگر وہ میری بات نہ مانتے تو پھر میں کہتا.....
فرمانبرداریٹوں کو زیب نہیں دیتا ماں سے لڑنا۔

(یہ بات مجھ تک امیر شریعتؒ کے ساتھی شیخ عبدالعزیز صاحب کے ذریعہ
پہنچی)..... میں کہہ رہا تھا کہ جو کام ام المؤمنینؑ نے کیا..... وہی کام سیدنا
معاویہ رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوا..... مگر آج مورد الزام صرف امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ کو ٹھہرایا جاتا ہے..... آخر کیوں؟

سادہ لوح اہل سنت جو دشمنان اصحاب رسول کے زہریلے بدو پیچھے سے
متاثر ہیں..... اور جو تاریخ کی تاریکیوں میں گم گشتہ راہ ہیں..... بڑے بڑے
مفسرین اسلام، مکھی پہ مکھی مارنے کے عادی و اعظمن..... تاریخی معلوم سے
ناابلد مقررین..... مطالعہ سے عاری خطباء..... میدان معاویہ رضی اللہ عنہ کے
اس ”جرم“ کو بنیاد بنا کر طعن و تشنیع اور تنقید کی پٹاری کھول لیتے ہیں! آخر کیوں؟

سامعین گرامی قدر! اصل حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی تاریخ..... بنو عباس
کے دور میں مرتب ہوئی..... اور بنو عباس بنو امیہ کا تختہ الٹ کر برسر اقتدار آئے
تھے..... انہوں نے بنو امیہ کی تمام تر خوبیوں اور محاسن اور اسلام کے لئے ان کی
لازوال خدمات..... اور فتوحات کی فسر اموش کر دیا..... اور بنو امیہ کی
خامیوں اور کمزوریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا..... یہ سب کچھ منافقین کی شہہ اور
آرزو پہ ہوا۔

بعد میں آنے والے لوگوں نے تاریخ کو وحی کا درجہ دیکر..... بغیر ہر کھے
جھوٹے، مجھول اور وضاع راویوں پر اندھا اعتماد کر کے ان روایات کو گلے کا ہار بنالیا

اور بنو امیہ اور اس خاندان کے افراد کو بدنام کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے.....
 جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کلمہ پڑھنے والے افراد کے دل و دماغ میں جو اہمیت بنو ہاشم
 کی ہے وہ اہمیت بنو امیہ کی نہیں ہے..... جو قدر و منزلت عام لوگوں کے ہاں بنو
 ہاشم کی ہے وہ قدر و منزلت بنو امیہ کی نہیں..... بعض بد بخت تو ایسے ہیں جو بنو
 امیہ سے بغض رکھنا ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں..... بنو امیہ کا نام آئے تو ان کے
 ماتھے پر ابھرنے والی شکنیں گئی نہیں جاسکتیں..... ان بد بختوں کے چہرے بنو
 امیہ کا نام سن کر مرجھا جاتے ہیں اور آنکھوں کی روشنی مدہم پڑ جاتی ہے

حالانکہ ضد و عناد اور تعصب کی عینک اتار کر انابت و صداقت کی نظیر سے
 دیکھیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر امام الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک..... اسلام اور اہل اسلام کے لئے بنو
 امیہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں!

کیا کوئی ذی ہوش اور صاحب مطالعہ آدمی اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ
 مکہ مکرمہ کی زندگی میں..... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں ایذا
 پہنچانے میں زیادہ ہاتھ کس کا تھا؟ بنو ہاشم کا یا بنو امیہ کا؟..... اسلام اور ہائی اسلام
 کاسب سے بڑا دشمن ابو جہل کس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا؟..... ابو لہب جو نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ہے.....
 اس کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟..... اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بنو امیہ کے
 سردار ابوسفیان کا گھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائے پناہ بننا تھا۔
 مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

جب بھی آوارہ لڑکے مکہ کی گلیوں میں آپ کو ایذا پہنچاتے تو اس
 وقت آپ ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیتے تھے وہ آپ کو عزت

واحترام کے ہاتھ بٹھا دیا کرتے تھے اور ابوسفیان اُن اشہر اور کو
ڈانٹ کر بھگا دیا کرتے تھے، اکثر اوقات دارابی سفیان آپ کے
لئے دارالامان ثابت ہوا (خطبات بہادری ص: ۳۰۴)

ایک اور واقعہ سنیے اور فیصلہ کیجئے کہ بعثت کے ابتدائی دور میں نبی اسلام صلی
اللہ علیہ وسلم کو دکھ اور تکلیف کس نے پہنچائی؟ اور راحت و سکون کا سبب کون بنا؟
مکہ مکرمہ میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے
تھے..... ایک دن بنو ہاشم کے سردار ابو جہل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو اس
وقت کم عمر بچی تھیں..... ایک تھڑ مارا..... فاطمہ روتی ہوئی بابا کی خدمت
میں آئیں اور ابو جہل کے اس ظالمہ روئے کی شکایت کی..... آپ نے اپنی
لخت جگر کی بات کو سنا تو مددے اور مظلومیت کے احساس سے آنکھیں ڈب ڈبائیں
..... کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا..... فاطمہ بیٹی! یہ بات اپنے چچا ابوسفیان کو
بتاؤ..... چنانچہ ابوسفیان سیدہ کی بات سن کی اور سیدہ کی مصوم آنکھوں میں
آنسوؤں کی لڑی دیکھ کر پریشان اور غم زدہ ہو گئے..... پھر اپنی جگہ سے اٹھے
سیدہ کو دلا سہ دیا..... فاطمہ کو ساتھ لیا اور ابو جہل کے ہاں پہنچے..... فاطمہ سے
کہا بیٹی ابو جہل کے چہرے پر پوری طاقت سے تھپڑ رسید کرو اور اپنا بدلہ چکا
لو..... ابو جہل غصے میں لال پیلا ہو گیا، مگر ابوسفیان کی آنکھوں میں غضب کی
چنگاریاں دیکھ کر خاموش ہو گیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے واپس آ کر خوشی خوشی نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قصہ سنایا..... آپ بے حد خوش اور مسرور ہوئے اور
مبارک ہاتھ دربار الہی میں اٹھا کر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَلَسَّاهَا لَا يَاجِ سَفِيَّانَ

اے میرے مولا! ابوسفیان کے اس نیک سلوک کو فراموش نہ کرنا۔

کچھ علماء نے کہا ہے کہ ابوسفیان کا اسلام اور ایمان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ہے

(سیرت نبویہ از سید احمد زینی نقوش رسول نمبر مضمون ڈاکٹر حمید اللہ)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بڑے داماد ابوالعاص کو غزوہ بدر کے بعد فرمایا کہ میری بیٹی زینب کو مدینے بھیج دو..... ابوالعاص نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سیدہ "زینب" کو روانہ کر دیا..... چند شہزادوں کو گمراہی کے خطرے سے بچانے کے لیے..... سیدہ "زینب" کو زخمی کر دیا..... ابوسفیان کو جب اس زیادتی کی اطلاع ملی..... فوراً موقع پر پہنچے..... سیدہ "زینب" کو واپس مکہ مکرمہ لائے اور جب وہ صحت مند ہو گئیں تو عورت و آبرو کے ساتھ انہیں مدینہ منورہ روانہ کیا!

علاوہ ازیں انصاف و عدل کی نظر سے دیکھئے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں کی شادیاں بنو امیہ کے گھرانوں میں کی تھیں اور صرف ایک بیٹی..... سیدہ فاطمہؓ کی شادی بنو ہاشم قبیلے سے تعلق رکھنے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی! آپؐ نے اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص سے کی تھی جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو بنو امیہ قبیلے کے ممتاز افراد میں سے ایک تھے!

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا..... تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے..... رفیقہ حیات کی جدائی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ دامادی کا ختم ہو جانا ان کے لئے سوا ہاں روح بن گیا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عثمانؓ! جبریل امین اللہ رب العزت کا پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح تیرے ساتھ کروں۔

اتفاق سے کچھ مدت کے بعد ام کلثوم کا انتقال ہو گیا..... تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا..... اسے اہل تشیع کا کتاب شرح نہج البلاغہ ابن ابی ہدیہ سے سنئے۔

رَوَّجَتْهُ ابْنَتَانِ وَلَوْ أَنَّ عِنْدِي ثَالِثَةٌ لَفَعَلْتُ قَالَ
وَلِذَلِكَ سُمِّيَ ذَوِ النُّورَيْنِ -

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی ہدیہ صفحہ ۴۶۲ جلد ۳)

میں نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی عثمانؓ سے کی ہے اگر میری کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی تو اسے بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔
(چونکہ عثمان کے نکاح میں آپ کے دو بیٹیاں تھیں) اس لئے عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں!

سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دہرے داماد بنی ہونے کی وجہ سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بلوہ کے دور میں حضرت عثمان سے کہا:
وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحَبْنَا وَمَا ابْنُ
أَبِي قُحَافَةٍ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ أَوْلَى بِعَمَلٍ مِنْكَ وَأَنْتَ
أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ وَنِلْتَ مِنْ صَهْرِهِ مَا لَمْ يَنْتَلِ -

(نہج البلاغہ ص ۲۳۴ خطبہ ۱۶۴)

جو کچھ ہم نے دیکھا (عثمان) تم نے وہی کچھ دیکھا جو کچھ ہم نے سنا تم نے بھی وہی کچھ سنا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہم رہے ویسے ہی تم بھی رہے..... سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ عمل حق میں تجھ سے بڑھ کر نہیں..... تم رشتے میں نبی اکرمؐ کے زیادہ قریب ہو اور دامادی نبی میں تم اس مرتبے کو پہنچے ہوئے ہو جس مرتبے تک وہ دونوں نہیں پہنچے!

سامعین گرامی قدر! تجربے اور مشاہدے کی بات ہے..... اور ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ سسر اور داماد کا رشتہ انتہائی نازک رشتہ ہوتا ہے..... اگر انسان کی بیٹی داماد کے گھر میں تنگ ہو..... اس کی زندگی اجیرن ہو..... وہ خون کے آنسو روتی ہو اور ہر روز مرتی ہو..... دکھ اٹھاتی ہو اور غم کھاتی ہو اور سکھ کے سانس نہ لیتی ہو..... پھر غم پر غم کھا کر مر جائے تو کوئی شخص بھی اپنی دوسری بیٹی ایسے داماد کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا دوسری بیٹی..... اور پھر کہے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو تیرے نکاح میں دیتا چلا جاتا..... یہ بات وہی سسر کہتا ہے جس کا سینہ داماد نے ٹھنڈا کیا ہو..... معلوم ہوتا ہے سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے داماد ہونے کی حیثیت سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا گلجہ اور سینہ اتنا ٹھنڈا کیا تھا کہ آپ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں اور یکے بادیہ گرفت ہوتی جاتیں تو میں تیرے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر بنو امیہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں ناپندیدہ قبیلہ ہوتا تو آپ اپنی تین بیٹیاں اس قبیلے میں بیاہ کر نہ دیتے!

آئیے حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ بنو امیہ کی اسلام کے لئے کتنی خدمات اور قربانیاں ہیں۔

مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو بیٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا..... وہ بد بخت کنویں کا پانی فسروخت کرتا اور مسلمانوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔

ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر اسے عام لوگوں کے لئے وقف کر دے..... جو ایسا کرے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں..... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کی تعمیل کے لئے کون اٹھا تھا؟..... بنو امیہ کا ایک فرد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔

آگے سنئے..... مسجد نبوی کی جگہ تنگ پڑ گئی آپ نے اعلان فرمایا..... کون ہے جو مسجد نبوی کے ساتھ والی جگہ خرید کر وقف کرے تاکہ مسجد نبوی فراخ ہو جائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے کون اٹھا تھا؟ بنو امیہ کا یا ایک جو ان سیدنا عثمانؓ۔

میں کہاں تک بنو امیہ کی خدمات اور عظمتیں گنتاؤں..... فتح مکہ کے دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... جو شخص اللہ کے گھر میں آجائے گا اسے امن ہے..... پھر فرمایا

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ (مسلم باب فتح مکہ)

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا امن پا جائے گا.....

میں کہتا ہوں مکہ مکرمہ میں دوسرے قبیلوں کے لوگوں کے گھر بھی موجود تھے..... ہاشمیوں کے گھر بھی تھے..... حضرت عباسؓ کا گھر، حضرت علیؓ اور ان کے بھائیوں کے گھر..... مگر کسی کے گھر کو دارالامن قرار نہیں دیا..... دارالامن اگر کسی کے گھر کو قرار دیا تو بنو امیہ کے سردار ابوسفیان کے گھر کو قرار دیا!

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

ابوسفیان کے گھر کو دارالامن اس لئے قرار دیا گیا کیونکہ یہ گھر مکہ کی دور
میں آپ کے لئے امن کی جگہ بننا تھا۔ (الاصابہ ۲ ص ۱۷۹)
خبر ان فتح ہوا تو آپ نے خبر ان کا پہلا گورنر بنو امیہ کے ایک سردار
ابوسفیان کو بنایا اور فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ کا گورنر بنو امیہ کے ایک
نوجوان عتاب بن اسید کو مقرر فرمایا۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۳۳۶ جلد ۵، الاصابہ صفحہ ۵۱ جلد ۳)

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بنو امیہ قبیلے کے افسر ادنیٰ اسلام کے
لئے خدمات ناقابل فراموش ہیں..... اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو امیہ کے
افراد پر مکمل اعتماد تھا..... اور یہ قبیلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب قبیلہ تھا
..... جس قبیلے میں آپ نے تین بیٹیوں کی شادیاں کیں تھیں!

سامعین محترم! میں بیان کر رہا تھا کہ مؤرخین نے بنو عباس کے دور میں
تاریخ مرتب کی..... بنو عباس چونکہ بنو امیہ کے مخالف تھے..... اس لئے
انہوں نے بنو امیہ..... اور بنو امیہ کے افراد کی کردار کشی کرنے میں کوئی کسر اٹھا
نہیں رکھی..... بنو امیہ کے محاسن اور خوبیاں بھلا دی گئیں اور ان کی خامیاں مرج
مسالہ لگا کر..... اور بڑا چڑہا کر بیان کی گئیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے..... اس
لئے ان کی کردار کشی کرنے میں اور ان کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھانے میں منظم
طریقے سے تحریک چلائی گئی!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنگ
کے باعث ان کی کفار سے لڑی جانے والی بیسویں لڑائیوں کو فراموش کر دیا گیا

.....صرف جنگ صفین کو بنیاد بنا کر ان کی عظمت، وقار، علم و علم، فہم و فراست، دانشمندی، اسلام دوستی اور دین کی خدمات سے دانستہ آنکھیں بند کر لی گئیں۔

ان کی صحابیت، نہایت وحی، پہلے اسلامی بحری بیڑے کا موجد ہونا، اور پہلے بحری لشکر کا قائد اور سالار ہونا..... ان سب فضائل و مناقب کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کے ساتھ مؤرخین کی بے رخی، بے انصافی، ظلم و زیادتی اور غصہ و ناراضی کا واحد سبب یہ ہے کہ ان کو جس عظیم المرتبت اور بزرگ ہستی سے اختلاف کی مجبوری پیش آئی وہ امیر المومنین، ظلیفہ رابع، داماد نبی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدر ہے!

اور یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ذاتی شرف، کمالات اور فضائل و مناقب کے اعتبار سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہر حال فوقیت رکھتے ہیں!

یقین جانئے! کہ جو عظمت و مقام اور امتیازی شان قسام ازل کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھی ان کی برابری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک بھی بھی نہیں کر سکتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہت اونچے تھے..... بہت رفیع المرتبہ..... بہت بلند شان..... بہت ذی اکرام..... بہت عظیم، اعلیٰ، برتر، بالا قدر..... السابقون الاولون میں ان کا شمار ہوتا ہے..... ان کی عظمتوں پر اور ان کی رفعتوں پر فلک ہشتم بھی رشک کرتا ہو گا..... وہ امام الایماء صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب داماد اور چچا زاد بھائی تھے..... وہ ہر احد کے غازی تھے..... خندق کے ہیرو اور یمن کے قاضی تھے..... عسلم و سلم کا دریا..... شرافت و سخاوت کی کان..... فہم و فراست کے مخزن..... وہ اس

وقت دامن اسلام سے وابستہ ہوئے جب اسلام قبول کرنے کی سزا موت تھی.....
 وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین ساتھیوں میں سے تھے..... مہاجرین کے
 عظیم گروہ میں شامل تھے..... کہاں علیؑ اور کہاں معاویہؓ؟ دونوں کا کوئی
 تقابل ہی نہیں..... کہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو مفلسی، ناتوانی، کمپرسی،
 غربت، دکھ، مصائب اور مظلومیت کے وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور
 جانثار..... اور کہاں سیدنا معاویہ جو قوت و طاقت مل جانے کے بعد ساتھی بنے۔

اسی لئے امت کی نگاہوں میں جو مقام و مرتبہ..... جو عزت و عظمت اور
 راسخ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے..... اور امام الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج و امداد ہونے کے باعث جو رغبت و محبت اور عقیدت و تعلق
 امت محمدیہ کے افراد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے وہ کسی طرح بھی حضرت
 معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

مگر یہ حقیقت بھی اعظم من الشمس ہے..... اور اس حقیقت سے بھی انکار
 ممکن نہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عظمت و رفعت کے اونچے درجے پر فائز
 ہیں..... وہ نہ صرف یہ کہ صحابی رسول ہیں بلکہ کاتب وحی کے مرتبے کے حامل
 ہیں..... اسلام کے محسن اور خال المؤمنین ہیں..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی کئی دعاؤں کے مصداق ہیں..... صاحب تدبیر و فراست ہیں.....
 امام عادل و برحق ہیں اور امیر المؤمنین ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی معمولی شخصیت نہیں کہ ان کے خلاف بے دریغ
 زبان چلائی جائے..... ان کی کردار کشی کے لئے مہم چلائی جائے..... ان
 کے خلاف طعن و تشنیع اور تنقید کی پٹاری کھول لی جائے..... تاریخ کی تاریکیوں
 میں گم ہو کر ان پر زبان طعن دراز کی جائے.....

معاویہؓ کوئی عام اور معمولی درجے کی شخصیت نہیں..... بلکہ معاویہؓ کے علم و حلم..... فہم و فراست..... تدبیر و تقہ..... سیاسی بصیرت..... انتظامی قابلیت..... عسکری مہارت..... مالی ہمتی..... دین کے لئے ایثار و قربانی..... اور ان کی سردہ ہونے والی حرارت عمل نے انہیں اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت کی صف اول میں لاکھڑا کیا ہے۔

میری اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہؓ رضی اللہ عنہ دونوں شخصیتیں عظیم اور بلند مرتبہ ہیں اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ بہر حال حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ سے مرتبے اور مقام میں بلند ہیں..... تو پھر ہم پر لازم ہے کہ دونوں کا یکساں احترام کریں..... ان میں سے کسی پر بھی زبان طعن دراز نہ کریں..... اور ان دونوں کو تنقید و تفتیش سے ہالا نہ سمجھیں۔

آخر ہماری حیثیت کیا ہے؟ کہ تقریباً چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک کو برحق اور دوسرے کو مجرم ثابت کرنے کے لئے عدالت سجا لیں..... اور تاریخی واقعات اور حوالہ جات کو صحیفہ آسمانی تصور کر لیں۔

سامعین گرامی! یاد رکھیے اور میری بات کو دل کی چٹخی پر لکھ لیجئے کہ اگر مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ ہو..... تو بلا شک و شبہ یہ حق و باطل کا معرکہ ہوگا اور یہ کفر و اسلام کی جنگ ہوگی

لیکن دو مسلمان جماعتوں کے درمیان منافقین کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کی وجہ سے تصادم ہو جائے تو یہ معرکہ حق و باطل کا معرکہ نہیں ہوگا..... اور یہ تصادم کفر و اسلام کا تصادم نہیں ہوگا۔

دونوں طرف یکساں وزن کے لوگ ہوں..... یا افضل و مضبوط

مقابلہ ہو کسی صورت میں بھی یہ لڑائی اور یہ جنگ حق و باطل اور کفر و اسلام کا معیار نہیں بن سکتی..... مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ممکن ہے کہ دونوں جماعتیں عند اللہ برحق ہوں..... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت حق پر ہو اور دوسری جماعت آحق پر ہو..... لیکن جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد دونوں جماعتیں مسلمان اور مومن رہیں گی۔

قرآن مجید اس پر شاہد اور گواہ ہے

وَاِنْ كَانَتْ اِثْنَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَقْتَتَلُوْا قَاَصِلِحُوْا

بَيْنَهُمَا ()

اور اگر اہل ایمان کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو دونوں میں صلح کرادو اس آیت میں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے لفظ پر غور فرمائیے..... آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ دو ایمان دار جماعتوں میں بھی جنگ ہو سکتی ہے..... اور اس جنگ اور باہمی لڑائی کے باوجود دونوں مسلمان اور مومن ہی رہیں گے۔

ایمان معاویہؓ بزبان علیؓ آئیے ذرا دیکھیں کہ جس بنا پر سیدنا معاویہ

رضی اللہ عنہ کو مطعون کیا جاتا ہے..... اور جس وجہ سے ان پر تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کی تھی، تو ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیتے ہیں..... کہ اے داماد نبی! آپ ہی بتلائیے..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے باوجود آپ کا نظریہ اور آپ کا خیال ان کے بارے میں کیا ہے؟..... کیا آپ ان کو مسلمان اور ایمان دار جانتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے اور اعلان کے بعد کسی مسلمان کہلانے والے کو..... اور کسی محب علی کو یہ ذریعہ نہیں دیتا کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف

بغض و حسد اپنے سینے میں پالے اور ان کے ایمان و اخلاص میں شک کرے
..... اور ان کی خدمات کے بارے میں کسی شبہ میں مبتلا ہو!

آئیے میں آپ حضرات کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور اعلان سنا رہوں:
جنگ صفین کے بعد کچھ بد بختوں نے اہل شام اور امیر شام سیدنا معاویہ رضی
اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مراسلہ اپنے زیر
حکومت علاقہ کے لوگوں کو روانہ فرمایا..... جس میں تحریر فرمایا:

وَكَانَ بَدَأَ أَفْرُقًا..... ہمارے معاملے کی ابتدا اس طرح
ہوئی کہ اِنِ التَّحْقِيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ
..... ہمارا اور اہل شام (یعنی معاویہؓ) کا مقابلہ ہوا.....
وَالظَّاهِرُ إِنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَكَيْبَتَنَا وَاحِدٌ وَدَعَاؤُنَا فِي
الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ۔

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ہے..... ہمارا اور ان
کا نبی بھی ایک ہے..... ہماری اور ان کی دعوت بھی ایک ہے
لَا تَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللهِ وَالتَّضْيِيقِ بِرَسُولِهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْتَزِيدُونَكَ

اللہ رب العزت کے ساتھ ایمان لانے میں اور اللہ کے رسول کی تصدیق
کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں

وَالْأَمْرُ وَاحِدٌ لَا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دِمِ عُمَانٍ وَنَحْنُ
مِنْهُ بَرَاءٌ

نہج البلاغت خلاصہ ۵۸ ص ۴۳۸

ہمارا اور ان کا دینی معاملہ ایک جیسا ہے صرف خون عثمان کے بارے میں
ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا ہے حالانکہ ہم خون عثمان سے بری ہیں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی کو آپ نے
منا..... ذرا اس پر غور و فکر فرمائیے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹا ایمان دار اور مخلص
مسلمان سمجھ رہے ہیں..... بلکہ ان کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے
ہیں..... مگر افسوس اور تعجب ہے کہ آج سیدنا علیؑ کی محبت کا دم بھرنے والا امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر، منافق، فاسق، فاجر، باغی اور نہ جانے کیا کچھ کہتا اور لکھتا رہتا
ہے!

کیا معاویہؓ پر تبرا کرنے والے نادان نے کبھی یہ غور نہیں کیا کہ جو فتویٰ
معاویہؓ پر چپاں کیا جائے گا..... اور جو گالی معاویہؓ کو دی جائے گی..... اور
ایمان و اخلاص کے معاملے میں جو الزام معاویہؓ پر عائد کیا جائے گا..... اس کی
زد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئیں گے..... کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے
حضرت معاویہؓ کے ایمان کو اپنے ایمان جیسا قرار دیا ہے..... اور سیدنا معاویہؓ
کے ایمان و اسلام کی شہادت دی ہے۔

معاویہؓ میرے بھائی ہیں | سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان مقدس سے
ایک گواہی مزید پیش کرنا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سماعت فرمائیے حضرت سیدنا علی رضی
اللہ عنہ سے جنگ صفین کے موقع پر پوچھا گیا کہ جو لوگ آپ کے مقابلے میں آئے
ہیں

أَمْشِرُ كَوْنَهُمْ..... کیا وہ مشرک ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وَهْ مُشْرِكٌ هُمْ.....

پوچھنے والے نے کہا:

أَمَّنَا فِقُونَ هُمْ..... تو کیا وہ منافق ہیں.....

حضرت علیؑ نے فرمایا:

لا وہ منافق بھی نہیں ہیں.....

پوچھنے والے نے کہا:

پھر آپ کی نگاہوں میں ان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُمْ إِخْوَانُنَا بَعَوَا عَلَيْنَا (منصف ابن ابی شیبہ ص ۴ ص ۱۰۱۳)

وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف زیادتی کی ہے!

آپ تاریخ و سیرت اور احادیث کی کتب اٹھائیں اور پڑھیں..... آپ

کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ جو لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے

قیدی بن کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان میں سے کسی کا انتقال

ہو گیا..... تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں غسل دیا جائے اور کفنا یا

جائے..... پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ دونوں لشکروں کے مقتولین

کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قَتَلْنَا وَقَتَّلَا هُمْ فِي الْجَنَّةِ (منصف ابن ابی شیبہ ص ۴ ص ۱۰۳۶)

ہمارے لشکر کے مقتول اور معاویہ کے لشکر کے مقتول سب جنت میں

جائیں گے۔

ان حوالہ جات سے..... اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے

یہ بات وز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر میں شامل افراد کو نہ مشرک سمجھتے تھے..... نہ کافر
 جانتے تھے..... اور نہ ہی منافق کہتے تھے..... بلکہ وہ ان کو اپنا دینی بھائی
 سمجھتے تھے اور ان کو اپنے بیٹا مومن مسلمان تسلیم کرتے تھے!

تصویر کا دوسرا رخ | آئیے اب میں آپ کو تصویر کا دوسرا رخ دکھاتا ہوں

کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ اختلاف کے باوجود ان کا کتنا
 احترام کرتے تھے اور ان کے بارے میں کس قدر حسن ظن رکھتے تھے

تاریخ اسلام کے اوراق میں آپ کو نظر آئے گا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ
 اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ جاری ہے..... منافقین کی
 شرارتوں، خباثتوں اور کارستانیوں کے نتیجے میں گھمان کا دن پڑ رہا ہے..... کہ
 اس دوران قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کا خطرناک
 منصوبہ بنایا..... اس کا خیال تھا کہ مسلمان آپس میں دست و گریبان ہیں اور
 مجھے اس سے زیادہ مناسب موقع پھر کبھی میسر نہیں آئے گا۔

اس نے سوچا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اندرونی طور پر سخت مشکل
 میں ہیں..... ان کی حضرت معاویہؓ سے ٹھنی ہوئی ہے..... میرے اس
 اقدام سے معاویہؓ بھی خوش ہوں گے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے خطرناک اور زہریلے عوام کی اطلاع ملی تو
 بے حد پریشان ہوئے..... کیونکہ بیک وقت دو محاذوں پر جنگ
 لڑنا..... اور دو محاذوں پر جنگ کا جاری رکھنا ان کے لئے بہت دشوار اور مشکل تھا
 مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس پریشانی اور اضطراب کو عیدنا معاویہ رضی اللہ
 عنہ کی لگا کر نئے دور کر دیا۔

قیصر روم کے اس ارادے کی اطلاع جب حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو ہوئی

..... تو وہ بے چین ہو گئے اور اسی وقت ایک خط قیصر روم کے نام تحریر فرمایا جس کے ذریعے انہوں نے قیصر روم کی غلط فہمیوں کو اس خوبصورتی کیساتھ دور کیا کہ خط لکھنے کا حق ادا کر دیا..... خط کیا تھا؟ ایک موثر ہتھیار تھا، پر مغز، موثر اور جلال سے بھرپور..... رعب و دہشت کا بحکمہ جسے پڑھ کر قیصر روم کے حواس اڑ گئے اور اوسان خطا ہو گئے..... قیصر روم پر ایسی دہشت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے! امیر معاویہؓ کے خط کا مضمون اور طرز تحریر کس قدر ایمان افروز اور کفر سوز ہے یہ ایک الگ حقیقت ہے..... مگر خط کی ابتدا میں آپ نے جس تلخ و تیز اور رعب دار اور جلال سے بھرپور لہجے میں قیصر روم کو مخاطب کیا ہے وہ انداز اپنی جگہ اَشَدِّ اَعْلَى الْكُفَّارِ کی عملی تصویر ہے

خط کے آغاز میں تحریر فرمایا:

وَاللّٰهُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُ وَلَمْ تَرْجِعْ اِلَى بِلَادِكَ يَا لَعِيْنُ

اے لعنی انسان مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے شہروں کی طرف واپس ہٹ نہ گیا..... تو کان کھول کر سن!

لَا ضِلْعَ اَنَا وَابْنِ عَمِّيْ عَلَيْكَ۔

پھر میں اور میرے چچا زاد بھائی تیرے خلاف صلح کر لیں گے۔

وَالْاٰخِرُ جَنَّتْكَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِكَ وَلَا ضِيْقَنَّ عَلَيْكَ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔

پھر تجھے تیرے ملک سے نکال دیں گے اور زمین باوجود وسعت کے
تم پر تنگ کر دیں گے

فَعِنْدَ ذٰلِكَ خَافَ مَلِكُ الرُّومِ وَانْكَفَّ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۱۹ جلد ۸)

چنانچہ قیصر روم اس خط سے ڈر گیا اور اپنے ارادے سے رک گیا۔
سامعین گرامی قدر! اس سلسلہ میں..... میں ایک اور واقعہ آپ کے
سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور پھر فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں کہ سیدنا معاویہؓ حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے باوجود ان کا کس قدر احترام کرتے تھے؟

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے.....
اور یہ خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ رونے لگے (حالانکہ اس وقت امیر
معاویہؓ خود بھی شدید زخمی تھے)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر غمگین اور پریشان دیکھ کر ان کی اہلیہ محترمہ
نے کہا..... أَتَبْكِيهِ وَقَدْ قَاتَلْتَهُ..... آج آپ ان کو رو رہے ہیں
حالانکہ زندگی میں آپ ان سے لڑ چکے ہیں؟

حضرت معاویہؓ نے اہلیہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا
وَيَحْتَكِ إِيَّاكَ لَا تَذَرِينَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ
وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ (البدایہ والنہایہ ۸ ص ۱۳۰)

افسوس ہے تم پر..... تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے
علم و فضل اور تفقہ سے محروم ہو گئے!

اس سلسلہ میں ایک بات مزید آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد..... ان کا
ایک عزیز ترین شاگرد اور ساتھی ضرار صدائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں پہنچا..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ تم سیدنا علیؓ
کے ہاں رہے ہو..... تم انہیں قریب سے دیکھا ہے..... ان کے کچھ

اوصاف و صفات ہمیں بھی بتاؤ۔

ضرار صدائی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا:

رَحِمَ اللَّهُ عَلِيًّا كَانَ وَاللَّهِ ظَوِيلُ السَّهَادِ قَلِيلُ الرَّقَادِ
يُثَلُّوا كِتَابَ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ۔

اللہ رب العزت سیدنا علیؑ پر رحم فرمائے اللہ گواہ ہے وہ بہت زیادہ
جاگنے والے بہت کم سونے والے اور دن رات کے اکثر حصے
میں قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف سن کر امیر معاویہؓ رونے لگ گئے
..... آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو گئی اور ضرار صدائی سے کہنے لگے:

حَسْبُكَ يَا صَرَّازُ كَذَلِكَ كَانَ وَاللَّهِ عَلِيٌّ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا
الْحُسَيْنِ۔ (الاستيعاب مع الاصابہ ۳ ص ۳۴ حلیۃ الابرار ص ۳۳۸)

ضرار بس کرو اللہ کی قسم علیؑ ایسے ہی تھے اللہ ابوالحسن (علیؑ) پر رحم کرے!

ان تمام حوالہ جات سے اور ان تمام واقعات سے یہ حقیقت روز
روشن کر طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
مابین اختلاف کفر و اسلام اور حق و باطل کا اختلاف نہیں تھا۔

بلکہ شہزادی عناصر اور منافقین نے، دونوں لشکروں میں شامل ہو کر
ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائیں تھیں جنہوں نے بعد
میں جا کر جنگ کی صورت اختیار کر لی۔

مگر باوجود اس جنگ کے اور باوجود اس لڑائی کے وہ ایک
دوسرے کو مومن اور مسلمان سمجھتے تھے ایک دوسرے کے مقتولین کو
جنتی جانتے تھے ان کے کفن دفن کا انتظام کرتے تھے دشمنان

اسلام کے خلاف متحد تھے..... اور قرآنی ارشاد رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے مصداق آپس میں بھائی بھائی تھے۔

وہ ایمان و اسلام کے معاملے میں اپنے آپ کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتے تھے..... وہ سب ایک اِلٰہ کے ماننے والے اور ایک رسول کے امتی و نام لیوا تھے..... وہ سب ایک ہی دین یعنی دین اسلام کے داعی تھے..... وہ سب کفر سے نفرت کرنے والے تھے۔

ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے بغض نہیں تھا..... عداوت نہیں تھا..... بلکہ وہ بھائی بھائی تھے..... وہ ایک دوسرے کے اوصاف بن کر روتے اور ان کے اوصاف کی شہادت دیتے تھے!

ان تمام امور کی وضاحت کے بعد بھی..... اگر کوئی شریف آدمی یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے..... تو کیا وہ حقائق و شواہد کی تکذیب نہیں کر رہا؟ یقیناً ایسے نظریہ اور خیال والا شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حب دار نہیں ہو سکتا!

(وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ)

چھی تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرة)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین محترم! گذشتہ خطبہ میں..... بڑی تفصیل کے ساتھ میں نے امیر
المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیا تھا

اعتراف یہ تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نہ صرف یہ کہ بیعت نہیں کی..... بلکہ ان کے خلاف صف آرا ہوئے..... مجھے امید ہے کہ میرے تفصیلی جواب کو سن کر آپ حضرات کی کھٹی اور تلی ہوئی ہوگی آج کے خطبہ میں..... میں چاہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر ہونے والے ایک اہم اور بڑے اعتراف کا جواب عسکری کروں..... اللہ رب العزت مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے!

دشمنانِ اصحابِ رسول کی طرف سے اور کچھ نام نہاد اہلسنت کی جانب سے بھی حضرت امیر معاویہؓ پر یہ اعتراف کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خلافت کو موروٹی بنانے کی ابتداء کی..... اور اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا کر کنبہ پروری کا منہا ہسوا کیا..... انہوں نے خلافت کو ملکیت میں بدل دیا..... انہوں نے ذاتی اغراض اور ذاتی مقاصد کے لئے اپنے اس بیٹے کو ولی عہد بنایا جو اس عہدے کے لئے ہرگز مناسب نہیں تھا..... جو فاسق و فاجر تھا..... بے نماز اور شرابی تھا..... زانی اور بخیروں کی محفلیں کروایا کرتا تھا..... اور پھر مسلم یہ کہ انہوں نے ایسے بد کردار بیٹے کی ولی عہدی کی بیعت دھونس، دھمائی، اور جسد سے لی..... تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر لی۔

اہلسنت کے مدعی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ایک تحسیریںے یوں گل افشانی فرماتے ہیں:

امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا..... میں سمجھتا ہوں اور بلا تا مل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناک سیاسی خطا تھی جس نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس

نتائج مرتب کئے اور امت مسلمہ کے سیاسی شخص کو خلافت سے اٹھا کر
ملوکیت کی گود میں دھکیل دیا۔ (شہادت ص ۱۱/۱۲)

مولانا مودودی صاحب کی ایک تحریر بھی سنئے:

یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر
نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہؓ) نے دوسرے
بزرگ (امیر معاویہؓ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز
کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں (حضرت مغیرہؓ اور حضرت معاویہؓ)
نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ
پر ڈال رہے ہیں، دوسرے یہ کہ خود اس مرتبے کا آدمی نہ تھا
کہ حضرت معاویہؓ کا بیٹا ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی شخص یہ
رائے قائم کرتا کہ حضرت معاویہؓ کے بعد امت کی سربراہی کے
لئے وہ موزوں ترین آدمی ہے۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۵۰)

مولانا لعل شاہ بخاری کی ایک زہریلی تحریر میں گزشتہ خطبے میں آپ کو سنا

چکا ہوں کہ:

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۴۰ھ میں منہ
خلافت پر متمکن ہو کر عمان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۴ھ
میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں

(اختلاف یزید ص: ۳۱۶)

سامعین گرامی! میرے پاس وقت نہیں کہ میں کچھ اور حضرات کے
خیالات بھی آپ حضرات کے سامنے رکھوں..... جس میں ان حضرات نے
شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی

اللہ عنہ کو اس لئے نشانہ بنایا ہے کہ انہوں نے یزید کی ولی عہدی کی بنیاد رکھی۔

حیرت اور افسوس ہے کہ اصحاب رسول میں سے معتبر ترین صحابہ کے بارے میں ایسی مضحکہ خیز توہین آمیز بات کہی گئی جس کا تصور بھی کسی اہلسنت کہلانے والے سے ممکن نہیں..... یعنی یہ تجویز نیک عیسیٰ اور اخلاص کے جذبے پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس تجویز میں دونوں بزرگوں کا ذاتی مفاد اور خود غرضی شامل تھی (العیاذ باللہ) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کس پایہ کے صحابی تھے اور اسلام کے کس قدر خیر خواہ تھے..... یہ تو آپ میں سے اکثر حضرات جانتے ہیں۔

مگر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ..... (جنہوں نے یزید کو ولی عہد بنانے کی تجویز سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تھی) کو اکثر لوگ نہیں جانتے کہ وہ کسی منصب اور مرتبے کے صحابی تھے اسی لئے وہ ان کی شان میں نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

مشہور عالم دین، مناظر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بچپن میں عشرہ محرم میں ہمارے گھر مجلس ہوتی تھی۔ ہمارے بڑے بھائی صاحب تاریخ ابن خلدون سے حضرت حسینؑ کی شہادت کا بیان سناتے تھے جس میں حضرت مغیرہؓ کا ذکر بھی آتا تھا تو بعض بوڑھوں کا ان کے متعلق یہ کہنا یاد ہے کہ ہاں شیرے کی بوہ تو مغیرہؓ نے لگائی تھی (یعنی فساد کا بیج تو انہوں نے ہی بویا تھا۔ (العیاذ باللہ) (واقعہ کربلا ص ۲۳)

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کرنے والے حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تعارف بھی کروا دوں تاکہ آپ ان کی عظمت و مقام اور مرتبے کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے پانچ ہجری میں مسلمان ہو کر مہاجر بننے کا شرف حاصل کیا پھر چھ ہجری میں مدینہ کے مقام پر بیعت رضوان میں شامل ہونے کی انہیں سعادت نصیب ہوئی۔

بیعت رضوان میں شامل تقسیم باوجود ہوا افراد کے لئے اللہ کی آخری کتاب نے اعلان فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
(الفتح ۱۸)

یقیناً اللہ راضی ہوا ان مومنوں سے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

یہ ایسی بیعت تھی جو بیعت رضوان کے نام سے معروف ہوئی..... بیعت کرنے والے لوگ اصحاب رضوان کے نام سے پہچانے گئے..... جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی وہ شَجَرَةُ الرِّضْوَانِ کے نام سے مشہور ہوا! ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَتَأَخَّرَ
(الاستیعاب صفحہ: ۲۵۰، جلد: ۱)

اللہ رب العزت نے اس بیعت میں شامل ہونے والے ہر شخص کے اگے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں!

اسی موقع پر مشرکین مکہ کا ناسخہ اور حضرت مغیرہؓ کا چچا عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کرتے ہوئے بار بار اپنا ہاتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا..... اس وقت حضرت مغیرہؓ آہنی خود پہنے اور تلوار لئے ہوئے آپ

کے قریب کھڑے تھے۔

عروہ بن مسعود کی توہین آمیز حرکت پر ہاتھ تلوار کی دھار پر مار کر بولے آئندہ اپنا ہاتھ آپ کی داڑھی مبارک تک نہ لانا ورنہ اس تلوار سے ہاتھ کاٹ کے الگ کر دوں گا۔

فتح مکہ کے بعد طائف کے رہنے والے مسلمان ہو گئے تو طائف کے مخصوص بت لات کو توڑنے کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو ان کی معاونت کے لئے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا تھا (الاصابہ صفحہ ۱۳۲ جلد ۶، مستدرک حاکم صفحہ ۷۷۳ جلد ۳)

غزوہ تبوک جسے اس سفر کی دشواری اور سختی کی وجہ سے غزوہ عسرہ بھی کہا جاتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ امتیازی شرف بھی حاصل تھا کہ جب صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہد اطہر کو قسبر منور میں اتار کر باہر نکلے اور مٹی ڈالنے لگے..... تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دانستہ اپنی انگوٹھی قسبر منور میں گرا دی..... حضرت سیدنا عسلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا..... قبر میں اتر کر انگوٹھی اٹھا لو۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ قبر مقدس میں اترے انگوٹھی اٹھائی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کو ہاتھ لگایا، اور کہا مٹی ڈالو..... جب کچھ مٹی ڈالی جا چکی تو حضرت مغیرہ باہر نکلے۔ وہ لوگوں سے بطور فخر کہا کرتے تھے:

میں تم سب میں امام الانبیاء سے آخری پھسڑنے

والا ہوں۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲)

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فہم و فراست میں عقل و دانش میں
..... معاملہ فہمی میں، اور تدبیر و سیاست میں منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے
اور اپنی دانائی، عقلمندی، مدبرانہ صلاحیت کی بنا پر مغیرہ الراے کے لقب سے یاد
کئے جاتے تھے۔ (الاصابہ تذکرہ مغیرہ بن شعبہ)

وہ بحرین، بصرہ اور کوفہ کی گورنری پر فائز رہے۔ مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تجویز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی
..... اور یہ تجویز کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں تھی بلکہ اپنی گورنری کو بچانے کے لئے تھی
کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنری سے معزول کر دیا تھا۔

مگر آپ یہ سن کر حیرن ہو جائیں گے کہ یزید کی ولی عہدی کا معاملہ ۵۶ھ
میں پیش آیا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہو چکا تھا
..... کمال ہے کہ وہ اپنی وفات سے پانچ یا چھ سال بعد اپنی گورنری کو قائم رکھنے کے
لئے یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کرنے کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
عدمت میں آئے تھے۔ ع

بریں عقل و دانش بسا یہ گریست

ما قلہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

حضرت مغیرہ کوفہ کے آخر تک گورنر رہے اور ۵۵ھ میں ان کا
انتقال ہوا۔ (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۳۸ جلد ۸)

پھر یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی گورنری کو بچانے کے لئے یزید کی ولی عہدی کی
تجویز پیش کی تھی، اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ تاریخ کی کتب ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت
مغیرہ رضی اللہ عنہ خود اپنے عہدے سے ہمدوش ہونا چاہتے تھے مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ

عند ان کے استغفیٰ کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

(دیکھئے تاریخ طبری ۳۳۱ جلد ۵)

اگر ہم ان تاریخی حقائق کو جھٹلاتے ہوئے مان بھی جائیں کہ یزید کی ولی عہدی کی تجویز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہی پیش کی تھی..... تب بھی ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم صحابی رسول، ہجرت کے شرف سے مالا مال، اصحاب رضوان میں شامل، غزوہ تبوک کے غازی، مدینہ و فاروقؓ کے معتمد علیہ کو بے دھڑک مفاد پرست، خود غرض، گورنری کا حربیوں اور لالچی کے برے برے القاب سے یاد کریں۔

پھر عرب کے زیرک اور مدبر شخص کا مشورہ ایسا بے حیثیت اور حقیر نہیں ہے کہ اسے جذباتی نعروں میں گم کر دیا جائے اور ان پر تنقید کی پٹاری کھول لی جائے..... حقائق چاہے کتنے ہی تلخ اور خسلات مزاج ہوں انہیں تسلیم کر لینے ہی میں عافیت ہوتی ہے..... کوئی آمدھی اس لئے نہیں رک سکتی کہ شہر مسرغ ریت میں منہ چھپالے۔

دوسرے | ولی عہدی کی تجویز حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پیش فرمائی..... یا کسی اور کے ذہن میں آئی..... یا خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں آئی..... اسے چھوڑے..... غور اس بات پر فرمائیے کہ کیا علفہ وقت اپنے بعد کسی کو..... اور خاص کر کے اپنے کسی عزیز کو، رشتے دار کو..... یا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا سکتا ہے یا نہیں! اور دوسرا مسئلہ تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا یزید اس لائق تھا کہ اسے ولی عہدی کے منصب پر فائز کیا جاتا؟..... یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے محض بیٹا ہونے کی وجہ سے یہ منصب یزید کو سونپ دیا!

پہلا مسئلہ : جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے..... اس کے متعلق امت کا

اجتماع منعقد ہو چکا ہے کہ غلیفہ وقت اگر کسی شخص کو اپنا ولی عہدی مقرر کرنا چاہئے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے۔

قرآن و حدیث نے کہیں بھی اسے ممنوع نہیں ٹھہرایا..... اصحاب رسول اور سلف صالحین میں سے کسی کا مستند اور معتبر ارشاد پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی امام اور غلیفہ اپنے بعد کسی کے لئے سفارش کر جاتے یا اسے مقرر کر دے تو اس کی خلافت خلاف شرع ہوگی۔

مشہور منجلی عالم قاضی محمد بن حسین الغفر فرماتے ہیں:

غلیفہ کے لئے یہ بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے بعد کسی آدمی کو ولی عہد بنائے اس مسئلے میں ار باب حل و عقد کی موجودگی ضروری نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ولی عہد مقرر فرمایا اور حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے چھ صحابہ کی کئی بنیادی قہمی اور یہ نامزدگی کرتے ہوئے انہوں نے ار باب حل و عقد کی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھا۔ (الاحکام السلطانیہ صفحہ: ۹)

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے کس قدر گہری اور پکی بات فرمائی ہے:

امام کی حقیقت یہی ہے کہ وہ قوم کے دینی و دنیوی مصالح پیش نظر رکھتا ہے لہذا امام قوم کا بے خواہ، محکوم، ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنا ولی عہدی ہے اور نامزد شخص کو ولی عہد کہا جاتا ہے، شریعت مطہرہ میں اجتماع سے ولی عہدی کا جواز ثابت ہے اس سلسلے میں امام پر بدگمانی روا نہیں اگرچہ وہ اپنے باپ یا بیٹے کی کو ولی عہد بنائے (مقدمہ ابن خلدون)

ابن خلدون مزید تحریر فرماتے ہیں:

اس عمل (ولی عہدی والا) کا جواز ثابت ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ

نے اصحاب رسول کے اجتماع میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا جس کو تمام صحابہ نے جائز رکھا..... اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل دلی عہدی کے مسئلے کو چھ صحابہؓ کی صوابدید پر چھوڑ دیا..... جنہوں نے بعد میں حضرت عثمان کو امیر المومنین چُن لیا..... اب جس مجمع میں یہ مسئلہ انتخاب طے پایا اس میں وہ سب صحابہ موجود تھے جو غنیمتؓ سے بیعت کر چکے تھے ان میں سے کسی نے اس مسئلہ دلی عہدی اور جانشینی پر اعتراض نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ باتفاق رائے اس طرح جانشینی کے جواز کے قائل تھے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۰)

آپ میں سے ہر صاحب مطالعہ شخص جانتا ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے پانچ خلفاء اور امیر المومنین گزرے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی بن ابی طالب، اور سیدنا حسن بن علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان پانچوں کے تقرر کا طریقہ الگ الگ رہا ہے۔

مقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلیفہ المسلمین کے لئے نامزد کر دیا اور پھر تمام صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ نامزد فرمایا..... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمیوں پر مشکل کھٹی بنادی کہ ان میں سے کسی ایک کو امیر المومنین چن لیا جائے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی منظوم شہادت کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا حسن بن علیؑ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا کچھ روایات اس طرح کی بھی ملتی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منشاء اور مرضی بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ منہ خلافت پر جلوہ افروز ہوں۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ (جن کی خلافت..... خلافت راشدہ ہے اور وہ خلیفہ برحق تھے) انہوں نے اپنی مرضی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمادی اور وہ خود خلافت و امارت کی ذمہ داریوں سے بکدوش ہو گئے!

حضرات گرامی قدر! ان پانچوں خلفاء کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ خلیفہ المسلمین کا تقریر یا تو ارباب حل و عقد کے مشورہ سے ہو گا یا خود خلیفہ المسلمین اپنے بعدہ خلافت کے لئے کسی کو نامزد کر دے۔

یہ دونوں طریقے متحکم اور ایک ہی درجے کے حاصل ہیں..... اگر یہ بات صحیح اور درست ہے تو مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اگر سیدنا صدیق اکبرؑ حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کریں تو ان کی خلافت برحق اور صحیح ہوتی ہے..... اور سیدنا علیؑ اپنے بیٹے حسنؓ کو نامزد و فسر مائیں تو ان کی خلافت بھی درست اور برحق ہوتی ہے..... اور حیدر کراز کا بیٹا سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ نامزد کرے تو معاویہؓ کی خلافت برحق اور صحیح ثابت ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (یزید کو نامزد کریں تو اس نامزدگی پر اعتراضات و شحات کی بارش برسائی جاتی ہے۔

یہ قوم شعیب کی طرح لینے کے بٹے اور دینے کے بٹے اور..... کیوں؟

دوسرا مسئلہ: اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد

واقعی خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے مقرر کیا تھا..... یا محض محبت پوری کی بنا پر! اس سلسلہ میں سچی بات اور مبنی بر حقیقت بات یہی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ اور دینی جذبہ کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ یہ خلافت و امارت کا اہل ہے..... امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ یہ کے عادات و خصال سے آگاہ اور باخبر تھے..... اس کی بہادری و شجاعت و برالت ان کے علم میں تھی..... وہ دیانت داری سے سمجھتے تھے کہ حکومت و خلافت نبھانے کے لئے جتنی خوبیاں درکار ہیں وہ سب یہ یہ میں موجود ہیں۔

اس لئے انہوں نے ایک غلطے میں یوں فرمایا:
 اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ وَلَيْتُهُ لَآَنَّهُ قِيَمًا اَرَاہُ اَهْلًا
 لِّذٰلِكَ فَآتِنِيْهُ لَهٗ مَا وَلَيْتُهُ وَاِنْ كُنْتَ وَلَيْتُهُ لَآ اَنِّيْ
 اُحِبُّهُ فَلَا تَنْتِمْ لَهٗ مَا وَلَيْتُهُ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۰ جلد ۸)

اے میرے مولا! تو جانتا ہے، اگر میں نے یہ یہ کو اس کی اہلیت و قابلیت کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے تو تو میری اس تمنا کو اور اس کی ولی عہدی کو پورا فرما۔۔۔۔۔ اور اگر میں نے اس لئے اس کو ولی عہدی بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے اور وہ مسیحا بیٹا ہے تو میری تمنا کو پورا نہ فرما۔

علامہ ذہبی اور علامہ سیوطی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے

وَ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَحْتَلِبُنِيْ حُبَّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَاَنَّهُ لَيْسَ
 لِمَا صَنَعْتُ اَهْلًا فَاَقْبِضْهُ قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغَ ذٰلِكَ

(تاریخ اسلام دہمی ۲۶۷ جلد ۲) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۷

اور اگر میں نے یزید کو ولی عہد اس لئے مقرر کیا ہے کہ بحیثیت باپ
ہونے کے مجھے اس سے محبت ہے اور وہ اس منصب کے لائق نہیں
ہے تو مقام خلافت تک پہنچنے سے پہلے اسے موت کی نیند ملا دے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا کے الفاظ یہ ٹھنڈے دل و دماغ سے
غور کیجئے..... وہ جمعۃ المبارک کے خطبے میں اپنے بیٹے کے لئے کس قسم کی دعا
مانگ رہے ہیں..... اگر یزید اس منصب کے لائق نہیں تھا..... اور امیر
معاویہؓ نے محض پدری محبت سے مغلوب ہو کر اسے ولی عہد نامزد کر دیا تھا..... تو
وہ اپنے بیٹے کے لئے قبولیت کی گھڑی میں ایسی دعا مانگ سکتے تھے؟..... کوئی
باپ بھی اپنے تختِ جگر کے لئے ایسی بددعا نہیں کر سکتا!

یہ نامعاویہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے اور یہ
نظریہ رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ نامعاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو باوجود نااہل ہونے
کے محض شفقتِ پدری کی بنا پر..... کنبہ پروری کرتے ہوئے..... اور اپنے
ذاتی مفاد کے لئے ولی عہد نامزد کیا تھا..... تو یہ اتنی بے باکی اور گستاخی کی
بات ہے جس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔

حضرت مدنیؒ کا نظریہ | شیخ العرب والعم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ

علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کیا غیر متحسن نہیں کہ انہوں نے یزیدؓ سے
فاسق و فاجر کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا..... حضرت مدنی رحمۃ اللہ نے جواب
ارشاد فرماتے ہوئے پہلے چند مقدمات کا تذکرہ فرمایا..... جن میں اصحاب
رسول کے مرتبے خصوصاً امیر معاویہؓ کے مرتبے کا تذکرہ فرمایا پھر اصل سوال کا
جواب دیتے ہوئے کہا:

اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش یا سعی اس کے لئے ہوئی تھی تو جب کہ حسبِ ضرورت صلح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ان کی وفات ہو چکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھیں۔ اب اپنے اعتبار اور رائے پر عمل کرنا وہ کیا تھا ان کی وہ رائے کہ مستحق خلافت وہ شخص قریشی ہو سکتا ہے جس میں مادی قوت اور حسن تدبیر ہو اور یہ امر آج بنی امیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے، یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر بحر اربعہ اور بلاد ہائے ایشیاء کو چمک کے فتح کرنے، حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ ثابت ہے کہ معارک عظیم میں یزید نے ہار ہائے نمایاں انجام دیئے تھے..... ایک وہ شخص جو کہ فقیر فی الاسلام ہے حسبِ دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ أَلْحَاصُ
مصدق وَلَكِنْ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي
قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَتْ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ
وَالْعِصْيَانَ كَانَتْهُمُ خَيْرَ أُمَّةٍ وَأَوْفَى أَصْحَابِي
كَالْتَّجْوَمِ الْحَدِيثُ: اللَّهُ أَلَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ
غَرَضاً مِنْ بَغْلِيٍّ وَغَيْرِهِ أَحَادِيثُ كَامُورِدٍ هِيَ۔ (یعنی امیر
معاویہؓ) کیا وہ کسی مجاہد باطنی و العصیان کو عالمِ اسلامی کی رقاب
اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے؟

(مکتوبات ۲۳۲ جلد ۱)

عجیب لطیفہ | یزید کی ولی عہدی پر اگر میں اعتراض کروں کہ سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو حکمرانی کے لئے نامزد کر دیا..... تو یہ اعتراض شاید کسی حد تک لائق توجہ ہو..... مگر ان لوگوں کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں جن کے ہاں امامت و خلافت ہے ہی موروٹی..... پہلے مانسو تہارے ہاں تو باپ کے بعد بیٹائی امام اور خلیفہ بنتا ہے..... پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ..... ان کے بعد ان کے بڑے فرزند ارجمند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ..... پھر ان کے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ..... پھر ان کے بیٹے سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ..... پھر ان کے فرزند حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ..... پھر ان کے فرزند حضرت جعفر صادقؑ..... پھر حضرت جعفر صادقؑ کے بیٹے موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ..... پھر ان کے بیٹے حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ..... پھر ان کے فرزند حضرت محمد تقیؑ پھر حضرت محمد تقیؑ کے بیٹے اور حیار ہویں امام حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ..... پھر بقول ان کے حسن عسکری کے بیٹے محمد مہدی جو عراق کی ایک غار مَکْرَمَہ میں چھپے ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے ظاہر ہو گئے..... محمد مہدی کو قاسم آل محمد کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے..... انہیں امام منتظر بھی کہا جاتا ہے مگر..... مخالفین کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسن عسکری لا ولد تھے اور امامت چونکہ موروٹی ہے اس لئے غار کا قصہ ایجاد کیا گیا۔

لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے مذہب، مسلک میں امامت و خلافت موروٹی ہے..... اور خاندانِ علیؑ سے باہر یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہو سکتا..... وہ لوگ معترض ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو حکمرانی کے لئے بیوں نامزد کیا؟

آئیے انصاف کی نظر سے دیکھیں اور ضد و عناد سے کنارہ کش ہو کر دیکھیں کہ باپ کے بعد بیٹا..... یہ کام سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا یہ کام اس سے پہلے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کر چکے تھے۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب ”کشف الغمہ“ میں ہے..... شیخ مفید کی ”الاشاد“ میں ہے ”اعلام النوری“ طبری کی دیکھئے اور ”امالی“ شیخ طوسی کو پڑھئے..... ان سب میں موجود ہے کہ:

إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْطَى بِهَا إِلَيْهِ وَأَقَاضَ بِرَدِّهَا
فَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَسْئَلَةُ إِنْجِنَاجٍ وَقَدْ سَلِمَ الْمُدَّاعِي
إِمَامَتُهُ عَنِ التَّوَّاجِعِ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۵۳۱ جلد ۱)
سیدنا علیؑ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی اور ولی عہد بنادیا اور خلافت کی چادر ان کو پہنا دی لہذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے اور تمام طسرح کے تنازعات سے پاک ہے۔

سُنَّتِ مُعَاوِيَةَ | جو حضرات چاہے ان کا مسلک کوئی سا ہو..... اس بات پر معترض ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد بنا کر غلط قدم اٹھایا اور (العیاذ باللہ) کتبہ پروری کا مظاہرہ کیا..... انہیں ایسا کام نہیں کرنا چاہئے تھا..... وہ حضرات سیدنا معاویہ کی اس ”غلط روش اور ناجائز طریقے“ کو ختم کرنے اور مٹانے کے بجائے سنت معاویہؓ پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں..... ظاہری طور پر وہ لوگ اس طریقے کی مخالفت کرتے ہیں..... مگر عملی طور پر اسے گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں اور سنت معاویہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل اور اس فعل کے بعد جتنی حکومتیں آئیں..... ان میں سے اکثر حکمران

اسی طریقے پر قائم رہے!

حکومت و سلطنت کے علاوہ جتنے مشائخ عظام ہوئے ہیں..... اور آج
جتنی غائبیاں ہیں، آستانے، دربار اور گدیاں موجود ہیں..... وہ سب کے سب پیدا
معاویہؓ کی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں! ہر غائبیہ اور ہر گدی پر باپ کے بعد بیٹا ہی بیٹھا
ہے چاہے وہ اس منصب کی اہلیت رکھتا ہو یا علم و عمل سے عاری ہی ہو!

پھر علماء کرام کو دیکھئے..... ہر بڑی چھوٹی مسجد کا خطیب..... اور
ہر ادارے اور مدرسے کا جہتہم اس مسجد کی خطابت کا انتظام اور مدرسے کے اہتمام کا
نظام باوجود اس کے کہ افضل و لائق افراد موجود ہوتے ہیں اپنے بیٹے ہی کے حوالے
کرتا ہے اگرچہ بیٹا بقول علامہ اقبال مرحوم..... 'ز انہوں کے تصرف میں عقابوں
کے نشیمن کا پوری طرح مصداق ہو!

پھر اکثر سیاسی و مذہبی جماعتوں میں بھی موردِ غیبت اور سنتِ معاویہؓ کی یاد
نہی نہی تازہ کر لی جاتی ہے!

میں کہتا ہوں! اے حیران عظام اور مشائخ کرام..... اور اے علماء
کرام اور خطباء..... تمہیں امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر تنقید نہیں کرنی
چاہئے بلکہ تمہیں تو چاہئے کہ میدانِ معاویہؓ کو دعائیں دو کہ تمہارے موروثی عمل کے لئے
کوئی دلیل تو وہ چھوڑ گئے..... حالانکہ ان کا عمل سولہ آنے درست، اور تمہارے
موروثی فیصلے ایک سو ایک فیصد غلط ہوتے ہیں!

ولی عہد کیوں بنایا؟ | میدانِ امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی

عہد کیوں بنایا؟ ولی عہد بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کن وجوہات کی بنا پر میدانِ
معاویہؓ رضی اللہ عنہ کو یہ مشکل فیصلہ کرنا پڑا ان کی مجبوریاں اور ان کی سوچ کیا تھی؟

اس پر مختصر سی گفتگو کر لیں تاکہ میدانِ معاویہؓ رضی اللہ عنہ کا دامن آئینے کی طرح

سات اور شفاف نظر آئے:

مگر بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ذرا ماضی میں جھانکنے کا غلیفہ ثالث
دوہرے داماد بنی، امام مظلوم، امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی
الٹا کی اور دردناک شہادت کے بعد امت مسلمہ کی باگ ڈور اور حکومت و خلافت
کی ذمہ داریاں امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے رفیع
المرتبہ، عظیم الدرجہ، عادل و منصف، زاہد و متقی، شجاع و بہادر، دلیر و بے باک، عالم
و قاضی..... پروردگار نبوت..... امت کی قابل فخر ہستی کے ہاتھ آئیں
..... مگر وہ بھی باوجود عالی مرتبہ اور علو ہستی کے ان رونما ہونے والے مجدد و شمس
حالات اور تازہ ساز کار ماحول پر کنٹرول نہ کر سکے..... بہادر و شجاع اور دلیر و غازی
علیؑ بھی حالات کے سامنے بے بس نظر آتے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک مسلمان کا ہاتھ دوسرے مسلمان کے گریبان تک جا
پہنچا..... جو تلواریں کبھی مشرکین و کفار پر بجلی بن کر چمکتی تھیں وہ آپس میں ایک
دوسرے کے خلاف بے نیام ہوئیں..... جو لوگ کبھی مخالفین اسلام کے خلاف
سیدہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے تھے وہ ایک دوسرے کے خلاف صغ آرا ہوئے!
تلواریں آپس میں ٹکرائیں، نیزے لہرائے..... لڑائیاں ہوئیں اور مسلمانوں کا
خون بے دریغ بہنے لگا۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں
بد امنی، آپس کی ناچاقیوں اور اختلاف کی وجہ سے ایک انج زمین بھی فتح نہ ہو سکی
..... اسلام کے پھیلنے اور کامیابیوں کے راستے محدود ہو گئے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی الٹا کی اور مظلومانہ
شہادت کے بعد مسلمانوں کو امن، اطمینان اور سکون کا سانس نصیب نہیں

ہوا..... بے اطمینانی اور خوف کا غلبہ رہا اور سکون اور چین ان سے چھن گیا۔
 آپ تاریخ و سیرت کے موضوع پر فریقین کی کتب کا مطالعہ فرمائیں
 تو آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ جوں ہی حضرت سیدنا علی رضی
 اللہ عنہ کے لائق ترین فرزند ارجمند نے قربانی و ایثار کی لازوال داستان رقم کرتے
 ہوئے..... اور اپنی قائم شدہ حکومت و خلافت سے دستبردار ہوتے ہوئے
 سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور پورے عالم اسلام کی حکومت
 و امارت رضا کارانہ طور پر..... اور امت کی خیر خواہی کے جذبے سے ان کے
 سپرد کر دی..... تو فوراً ہی امن و آشتی کا دور لوٹ آیا..... منافقین کے عوام پر
 اوس بڑھئی..... دکھ کی جگہ سکھ نے لے لی، غموں کی جگہ خوشیوں نے اور خوف کی
 جگہ اطمینان نے لے لی..... مسلمانوں کی آپس کی شکر رنجیاں اور غم و غصہ کا فور ہو گیا
 اور محبت و الفت نے دلوں میں گھر کر لیا..... انتشار و افتراق کی جگہ اتحاد و اتفاق
 نے لے لی..... ایک دوسرے سے معادمت و موافقت کے جذبات ابھرنے
 لگے..... آپس کی ناراضیاں اور رنجیدگیاں ہمدردیوں اور غم گساریوں میں بدلنے
 لگیں..... فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا..... بھری اور بری لشکروں کی
 کامیابیوں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا۔

پرچم اسلام مختلف علاقوں میں بھرانے لگا..... کلمہ توحید سربلند
 ہوا..... افریقہ و یورپ کے دروازوں پر اسلام نے دستک دی..... اسلامی
 لشکروں نے سمندروں کے رخ موڑ دیئے اور طوفانوں کے زور توڑ دیئے۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت
 و امامت پر استہپائی فراست و دانائی، تدبیر و حکمت، علم و عجمتی اور عدل و انصاف کے ساتھ
 فائز رہے..... مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں میں حالات بے حد سازگار اور

حوملہ افزار ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر کے اس حصے کو پہنچے جب بڑھا پانچاں آنے لگا، طاقتیں ڈھلنے لگیں، قوتیں جواب دینے لگیں اور اعصاب کمزور پڑنے لگے..... تو انہوں نے سوچا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی المناک اور دردناک شہادت کے بعد دشمنان اسلام یہود اور دشمنان دین منافقین کی شرارتوں، خباثتوں اور سازشوں کی وجہ سے ملک کے حالات اس حد تک بگڑ گئے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسا نڈر رہے پاک، شجاع و بہادر صحابی رسول بھی ان پر قابو نہ پاسکا..... اور ان کی خلافت کے زمانے میں امت منافقین کی سازشوں کی وجہ سے انتشار و افتراق کا شکار رہی..... فتوحات کا سلسلہ رک گیا..... کامیابیوں کے راستے منقطع ہو گئے..... اور کفر اپنے گھر میں اطمینان اور بے غوفی سے پروان چڑھتا رہا..... پھر اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے مسد سے دور حکومت و خلافت میں امن و آشتی، اطمینان و سکون اور محبت و الفت کا دور شروع ہوا..... تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو گئے..... فتوحات و کامیابیوں کا سلسلہ پھر سے جاری و ساری ہوا..... کفر پر پھر زمین جنگ ہونے لگی..... کفار و مشرکین اپنے اپنے علاقوں میں ہمارا نام سن کر کانپنے لگے..... اسلام پھیلنے لگا..... ہم نے یہود و نصاریٰ کو لوہے کے چنے چبوا دیئے اور مونگ ان کے سینوں پر ڈالنے لگے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بہت دور رس نگاہ رکھنے والے مدبر تھے..... وہ بارش کو زمین پر پڑنے کے بعد نہیں پادلوں میں دیکھ لینے کے عبادی تھے..... وہ انتہائی زیرک اور معاملہ فہم شخص تھے..... وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہود کا ذہن بے حد سازشی ہے..... وہ گرم جنگ میں شکست کھانے کے

بعد سرد جنگ لڑنے سے گریز نہیں کریں گے..... وہ اسلام سے اور مسلمانوں سے بدلہ چکانے میں کوئی کسر اٹھائیں رکھیں گے اور موقع ملتے ہی اپنی تدبیروں اور سازشوں سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور پھوٹ کا بیج بونے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر میں نے اپنی زندگی ہی میں مسلمانوں کی خلافت و امامت کا مسئلہ نہ کر دیا..... اور اپنی جگہ کسی کو ولی عہد نہ بنادیا تو میرے بعد خلافت و امامت کے مسئلے پر ایک دفعہ پھر شدید جنگ لڑنا پڑے گا..... اور تاج و تخت کی خاطر تلواریں بے غلام ہو جائیں گی اور سازشی یہود اور مکابر منافقین اس مسئلے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑوا دیں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت و بصیرت اور دور رس نگاہ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر کل کا انتقام آج نہ کیا گیا..... اور آنے والے سیلاب کے لئے ابھی سے بند نہ باندھے گئے تو اسلام کی یہ خون پسینہ ایک کر کے قائم کی ہوئی سلطنت ہولناک غارت جنگیوں سے پارہ پارہ ہو جائے گی..... اور وہ تمام اسلام دشمن طاقتیں جو نہ جانے کب سے بدلہ چکانے کے لئے ہر توئے ٹٹٹھی ہیں وہ موقع ملتے ہی اسلامی سلطنت کو دبوچ لیں گی..... اور مسلمان جو بڑی مشکل اور مشقت سے ایک سرگز اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے ہیں ان میں یہود و منافقین پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے..... اور مملکت اسلامیہ کے حالات اُن حالات سے بھی برے ہو جائیں گے جو خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے..... کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبہ، عالی مقام، زیرک اور بہادر لوگ موجود تھے جو آج اس دنیا میں موجود نہیں ہیں!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر میرے بعد خلافت و امارت کے مسئلے پر اختلافات رونما ہوئے اور یہود و منافقین اپنی خباثتوں اور سازشوں میں کامیاب ہو گئے تو مجھے تو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف فساد آڑا ہو گئے..... فتومات کا سلسلہ رک جائے گا، کفر کے گھر گچی کے چراغ جہلیس کے اور اسلام منہ چھپاتا پھرے گا۔

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ میں اپنی زندگی میں کسی شخص کو اپنا ولی عہد بنادوں..... تاکہ میرے بعد وہ ولی عہد سلطنت اسلامیہ کا حکمران بنے اور مسلمانوں کو اس مسئلے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
تجربہ اور حیرت کی بات ہے..... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں ولی عہد بنانا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطی اور زیادتی تھی۔

میں کہتا ہوں ان حالات میں ماضی قریب کو دیکھتے ہوئے اور مستقبل پر غور رکھتے ہوئے..... ولی عہد بنانے کا فیصلہ یہ نا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن تدبیر، فہم و فراست، سیاسی بصیرت، بیدار مغزی، عقلمندی اور عالی ہمتی کا منہ بولا ثبوت ہے!

معاویہؓ! میں تیرے تدبیر پر قسربان کہ تو نے آنے والے حالات کا اندازہ کر کے پہلے ہی ان کا سد باب کر دیا۔

معاویہؓ! تیری فراست ایمانی کو سلام کہ تو نے مستقبل میں پیدا ہونے والی ظلیج کو مائل ہونے سے پہلے بند کر دیا۔

معاویہؓ! میں تیرے عزم کی تحسین پر شاکر کہ تو نے یہود و منافقین کی سازشوں اور تدبیروں کو خاک میں ملا دیا۔

معاویہؓ! اب بھی جو شخص تیرے تدبیر، تیری سیادت، تیری بصیرت، تیری

دانائی، تیرے فہم، تیرے علم، تیرے علم، تیری دور رس نگاہ، تیری بیدار مغزی، تیری اسلام دوستی اور کفر دشمنی میں شک اور تردد کرے..... وہ خدا اور ہٹ دھرمی کے جھنجھے میں پھنسا ہوا ہے..... اللہ رب العزت اسے حقائق کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

سامعین گرامی! ہر قسم کے تعلق اور تمام تر تعصب اور ضد و عناد اور ہٹ دھرمی اور دھڑے بندی سے کنارہ کش ہو کر..... ایک نظر خدا را پھر ان سیاسی، معاشرتی، سماجی اور عوامی حالات پر ڈالتے جو سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے۔

ایسے حالات میں مشہور صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (بشروط صحت روایت) کا مشورہ یا امیر معاویہؓ کا اپنا خیال ایسا بے حیثیت اور حقیر نہیں ہے کہ اسے جذباتی نعروں میں گم کر دیا جائے اور بلا سوچے سمجھے انہیں مفاد پرست اور اقتدار کا حربے سمجھ دیا جائے۔

وہ مشورہ اور خیال یہ تھا کہ ولی عہد کے منصب کے لئے یزید سے بڑھ کر دوسرا کوئی شخص مناسب نہیں ہوگا۔

وہ اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے اور یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ ان کے سامنے روشن تھی کہ موجودہ مسلمان بنو امیہ کے علاوہ کسی اور کی خلافت و امارت پر متفق نہیں ہو سکتے۔

میں پیچھے بیان کر آیا ہوں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد اس بنا پر نہیں بنایا تھا کہ وہ ان کا بیٹا تھا اور شفقت پروری سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ منصب یزید کے حوالے کر دیا۔ امیر معاویہؓ کی ایک دعا جو انہوں نے خطبے میں مانگی تھی کہ (اگر میں نے یزید کو اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو مولا اسے اس

منصب پر پہنچنے سے پہلے موت کی نیند سلا دے) کو ذہن میں رکھ لیا جائے۔ بلکہ انہوں نے یزید کو دلی عہد اسکی اہلیت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے مقرر کیا تھا..... پھر یزیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امت کے حق میں خیر خواہی اور ایثار کا جذبہ تھا کہ انہوں نے یزید کی دلی عہدی کا فیصلہ خود نہیں فرمایا..... صرف دمشق کے لوگوں سے نہیں کروایا بلکہ مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے اربابِ حل و عقد کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی شخص کو غیظہ چٹنے کے لئے یا دلی عہد مقرر کرنے کے لئے مملکت کے تمام صوبوں کے نمائندوں کو کوئی اختیار نہیں ہوتا..... جب تک مدینہ منورہ مرکز خلافت تھا تو غلیفہ کے چٹاؤ کی ذمہ داریاں وہاں کے اربابِ حل و عقد کے کاندھوں پر تھیں۔

پھر جب یزیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ مرکز خلافت بنا..... تو یزیدنا حسن رضی اللہ عنہ کوفہ کے اربابِ حل و عقد کے مشورہ سے امیر المومنین بنے..... دوسرے صوبوں سے اس سلسلے میں رائے نہیں لی گئی..... ہاں بعد میں دوسرے صوبوں کے لوگوں نے خلافت یزیدنا حسنؓ کو قبول کیا۔

اب یزیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دمشق مرکز خلافت تھا..... تو دلی عہد یا غلیفہ کا تقرر اور نامزدگی دمشق کے اربابِ حل و عقد کی رائے اور مشورے سے ہو سکتی تھی۔

مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وسعت قلبی اور فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ جب تک تمام صوبوں اور تمام علاقوں کے نمائندہ افسر اور یزید کی دلی عہدی کو منظور نہیں کرتے اس وقت تک میں اسے دلی عہد مقرر نہیں کر سکتا! چنانچہ مختلف صوبوں سے اربابِ علم و دانش اور صاحب اقتدار حضرات کو بلایا گیا اور ان کے

سامنے مسلمانوں کے مستقبل کی صورت حال رکھی گئی کہ مسلمانوں کے درمیان آئندہ جنگ، خون ریزی اور اختلاف و انتشار کے سد باب کے لئے کیا اقدام کرنے چاہیں اور کیا یہ کوئی عہد مقرر کرنا درست قدم ہو گا یا نہیں؟

تو تمام نمائندوں نے اور صوبوں کے گورنروں نے بشمول عسحاق کے نمائندے اخف بن قیس رضی اللہ عنہ..... سب نے یہی رائے دی کہ اس وقت چونکہ عالم اسلام پر بنو امیہ کی حکومت ہے..... اور بنو امیہ کی انتظامی گرفت بھی مضبوط ہے..... امن و آشتی اور اطمینان و سکون کا دور واپس لانے میں ان کا سنہری کردار ہے..... عدل و انصاف کا دور دورہ ہے..... اور اس وقت اصلی طاقت و قوت کا ہر طرف مرکز بھی بنو امیہ ہی میں..... اس لئے انتہائی مناسب ہو گا کہ یہ کوئی عہد دلی کے منصب پر فائز کر دیا جائے۔

ارباب علم و دانش اور صوبوں کے گورنروں اور نمائندوں کے اس حتمی فیصلہ کے بعد بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری طرح مطمئن نہ ہوئے..... ان کو کسی ذریعے سے یہ خبر پہنچی کہ مدینہ منورہ کے کچھ معتبر حضرات یہ دے کے دلی عہد مقرر کئے جانے کے فیصلے سے متفق نہیں ہیں..... انہوں نے فرمایا کہ جب تک مدینہ منورہ کے باشندے بھی اتفاق نہ کریں گے میں اس وقت تک یہ دے کی دلی عہد دلی کا اعلان نہیں کروں گا۔

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے گورنر مروان کو خط تحریر فرمایا کہ کمزوری اور ناتوانی نے مجھے گمراہ کیا ہے معلوم نہیں اس دنیا سے کب آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاؤں، مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد پھر امت نہیں اُترے گی اور فتنہ و فساد کا شکار نہ ہو جائے لہذا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی میں ارباب عدل و عقیدہ کے مشورے سے کسی کو اپنا جانشین اور دلی عہد مقرر کر دوں اس سلسلہ میں آپ کا مشورہ

مدینہ منورہ کے گورنر مروان نے اکابر بن صحابہ کو اور دیگر اربابِ حل و عقد کو جمع کیا اور ان کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تجویز دی کہ عہدیٰ اور اس کے لئے حید کا نام پیش کیا۔ تو پورے اجتماع میں سے صرف حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی سخت اور چمکتی ہوئی بات کہی جس سے مروان غصہ میں آگیا اور سیدنا عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اس اجتماع سے اٹھ کر چلے گئے (بخاری صفحہ ۱۵ جلد ۲)

تاریخ کی کچھ کتابوں نے لٹھا کہ ججھتی ہوئی بات یہ تھی کہ یہ ولی عہدی تو قیصر و کسریٰ کی منت ہے جسے معاویہؓ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات دل کو نہیں بھاتی، اس لئے کہ اس اجتماع میں بڑے بڑے اصحاب رسول موجود تھے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، سعید بن مسعودؓ، زید بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ موجود تھے۔

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز اور اقدام واقعی قیصر و کسریٰ کی منت کو جاری کرنے کے مترادف تھا تو وہاں پر موجود دوسرے اصحاب رسول بھی اس بات کی تائید کرتے۔۔۔۔۔ مگر بخاری کی یہ روایت جو میں نے پیش کی ہے اس روایت کے مطابق پورے اجتماع میں سوائے یحییٰ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

بخاری کی روایت میں چمکتی ہوئی بات کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔۔۔۔۔ سیدنا عبدالرحمنؓ نے کوئی سی بات بھی کی ہو۔۔۔۔۔ وہ قیصر و کسریٰ کی سنت کو جاری رکھنے والی بات نہیں تھی۔۔۔۔۔ ورنہ دوسرے اصحاب رسول اس کی حمایت کرتے اور بڑید کی ولی عہدی کو قبول نہ کرتے۔۔۔۔۔ جب کہ ان سب نے بڑید کی ولی عہدی کو تسلیم کر لیا تھا!

مروان نے اس اجتماع کی صحیح صورت حال سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا..... سیدنا معاویہؓ ولی عہدی یزید کے معاملے میں اتنے حساس تھے کہ پورے اجتماع میں ایک آواز کا اٹھنا بھی ان کے لئے پریشانی اور بے اطمینانی کا باعث تھا۔

مدینہ منورہ کے تمام لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے آپ نے بڑے حساب کی حالت میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا..... تاکہ بذات خود تمام حضرات سے ملاقات کی جائے۔

مدینہ منورہ کے تمام اربابِ حل و عقد کے سامنے ولی عہدی کی اس تجویز کو رکھا گیا..... اور کچھ گفت و شنید کے بعد اور اعتراضات و جوابات کے بعد باہمی مشاورت سے یزید کی بطور ولی عہد نامزدگی ہوئی۔

تاریخ ابن کثیر اور کچھ دوسری تاریخ کی کتب نے فچھول راوی سے بے سند ایک اور روایت نقل کی ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے انکار کرنے والے اور اپنی رائے پر اڑ جانے والے صحابہ کرام (حضرت عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عمر، حضرت جہین بن علی، سیدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ساتھ درشت لہجہ اختیار کیا..... ڈرایا دھمکایا پھر لالچ دیا پھر قسربابت اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا..... پھر بھی یہ لوگ نہ مانے تو کہا..... تلوار سے گردنیں قلم کر دوں گا..... اس طرح یہ حضرات خاموش ہو گئے اور سیدنا معاویہؓ نے یزید کی ولی عہدی منظور کر والی۔

ادنیٰ عقل و شعور رکھنے والے شخص پر بھی یہ بات واضح ہے کہ جن پانچ صحابہ کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ ایسے کم ہمت اور بزدل نہیں تھے کہ موت کے ڈر سے کسی غیر شرعی فعل کا ارتکاب کر لیں..... اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ ایسے بد اخلاق تھے کہ دنیا کی

حکومت کے لئے اور بیٹے کی جانشینی کے مسئلے کے لئے آخرت کو برباد کرنے پر تیار ہو جائیں۔

یہ سب داستانیں اور واقعات دراصل دشمنانِ اصحابِ رسول نے گھسڑ کے تاریخ کی مکتب میں درج کر دیئے تاکہ اصحابِ رسول کی تصویر کو گھناؤنا بنا کر ان کی عزت و محبت اور عقیدت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے۔

سامعین گرامی قدر! دنیا کی کسی مستند کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ مکہ و مدینہ کی برگزیدہ ہستیوں میں کسی نے بھی کہا ہو..... معاویہؓ امت پر یہ ستم کیوں کرنا چاہتے ہو؟ اپنے فاسق و فاجر بیٹے کو یہ منصبِ عظیم کیوں دینا چاہتے ہو؟ خلافت کو ملکیت میں کیوں بدلنا چاہتے ہو؟ نا اہل یزید کو ہماری گردنوں پر مسلط کیوں کرنا چاہتے ہو؟.....

کسی کی زبان سے نہیں نکلا..... معاویہؓ اتم مفساد پرست ہو گئے ہو..... دنیا کو دین پر ترجیح دینا چاہتے ہو..... کتبہ پروری کرنا چاہتے ہو اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہو بلکہ تمام محاسبہ کرام نے، اور اس وقت موجود امہات المؤمنین نے اور تابعین عظام نے بخوشی و رضامند نامعاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام اور تجویز کی تائید کی۔

اس تجویز کو منوانے کے لئے کسی شخص کو ڈرایا دھمکایا نہیں گیا..... کسی شخص کی بیٹھ پر کوڑے نہیں برسائے گئے..... کسی شخص کو جیل کی راہ نہیں دکھائی گئی..... کسی کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا گیا..... یقین جاسئے کہ کسی شخص پر تلوار نہیں سونتی گئی..... اور کسی کو رشوت کے زور سے نہیں خرید لیا گیا۔

آپ یہ سن کر حیران ہو گئے کہ پورے عالمِ اسلام میں یزید کی ولی عہدی کے مسئلے پر کہیں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا..... کسی جگہ سے صدائے احتجاج بلند نہیں

ہوئی..... کسی مقام پر نفرت کا اظہار نہیں کیا گیا..... کسی نے بھی مخالفت میں آواز نہیں اٹھائی..... کہیں شور و غل کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔

میں آپ حضرات کو تصویر کا صحیح رخ دکھانا چاہتا ہوں اور اپنی بات اور اپنے اس دعویٰ کی تائید میں کسی غیر مستند تاریخ کی کتاب کا حوالہ یا مجہول راوی کی روایت یا ابن اثیر کے بیان کردہ بے سرو پا واقعات پیش نہیں کرنا چاہتا بلکہ اہلسنت کے ہاں حدیث کی معتبر کتاب بخاری سے ایک روایت پیش کرنا چاہتا ہوں..... اسے غور سے سنئے اور پھر انصاف سے فیصلہ فرمائیے۔

جن دنوں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ..... زید کی ولی عہدی کے معاملے میں مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے اور اجتماع عام میں گفتگو ہو رہی تھی تو اس موقع پر عبداللہ بن عمرؓ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ اس معاملے میں میرا کوئی حق نہیں رکھا گیا حضرت حفصہؓ نے انہیں سمجھایا اور کہا..... جس بلکہ سب لوگ جمع ہیں تم وہاں جاؤ وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہو گا مجھے ڈر ہے کہ تمہاری اس اجتماع میں عدم موجودگی پھوٹ کا سبب بن جائے..... اس طرح ابن عمرؓ اس اجتماع میں شریک ہو گئے..... امیر معاویہؓ نے فرمایا کوئی صاحب اس معاملے میں بات کرنا چاہیں تو وہ سامنے آئیں اور بات کریں، جو شخص اس (خلافت) کا امیدوار ہے ہم اس سے زیادہ اس معاملے میں حق دار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ میں ان کو جواب دوں..... مگر میں اس خیال سے رک گیا کہ میری اس بات سے اجتماع کے بعد کہیں پھر تفرقہ نہ برپا ہو جائے اور نوبت خوریزی تک پہنچ جائے..... یہ سوچ کر میں نے اپنا ذہن دنیا کے بجائے آخرت کی طرف منتقل کر لیا اور جنت میں اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کو یاد کیا..... حبیب بن مسلمہ نے سیدنا عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ نے آپ کو غلط بات کہنے اور پھر اس کے مطابق اقدام کرنے سے بچالیا۔ (بخاری ۵۸۹ جلد ۲)

بخاری کی اس روایت نے کئی مسائل کو حل کر دیا۔۔۔۔۔ اس روایت سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ یزید کی دلی عہدی کا فیصلہ اجتماع عام میں ہوا۔۔۔۔۔ جس میں تمام اکابر اصحاب رسول موجود تھے۔۔۔۔۔ صرف عبداللہ بن عمرؓ غیر حاضر تھے جن کو ان کی ہمیشہ اور ام المومنین سیدہ حفصہؓ نے تاکید اس اجتماع میں شامل ہونے کا مشورہ دیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ جو کوئی اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہے تو سامنے آئے۔۔۔۔۔ کوئی شخص بھی نہیں بولا اور سب نے سیدنا معاویہؓ کی تجویز کی حمایت اور تائید کی اور یزید کی دلی عہدی کو تسلیم کیا! اور مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے ارباب مل و عقد نے اور اہم لوگوں نے یزید کی دلی عہدی کی بیعت کر لی۔

ما قلنا ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:
فَبَيَّعَ لَهُ النَّاسُ فِي سَائِرِ الْأَقَالِيمِ
(البدایہ والنہایہ صفحہ: ۷۹ جلد: ۸)

تمام علاقوں کے لوگوں نے یزید کی (دلی عہدی) بیعت کی! علامہ ابن کثیرؒ نے مزید لکھا:

حکومت اسلامیہ کے تمام شہسروں میں یزید کی (دلی عہدی) بیعت بلا اختلاف کی گئی نیز ملک کے کونے کونے سے (بیعت کے لئے) یزید کے ہاں وفود آئے (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۸۰ جلد: ۸)

انصاف کی ایک بات | جس طرح کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی اگر ان کے خیال کو اور ان کی بات کو مان لیا جائے تو دو شخصیتوں کے بیعت نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام غلط تھا..... اور یزید کی دلی عہدی درست نہیں تھی۔

کیا اس حقیقت سے کوئی صاحب مطالعہ آدمی انکار کر سکتا ہے اور کوئی تاریخ دان اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے منصب پر فائز ہوئے تو سینکڑوں جلیل القدر صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی.....

جو حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں موجود تھے..... بڑے بڑے جلیل القدر لوگ..... عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ (سیدنا عبد اللہ بن زبیر کے والد) ان سب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سینکڑوں اصحاب رسول، عشرہ مبشرہ میں شامل افراد اور ہزاروں تابعین اور ام المؤمنینؓ، حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکاری ہوں تب بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا اور پوری امت کے نزدیک وہ خلیفہ راشد اور امام عادل و برحق اور خلیفہ المسلمین رہتے ہیں..... تو پھر ایک دو حضرات کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے سیدنا امیر معاویہؓ کا فیصلہ مخدوش کیوں ہو جاتا ہے؟ اور یزید کی دلی عہدی مشکوک کیوں ہو جاتی ہے؟

جواب دیجئے اور انصاف کو آواز دیجئے آخر حق و باطل کو ماپنے..... اور صحیح اور غلط کو تو لٹنے کے لئے آپ نے پیمانے الگ الگ کیوں بنا رکھے ہیں؟

سامعین گرامی قدر امیری اس گفتگو کو اور میرے تمام تر دلائل کو سننے کے بعد اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے..... میں آپ حضرات کو فیصلہ اور جج بنا کر انصاف کا طلبگار ہوں۔

کیا اتنے بڑے بڑے اصحاب رسول کو، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو..... اور ہزاروں تابعین کو (معاذ اللہ) اتنا بے حس اور بزدل مان لیا جائے کہ وہ امیر معاویہؓ کے غلام اقدام کے سامنے دب گئے اور دل کی بات زبان پر نہ لاسکے..... خوف اور ڈر سے مرعوب ہو کر نہ چاہتے ہوئے بھی ایک عظیم گناہ، سرکشی اور قلم کو سر جھکا کے برداشت کر لیا؟

دشمنان اصحاب رسول اس سوچ اور اس فکر پر مطمئن ہوں تو ہوں..... ہم اپنے لئے اس دن موت کو ترجیح دیں گے جس دن جلیل القدر اصحاب رسول اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم ہستیوں کے بارے میں ایسا دوسرہ بھی ہمارے دل و دماغ میں آئے۔

اور اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے بادشاہ و تدبیر، امام عادل و حق کاتب و جی، صحابی کو خلیفہ، لایحی، کتبہ پرور، دنیا پرست، ملوکیت کا بانی اور فریب کار خیال کرنے کے دوسرے پر بھی لاکھ بار اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔

ہمارا ہتھ اور علی و جابر البصیرہ یہ خیال ہے کہ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نیک نیتی سے، مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے سے..... امت کی بہتری کے خیال سے، اور صرف مملکت اسلامیہ کی ترقی و ترویج کے لئے..... اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کے پیش نظر..... زید کو ولی عہد بنایا تھا۔

ایسا ہرگز ہرگز نہیں تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حرص و ہوا، خواہشات نفسانیہ، مفاد پرستی، کتبہ پروری اور شفقت پذیری کی بنا پر اپنے بیٹے کو خلافت و امامت

اور حکومت کا جانشین اور اپنا ولی عہد بنایا ہو..... جو معاویہؓ اُولَیْکَ هُمْ
 الْمُفْلِحُونَ اُولَیْکَ هُمُ الْمُتَّقُونَ، اُولَیْکَ هُمُ الصَّادِقُونَ کا صدیق ہو
 جو معاویہؓ حَبِیْبِ الْیَوْمِ الْاِجْتِمَاعِ وَکَرَمَ الْیَوْمِ الْکَفَرِ
 وَالْفُسُوقِ وَالْعِصْیَانِ کے زمرے میں شامل ہو۔

جو معاویہؓ اُولَیْکَ حِزْبُ اللّٰهِ میں شامل ہو..... جو معاویہ رضی
 اللّٰهُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ کی سزا کا مائل ہو..... جو معاویہؓ اَعْدَاؤُہُمْ
 جَنَابِ تَجْرِی تَحْتَهَا الْاِکْتِهَارِ کے دوسرے کے مطابق جنتی ہو..... جو
 معاویہؓ اَصْحَابِ کَالْتَجْوِہ کے مطابق آسمان رشد و ہدایت کا ستارہ ہو..... وہ
 معاویہ دنیا پرست، کتبہ پرور، ہوا و حس کا بندہ، خواہشات کا غلام اور مفساد پرست کیسے
 ہو سکتا ہے؟

فیصلہ آپ پر ہے۔ قرآن و حدیث کے ان ارشادات کو آٹھیں بند کر کے مان
 لیجئے اور اس کے خلاف جو کچھ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ملے اسے کسٹم کر دیجئے
 یا تاریخ کو وحی کا درجہ دیکر اس کے سامنے سر جھکا دیجئے اور قرآن و حدیث کے
 ان ارشادات سے صرف نظر کر لیجئے۔

ان دونوں باتوں سے جو بات آپ کو پسند آئے اسے تسلیم کر لیجئے۔

ظہر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی
 وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

ساتویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرة)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر! گذشتہ خطبہ میں..... بڑی وضاحت کے ساتھ میں
بیان کر چکا ہوں کہ امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماضی، حال اور مستقبل
کے حالات کی خزاںوں کو دیکھتے ہوئے نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں
اپنا دلی عہد مقرر کر جاؤں..... اور اس کے لئے میرا بیٹا زید اتہائی مناسب ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے گورنروں اور ارباب حل و عقد کی رائے معلوم کی..... بڑھاپے کے باوجود خود حرمین کا سفر کیا..... تقریباً تمام لوگوں نے ان کے فیصلے کی تائید اور توثیق کی!

جس وقت یزید کو دلی عہد مقرر کیا گیا اس وقت کئی بدری اصحاب رسول بقید حیات تھے جنہوں نے دلی عہدی کی بیعت کی۔

ان بدری صحابہ میں فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں

یزید کی دلی عہدی کی بیعت کرنے والوں میں اصحاب بیعت رضوان میں سے کئی صحابہ شامل تھے۔

ان اصحاب رضوان میں حضرت ثابت بن خثاک، مسلمہ بن عمرو انصاری، حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن یزید، حضرت عبد اللہ بن ابی حذر، حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔

ان بدری صحابہ کرام اور اصحاب رضوان کے علاوہ تقریباً دو صد اکتیس صحابہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یزید کی دلی عہدی کو تسلیم کیا اور بیعت کی..... ان میں حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت حباب بن عتیک، حضرت عبد اللہ بن سعد انصاری، ابو قتادہ انصاری، رافع بن خدیج، قیس بن سعد بن عبادہ، عثمان بن حنیف انصاری، یزید بن ارقم، عدی بن حاتم، نعمان بن بشیر، معاویہ بن خدیج، جابر بن سمرہ، مالک بن حویرث اور حضرت عبید اللہ بن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عظیم نام شامل ہیں۔

اتنے کثیر اصحاب رسول کا یزید کی دلی عہدی اور پھر اس کی خلافت کے لئے

بیعت کرنا اور رضامند ہو جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یزید کا حقیقی چہرہ اور روپ ہرگز ہرگز وہ نہیں ہے جو تاریخ کی کتب میں بے سند روایات کے زور سے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے..... کہ وہ فاسق و فاجر تھا..... زانی اور شہرانی تھا..... بے نماز اور کھریوں کی محفلوں کا شوقین تھا!

اگر وہ حقیقتاً ایسا ہوتا تو جلیل القدر اصحاب رسول کی اتنی کثیر تعداد کبھی بھی اس کے ہاتھ پر بیعت ولی عہدی اور پھر بیعت خلافت نہ کرتی..... عظیم المرتبہ صحابہ کرام اور مر جاتے مگر ایسے بد کردار کو خلافت، حکومت اور امارت کے عظیم مرتبے پر بیٹھنے نہ دیتے!

مگر آج عوام تو عوام، خواص کے خیالات اور احساسات یزید کے بارے میں علم و حلم کے بجائے تعصب اور غصہ پر مبنی ہیں..... عام لوگ نہ مکمل علم رکھتے ہیں نہ گہری بصیرت..... نہ انہوں نے کبھی تعصب اور غصہ سے ہٹ کر تاریخ و سیرت کا مطالعہ کیا ہے..... نہ غیر جانبدار ہو کر کبھی فکر و تدبر کیا ہے۔

عوام جس معاشرے اور جس ماحول میں پروان چڑھے ہیں اس ماحول میں یزید کی شخصیت قافیہ "پلید" کے ساتھ متعارف تھی..... اور عام لوگ اسے شیطان سے بڑھ کر مردود اور فرعون و ہامان سے بڑھ کر مغرور اور ابوجہل کے ہم پلہ سمجھتے ہیں۔

دشمنان اصحاب رسول کے زہریلے اور منفی پروپیگنڈے سے متاثر اہل سنت کہلانے والوں کا یہ عالم ہے کہ آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق و فجور پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں..... اور وہ یزید کا نام تک سننے کے لئے تیار نہیں.....

سامعین گرامی! آج میں آپ کو راز کی بات بتاؤں..... کہ اصل مقصد یہود اور منافقین اور دشمنان اسلام کا یہ تھا کہ میدان معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی طرح سے

بدنام کر دیا جائے..... ان کو مطعون و مبغوض ٹھہرایا جائے..... ان کی شخصیت کو اس طرح داغ دار کر دیا جائے کہ ہر کوئی ان کا نام سن کر نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ اسلام کی ترویج و ترقی اور دین کی اشاعت کے لئے ان کی خدمات اور کارہائے نمایاں پر پردہ ڈال دیا جائے..... ہر برائی ان کے کھاتے میں ڈال دی جائے اور ان کی ہر خوبی چھپالی جائے۔

مگر وہ لوگ اپنے اس غیث مقصد میں اور زہریلے ارادے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر براہ راست تنقید کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اہل سنت عوام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق براہ راست اپنے دل و دماغ میں نفرت و حقارت کا بیج نہ کر سکتے..... ان کی ذات پر تبر اور تنقید کی پٹاری نہیں کھول سکتے..... اور اس نشانے کو برداشت نہیں کر سکتے جو سیدنا معاویہؓ پر چلایا جائے..... براہ راست معاویہؓ کو گالی، طعن اور تنقید اہل سنت عوام کے لئے قبول کرنا ذرا مشکل ہے۔

اس لئے یہود نے اور منافقین نے کمال چالاکی اور بے پناہ ہوشیاری سے یہ چال چلی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون اور مبغوض ٹھہرانے کا اور ان کے خلاف لوگوں کے ذہنوں کو متفر کرنے کا سب سے بہتر اور آسان راستہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جس بیٹے کو ولی عہد اور جانشین بنایا..... اور خلافت کے لئے نامزد کیا اسے جی بھر کر مطعون اور بدنام کرو..... اسے زانی اور شرابی کے روپ میں پیش کرو..... اسے فاسق و فاجر مشہور کرو..... لوگوں کو بتاؤ کہ وہ ایسا بد کردار تھا جو بہنوں تک سے زنا کیا کرتا تھا..... اسے فرعون، ہامان، نمرود، شاد اور ابو جہل کے ساتھ ملا دو، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ عام مسلمان یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ اگر واقعی شرابی، زانی، بد کردار، بے نماز، بخیروں

کی غلطی کروانے والا اور بد خصلت تھا تو امیر معاویہؓ نے ایسے بد کردار کو خلافت کے لئے نامزد کر کے اور ولی عہد مقرر کر کے امت پر کلمہ ڈھایا اور مسلمانوں پر بد کردار بیٹے کو مسلط کر کے زیادتی اور ظلم کیا..... ان کے اس اقدام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتبہ پرور، العیاذ باللہ خواہشات نفسانیہ کے پیروکار، دنیا دار اور لاپٹی تھے۔

پھر آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ دشمنان اسلام اپنی اس چال میں خاطر خواہ کامیاب ہوئے اور نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ اچھے غامضے پڑھے لکھے اہل سنت عوام میدان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے سخت ناگفتہ بہ خیالات کے اسیر ہیں دشمنان اصحاب رسول نے اس سلسلہ میں ایسی ڈھلی بجائی ہے کہ اہل سنت علماء خطباء شعراء اور کئی منکرین اسلام لاشعوری طور پر قص کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یزید کے فتن و فجور کو مزے لے لے کر بیان کرنے والے داعی عظیم..... اور یزید کے فاسق و فاجر ہونے پر بے سرو پا دلائل تحریر کرنے والے مصنفین اور علماء کرام نے کبھی عمیق اور گہری نظر سے غور کیا ہے کہ یزید اگر واقعی فاسق و فاجر اور بد کردار تھا..... شراب کار سیا اور زنا کا خوگر تھا..... تو اس طرح سیدنا معاویہؓ کا دامن تو داغ دار ہوتا ہی ہے کیونکہ انہوں نے ایک فاسق و فاجر کو ولی عہد بنایا تھا..... بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان سینکڑوں اصحاب رسول کا دامن بھی تار تار ہوتا ہے جنہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر اور بد اعمال و بد کردار شخص کو ولی عہد کی منصب پر رضا و خوشی قبول کر لیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی..... پھر ان ہزاروں جلیل القدر تابعین کے پلے بھی کچھ نہیں رہتا جنہوں نے یزید کو بحیثیت خلیفہ المسلمین قبول کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی!

ایک شبہ کا جواب | اگر کوئی شریف آدمی..... اپنی شرافت اور سادگی

کی بنا پر یا کوئی ہوشیار شخص اپنی چالاکی کی وجہ سے کہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ نے یزید کو ولی عہد بنایا تھا اس وقت یزید فاسق و فاجر اور بد کردار نہیں تھا..... بلکہ اہل ایمان کی طرح نیک اور صالح تھا..... یا یزید کافق و فاجر ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ چھپا ہوا تھا..... اس لئے ان معزز ہستیوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی۔

مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ کے انتقال کے بعد اس کافق و فاجر اور بد اعمالیاں ظاہر ہوئیں تو اس شخصے کا جواب..... سیدنا سادہ جواب یہ ہے کہ پھر ان اصحاب رسول اور تابعین کی پوزیشن کیا ہوگی جنہوں نے وفات معاویہ کے بعد یزید کو بحیثیت خلیفہ المسلمین تسلیم کیا..... اس کے ہاتھ پر بیعت کی..... اور ہر لحاظ سے اس کا ساتھ دیا۔

بلکہ ان صحابہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ہر ممکنہ طریقے سے کوفہ جانے سے روکا..... منتیں کیں، دلائل دیئے..... ماضی میں جھانکنے کا مشورہ دیا اور سمجھایا۔
(اس کی تفصیل میں آگے جا کر بیان کرونگا ان شاء اللہ العزیز)

بزرگو اور دوستو! کیا آپ ایک لمحہ کے لئے تصور کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام باطل کے ساتھ مفاہمت کر سکتے ہیں؟

لہ! بتائیے آپ کا ذہن ایک لمحہ کے لئے مان سکتا ہے کہ قتل کے ڈر سے یا دولت دنیا کے حرص سے مغلوب ہو کر..... یا مال کی چمک کا شکار ہو کر..... یا بزدلی کا مظاہرہ کر کے صحابہ کرام ایک بد کردار اور نااہل شخص کی بیعت کر سکتے ہیں؟ کیا آپ یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کا کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے، دنیا کے عہدے کے لئے..... یا دولت دنیا کمانے کے لئے اور مال و زر کے لالچ میں مبتلا ہو کر اسلام اور دین کے اصول اور قوانین کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا ہے؟

کوئی ایمان دار شخص اور قرآن کا طالب العلم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا
 بدر و احد کے مجاہدین خندق و خنین کے غازی خیبر و تبوک
 کے شہسوار مکہ کے مہاجرین اور مدینے کے انصار صلح حدیبیہ کے
 موقع پر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کی سند پانے والے فتح مکہ کے خوش نصیب
 باطل سے مفاہمت کر لیں؟ ناممکن بدکردار شخص کی بیعت کر لیں؟
 ناممکن فاسق و فاجر شخص کو امت پر مسلط کر دیں، ناممکن.....

ہمارا ذہن ہمارا ضمیر، ہمارا وجدان ہماری سوچ یہ ماننے کے لئے ہرگز تیار
 نہیں وہ ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ اور رفیع الشان لوگ تھے جن کے
 ایمان کی پختگی، یقین کی مضبوطی، تقویٰ و طہارت کی خوبی، صدق و امانت اور رشد
 و صالحیت کی بلندی کی گواہی قرآن نے دی ہے! اور کئی مقامات پر دی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
 رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ
 کفار پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ
 وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ
 هُمُ الرَّشِدُونَ ﴿٥﴾ (حجرات)

(لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور
 ایمان کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر و فسوق اور نافرمانیوں
 کی تمہارے دل میں نفرت ڈال دی یہی لوگ نیک چلن ہیں۔)

ایک اور جگہ فرمایا:

لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ وَأَوْلِيكَ لَهُمُ الْخَيْرُ وَأَوْلِيكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٩﴾ (حجرات)

لیکن اللہ کے رسول نے اور اس رسول پر ایمان لانے والوں نے
اپنے مال و جان سے جہاد کیا انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور
وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر مہاجرین صحابہ اور انصار کو تذکرہ کرنے کے بعد
فرمایا:

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ
(انفال: ۷۴)

وہی پختہ اور سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔
ان قرآنی ارشادات کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کیجئے..... اگر یزید کو ولی عہد
بنائے جانے کی تجویز مفاد پرستی پر مبنی ہوتی..... یا یزید اس عہدے کے لائق اور
مناسب نہ ہوتا..... یا اس میں شرعی اور اخلاقی برائیاں ہوتیں..... اگر یزید
بدکردار اور بد اعمال ہوتا..... یا یزید کی ولی عہدی کی نامزدگی اسلام کی اور رسول
رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بغاوت پر مبنی ہوتی..... تو پھر قرآنی
شخصیات..... اُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ..... اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ،
اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ اور اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کے اعزاز پانے
والے یہ لوگ کسی حال میں بھی اس کی ولی عہدی اور خلافت پر رضامند نہ ہوتے۔
تاریخ و سیرت کی کتابیں اٹھالیں وہاں آپ کو کئی واقعات ملیں گے

..... اور کئی مواقع نظر آئیں گے کہ صحابہ کرام کی قدوسی جماعت نے دین و ایمان اور شریعت کے خلاف کسی بھی کام کو مسلمات پندی کے پیش نظر برداشت نہیں کیا..... انہوں نے باطل سے کبھی بھی مفاہمت نہیں کی..... وہ باطل کے سامنے نہ کبھی دبے اور نہ جھکے اور نہ بکے..... انہوں نے حبان کی بازی لگا دی..... مال و اولاد کی پرواہ نہیں کی..... وطن اور گھریلو کی محبتیں لٹا دیں..... ان کے لئے سب کچھ برداشت تھا مگر باطل سے مفاہمت کسی طور گوارا نہیں تھی۔

صحابہ کرام ہی تو ایسے صاحبِ عرویت لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کھلے طور پر اعلان فرمایا کہ وہ دینی معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی خوف کی پرواہ نہیں کرتے۔

(مائتہ)

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ

اس لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر یزید کی ولی عہدی اور بیعت میں کوئی دینی ستم ہوتا..... مذہبی قباحت ہوتی..... یا یہ خلاف شریعت ہوتی تو پھر اصحابِ پیغمبر کی قدوسی جماعت اور ان کی پیروی میں جلیل القدر تابعین جان دے دیتے مگر اس غلط اقدام کے سامنے سر تسلیم خم ہرگز ہرگز نہ کرتے!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا موقف | اس حقیقت سے انکار ممکن

نہیں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں یزید کی بیعت نہیں کی (بعد میں کوفہ کے احباب کی ننداری کا راز کھلا تو بیعت کے لئے آمادگی ظاہر فرمائی مگر کوئی ننداروں نے آپ کو دمشق نہ جانے دیا اور کر بلا نامی جگہ پر انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید کر دیا) (اس کی تفصیل میں ان شاء

اللہ بیان کرونگا)

مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ سیدنا حمینؑ کا یزید کی بیعت سے انکار اس لئے نہیں تھا کہ وہ اسے فاسق و فاجر جانتے تھے اور اسے بدکردار سمجھتے تھے۔

آج کوئی شخص اپنی تحقیق کی بناء پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت سیدنا حمین رضی اللہ عنہ یزید کو زانی، شرابی اور فاسق و فاجر سمجھتے تھے اور اس وجہ سے انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا اور اپنے گھر بار کو لیکر اس کے خلاف نکلے تھے..... تو ہمارے خیال میں اس شخص کی یہ تحقیق مزید تحقیق کی متمنی ہے۔

ورنہ تو یقین جاسنے کہ حضرت سیدنا حمین رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک خطبہ، کوئی ایک تقریر، کوئی ایک بیان، ان کی نجی مجلس کی گفتگو یا کوئی ایک ارشاد تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں میں موجود نہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ یزید چونکہ شرابی و زانی ہے، فاسق و فاجر ہے..... اس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا ہے..... اور شریعت اسلامیہ کا طیہ بگاڑ دیا ہے اس لئے میں اس کے خلاف جہاد کرنے کے لئے جارہا ہوں یا تو یزید سیدھا ہو جائے گا ورنہ میں اقتلہ اس سے چھین لوں گا۔

میں بڑے وثوق سے اور پورے یقین سے کہتا ہوں کہ سیدنا حمین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کا ایک ارشاد اور ایک بیان بھی ایسا نہیں ہے جس میں یزید کے کردار کے متعلق کچھ کہا گیا ہو..... جس میں یزید کو فاسق و فاجر کہا گیا ہو!

ہاں اس کے برعکس احادیث، تاریخ و سیرت اور انساب کی کتب میں بھی جلیل اللہ صاحب رسول کے متعلق ملتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت بخوشی و رضا کی اور اپنی محفلوں میں اس کی تعریف بھی فرمائی۔

امام الانبیاء علی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور مفسر قرآن صحابی حضرت پچھو نا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یزید کی نیکی کاری اور صلاحیتوں کے معترف نظر آتے

میں..... وہ گا ہے گا ہے دمشق میں امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی دن تک ان کے ہاں مقیم رہتے تھے..... وہاں وہ یزید کے حالات اور زندگی کے معمولات کا مشاہدہ بھی فرماتے ہوئے۔

دوسرے صدی کے مشہور مؤرخ علامہ بلاذریؒ نے السداہنی کے حوالے سے حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

کہ جب قاصدا میر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لیکر آیا تو ہم مکہ مکرمہ میں تھے۔ ہم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے وہ بھی اس وقت مکہ میں تھے۔ ہم نے کہا..... یَا ابْنَ عَبَّاس جَاءَ الْبَرِيدُ بِمَوْتِ مُعَاوِيَةَ..... (قاصدا میر معاویہؓ کے انتقال کی خبر لایا ہے) یہ خبر سن کر وہ بڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر دعا مانگتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اَوْسِعْ مُعَاوِيَةَ..... میرے مولا! معاویہؓ پر اپنی رحمت کو وسیع فرما دے۔

پھر فرمایا:

وَاللّٰهُ مَا كَانَ مِثْلُ مَنْ قَبْلَهُ وَلَا يَأْتِي بَعْدَهُ مِثْلَهُ
اللہ کی قسم وہ ان لوگوں کی مثل تو نہیں تھے جو ان سے پہلے گذر چکے
مگر ان کے بعد ان جیسا آنے والا بھی کوئی نہیں!
وَإِنَّ ابْنَهُ يَزِيدَ لَيَنْ صَالِحِي أَهْلِهِ فَأَلْزِمُوا حُجَّالِ سَكْمُ
وَاعْظُوا ظَاعِنَكُمْ وَبَنِعَتَكُمْ

بے شک ان کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے نیک اور صالح لوگوں میں

سے ہے لہذا تم اپنی جگہ بیٹھے رہو..... اطاعت کو لازم پکڑو اور بیعت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ خالد بن العاص مکہ کے گورنر کا قاصد
آگیا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیعت یزید کے لئے بلا بھیجا
..... فَمَطَّطِي قَبَائِلَ عِصْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ تَشْرِيفَ لِيْ هُنَا
بیعت کر لی۔ (انساب الاشراف بلاذری: صفحہ ۳: جلد: ۴)

الامامة والسياسة میں یہ روایت اس طرح آئی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اِنَّ اَبْنَهُ يَزِيْدُ لَخَيْرٌ اَهْلًا لِّهِ (الامامة والسياسة ۲۱۳ ص: ۱)

اللہ کی قسم ان کا بیٹا یزید ان کے گھرانے میں بہتر اور اچھا ہے۔

میری اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یزید کی
ولی عہدی پر اور بعد ازاں اس کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا..... بلکہ وہ
دوسرے لوگوں سے بھی کہہ رہے ہیں کہ یزید کی بیعت اور اطاعت تم پر لازم ہے اور
یزید کی قابلیت، خلافت کی اہلیت اور عملی زندگی کی صلاحیت کے بھی قائل
تھے..... اسی بنا پر انہوں نے خود بھی بیعت کر لی تھی۔

ان کی بیعت کا تذکرہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔

(دیکھئے البدایہ والنہایہ ۱۳۸ جلد: ۸) (ابن اثیر ۸ جلد: ۴)، (طبری ۲۵۴ جلد: ۴)

آئیے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد ایک دوسرے
بزرگ اور معمر بلکہ اس وقت کے شیخ الصحابہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

بات بھی آپ کو سناؤں..... کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ کی وفات کے بعد
یزید کے ہاتھ پر بیعت کی یا نہیں کی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا
فَلَمَّا جَاءَتْ بَيْتَ الْبَيْعَةِ مِنَ الْأَمْصَارِ بَايَعَ ابْنُ عُمَرَ مَعَ
الثَّانِي - (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۸۸ جلد: ۸)

جب دوسرے شہروں سے بیعت کی اطلاعیں آنے لگیں تو سیدنا ابن
عمرؓ نے بھی مدینہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بیعت کر لی۔

میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک استہائی خوبصورت ارشاد آپ کو سنانا
چاہتا ہوں جو تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں نہیں بلکہ اہلسنت کی مشہور کتاب بخاری
میں ہے..... سنئے اور پھر غور فرمائیے۔

جب مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مطہر اور
حضرت عبد اللہ بن مظاہ کی تحریک پر بغاوت کی اور یزید کی بیعت
توڑ دی..... تو اس وقت سیدنا ابن عمرؓ نے اپنے خاندان کے
لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَنْصِبُ
لِكُلِّ غَادِرٍ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر
غداری کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا (یعنی علامتی نشان)
نصب کر دیا جائے گا۔

إِنَّا بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنَّا
لَاَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يَبَايَعَ رَجُلًا عَلَى بَيْعِ اللَّهِ

وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَنْصِبُ لَهُ الْقِتَالَ -

ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے اور میری نظر میں اس سے زیادہ بد عہدی اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے پھر اس کے خلاف آمادہ جنگ ہو۔

وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْكُمْ خَلَعَهُ وَلَا تَابَعَ فِي هَذَا الْأَمْرِ إِلَّا كَانَتْ الْفَضْلُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ - (بخاری ۱۰۵۳ ص ۲)

اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا وہ بد عہدی کرنے والوں کی پیروی کرنے لگ گیا تو پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہیگا!

مسلم کی روایت: اسی سے ملتی جلتی ایک روایت ابن مسعود کی ایک دوسری معتبر کتاب مسلم میں ہے..... ذرا اسے بھی سنئے۔

مدینہ منورہ میں یزید سے بغاوت کرنے والوں کی قیادت حضرت عبد اللہ بن مطیع اور حضرت عبد اللہ بن حنظلہ کے ہاتھ میں تھی..... اس دوران سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مطیع کے ہاں پہنچے..... انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اکرام فرمایا اور ان کے لئے منہ بچھانے کا حکم دیا..... حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ صرف امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سنانے آیا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے حدیث بیان فرمائی:

يَقُولُ مَنْ خَلَعَ مِنْ طَاعَةِ لِقَىٰ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ

لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَيِّتَةً
جَاهِلِيَّةً (مسلم ۱۳۲ ص: ۲)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عہد اطاعت کر کے
اسے توڑ دے وہ قیامت کے دن اللہ رب العزت سے اس حال
میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس
حال میں مر گیا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو تو جاہلیت کی
موت مرا!

جس دور میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیعت یزید توڑنے والوں کو امام
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا کر ڈرا رہے ہیں اور انہیں تلقین کر رہے ہیں کہ
بیعت کرنے کے بعد اسے توڑ دینا غداری کے زمرے میں آتا ہے۔
اس دور اور اس زمانے میں سیدنا ابن عمرؓ کے علاوہ اور دوسرے بھی صحابہ
کے علاوہ خاندان علی ابن طالب کے افراد اور اہل بیت نبوتؐ کے افسر اور بھی یزید کی
بیعت پر قائم رہے اور بیعت توڑنے والوں کی مخالفت کرتے رہے۔
حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں تحریر
فرماتے ہیں۔

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَجَمَاعَاتُ أَهْلِ بَيْتِ النَّبُوَّةِ
مِمَّنْ لَمْ يَنْقُضِ الْعَهْدَ وَلَا تَابَعَ أَحَدًا بَعْدَ بَيْعَتِهِ لِيَزِيدَ
..... وَلَمْ يَخْرُجْ أَحَدٌ مِّنْ آلِ أَبِي طَالِبٍ وَلَا مِّنْ بَيْتِ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَتَاكَ الْحَرَّةَ - (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد: ۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اہل بیت نبویؐ ان لوگوں میں سے ہیں
جنہوں نے یزید کی بیعت کو نہیں توڑا تھا اور نہ یزید کی بیعت کے

بعد کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آل ابی طالب (یعنی
 خاندان علیؑ) اور بنو عبد المطلب میں سے کسی نے بھی ایام حرہ
 میں یزید کے خلاف خروج نہیں کیا۔

(ایام حرہ کے بارے میں ممکن ہے کچھ گھٹکوں میں آئندہ کروں)

سامعین گرامی! قدر! میرے پیش کردہ دلائل اور حوالہ جات سے یہ حقیقت روز
 روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگئی ہوگی کہ جلیل اللہ اور رفیع المرتبہ صحابہ کرام نے بخوشی
 و رضائید کی بیعت کر لی تھی..... اور یہ بیعت اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے
 طور پر ہوئی..... انہوں نے یزید کو اس منصب کا اہل سمجھ کر بیعت کی تھی
 اسی لئے جب حرہ کے دنوں میں کچھ لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ دی تو سیدنا
 ابن عمرؓ، خاندانہ علی بن ابی طالب، بنو عبد المطلب اور خاندان نبوت کے افسر ادا نے
 لوگوں کو بیعت توڑنے سے روکا بھی اور خود بھی تادم آخر اس بیعت پر قائم رہے۔

محمد بن علیؑ المعروف بہ حنفیہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے عظیم
 المرتبہ صحابی کی گواہی آپ بن چکے ہیں..... سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی
 اور پھر یزید کی صفائی کے متعلق بھی میں عرض کر چکا ہوں۔

آئیے ایک اور شہادت..... سچی اور حقیقی شہادت آپ کے سامنے پیش
 کرنے کی سہادت حاصل کروں۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند ارجمند ہیں جن کا
 نام انہوں نے محبت سے اپنے محبوب پیغمبر کے نام پر ”محمد“ رکھا۔

تاریخ نے کلمہ ڈھایا اور اسے ابن حنفیہ کے نام سے معصوف کر دیا
 گیا..... حالانکہ حنفیہ ان کی والدہ کا نام بھی نہیں بلکہ حنفیہ ایک قبیلے کا نام ہے جس
 کے ساتھ ان کی والدہ محترمہ کا تعلق تھا۔

اسے محمد بن علی کے بھائے محمد بن حنفیہ مشہور کیا گیا..... اس لئے کہ یہ یزید کے حامی تھے اور کربلا جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور آخر دم تک یہ یزید کی بیعت پر قائم و دائم رہے! (البدایہ والنہایہ ۱۶۵ جلد: ۸)

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے دونوں بیٹوں حسین کریمین کو وصیت کی تھی کہ محمد تمہارے حقیقی بھائی کی مانند ہے اس کا خیال رکھنا کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (ابن اثیر ۳۲۹ جلد: ۳)

عمدة المطالب کے مصنف نے لکھا:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْفِيَّةِ أَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ
وَالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ وَالشَّجَاعَةِ وَهُوَ أَفْضَلُ وَلَدِ عَلِيٍّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَنِ۔

محمد بن حنفیہ علم و زہد میں اور عبادت و شجاعت میں ایک بلند ترین شخصیت تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے بعد سب سے افضل تھے۔

(عمدة المطالب فی انساب آل ابی طالب ص: ۳۵۲)

واقعہ کربلا کے تقریباً تین سال بعد..... یزید کی خلافت کے آخری دور میں..... واقعہ حرہ کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مطیع..... حضرت محمد بن حنفیہ کے ہاں آئے اور ان پر زور دیا کہ وہ یزید کی بیعت توڑ کر ہمارا ساتھ دیں۔ حضرت محمد بن حنفیہؑ نے بیعت توڑنے اور اس معاملہ میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا! آپ بیعت کیوں نہیں توڑتے حالانکہ یزید شراب پیتا

ہے..... نماز کا تارک ہے اور قرآن کے احکامات کو توڑتا ہے۔

اس کے جواب میں سیدنا علی بن ابی طالب کے ہونہار فرزند اور حسین کریمینؑ

کے پیارے بھائی محمد بن حنفیہ نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

مَا رَأَيْتُ فِيهِ مَا تَذَكَّرُونَ وَقَدْ حَضَرْتُهُ وَاقَمْتُ عِنْدَهُ
فَرَأَيْتُ مُوَاطِبًا عَلَى الصَّلَاةِ مُتَعَرِّيًا لِلْخَيْرِ يَسْأَلُ عَنِ
الْفِقْهِ مُلَازِمًا لِلسُّنَّةِ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۲ جلد ۸)

میں نے یہ میں وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم بیان کر رہے ہو (یعنی شرابی بے نماز ہے) میں خود اس کے پاس گیا ہوں میں نے اس کے ہاں قیام بھی کیا ہے میں نے تو اس کو نماز کا پابند، نیک کاموں کا مستلشی، فقہی مسائل دریافت کرنے والا اور سنت نبویؐ کا پیرو کار پایا ہے۔

عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی کہنے لگے..... یہ سب کچھ اس نے آپ کو دکھلانے کے لئے کیا ہوگا۔

محمد بن حنفیہ نے فرمایا:

اسے مجھ سے کیا خوف اور لالچ تھا..... اسے کیا ڈر تھا اور مجھ سے کیا طمع تھی کہ اس نے یہ سب کچھ میرے دکھلانے کے لئے کیا؟ تم جو اس کی شراب نوشی کے بارے میں کہہ رہے ہو..... کیا اس نے تمہیں دکھا کر شراب پی ہے اور تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے تو پھر تم بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہو گے اور اگر تم نے اسے شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا تو پھر تمہارے لئے جائز نہیں کہ بغیر

جانے شہادت اور گواہی دو۔

وہ لوگ کہنے لگے:

اگرچہ ہم نے شراب پیتے ہوئے آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر ہے یہ
حقیقی اور سچی بات!

حضرت محمد بن حنفیہؓ نے فرمایا

اللہ رب العزت گواہی دینے والوں کی بات اس طرح قبول
نہیں کرتا..... بلکہ قرآن تو کہتا ہے۔

إِلَّا مَنِ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (زخرف ۸۶)

ہاں مگر جو لوگ گواہی دیں علم یقین کے ساتھ (ان کی گواہی معتبر ہے)
جاؤ چلے جاؤ میں اس معاملے میں تمہارا ساتھی بننے کے لئے تیار
نہیں ہوں!

وہ حضرات کہنے لگے:

شاید آپ اس بات کو ناپسند کر رہے ہیں کہ قیادت و سیادت کسی اور
کو ملے..... اگر یہ بات آپ کے ذہن میں ہے تو ہم آپ کو اپنا
قائد مانتے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

تم جس مقصد کے لئے قتال و جدال کرنا چاہتے ہو میں سرے سے
اس کو جائز ہی نہیں سمجھتا اس میں قائد بننے کی یا کسی کا متبوع بننے کی
ضرورت ہی کیا ہے؟

وہ لوگ کہنے لگے:

آپ اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مل کر یزید کے والد کے

ساتھ بھی تو جنگ کر چکے ہیں حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
جواب میں فرمایا:

تم میرے والد جیسا کوئی آدمی اور جن سے انہوں نے جنگ کی تھی
اُن جیسے لوگ تو ساتھ ملا کر دکھاؤ پھر میں بھی تمہارے ساتھ مل
کر جنگ کرنے کیلئے تیار ہوں۔

وہ لوگ کہنے لگے

چلئے آپ خود اس معاملے سے الگ رہیں اور جنگ نہ کریں مگر
اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیں کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ
دیں۔

محمد بن حنفیہؓ نے جواب میں فرمایا:

تم کیسی بات کر رہے ہو..... میں اگر انہیں تمہارے ساتھ بھیجوں
تو یہ بھی خود میری جنگ کرنے کے برابر ہے۔

عبداللہ بن مطع کہنے لگے

اچھا آپ خود جنگ میں شریک نہ ہوں..... لیکن یزید کے
خلاف لوگوں کو آمادہ تو کریں۔

آپ نے فرمایا

یہاں سے چلے جاؤ..... کیا میں لوگوں کو اس چیز کا حکم دوں جس
کو میں خود کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۲ جلد: ۸)

سامعین گرامی قدر! حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ایک
مرتبہ پھر غور فرمائیے..... یہ ریمارکس یزید کے ایک ہم عصر کے ہے

..... اور ہم عصر بھی ایسا جو سرزندہ عسلی ہے..... اور برادر حسین کریمین
 ہے..... وہ کہہ رہے ہیں اور بھرے مجمع میں سب لوگوں کے سامنے کہہ رہے ہیں
 کہ میں یزید کے ہاں کئی مرتبہ گیا ہوں..... وہاں کئی کئی دن تک رہا ہوں
 میں نے وہاں رہ کر یزید کے شب و روز دیکھے ہیں..... اس کے
 حالات دیکھے ہیں..... میں نے اس کے اندر وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم بیان کر
 رہے ہو۔

میں نے تو یزید کو دین دار، خدا ترس، پختہ نمازی، اتباع رسول کا حریص اور
 علمی مجالس قائم کرنے والے پایا ہے۔

حضرت محمد بن علی کے ایسا بیان کے مقابلے میں بعد میں آنے والوں کی سنی
 سنائی اور بنی بنائی اور گھڑی گھڑائی باتیں قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

حقیقت یہ ہے اور یہی بات یہ ہے اور دلائل سے یہی بات ثابت کہ یزید کے
 فسق و فجور کے افسانے..... اور اس کی بد کرداری کی داستانیں یا لوگوں کی
 اختراع ہے..... سب جھوٹ ہے..... ورنہ.....

یزید اگر فاسق و فاجر اور بد کردار ہوتا تو سینکڑوں اصحاب رسول اور ہزاروں
 جلیل القدر تابعین اس کے ہاتھ پر بیعت کبھی نہ کرتے!

یزید اگر فاسق و فاجر اور دشمن دینوتا تو ۵۱، ۵۲، ۵۳ھ میں مسلسل تین سال
 سینکڑوں اصحاب رسول، ہزاروں تابعین اس کی امارت میں فریضہ حج ادا نہ کرتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَجَّ بِالنَّاسِ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فِي سَنَةِ إِحْدَى وَخَمْسِينَ

وِثْنَتَيْنِ وَخَمْسِينَ وَثَلَاثَ وَخَمْسِينَ

(البدایہ والنہایہ صفحہ: ۲۲۹ جلد ۸)

یزید نے ۵۱، ۵۲، ۵۳ ہجری میں لوگوں کو حج کرایا۔
لوگو! یزید اگر فاسق و فاجر ہوتا تو جہاد قسطنطنیہ میں سینکڑوں اصحاب شہید اور
ہزاروں تابعین اس کی قیادت و امارت میں اس کی سپہ سالاری اور کمان میں جہاد
کے لئے نہ جاتے اور اس کی امامت میں نمازیں ادا نہ کرتے۔

(الہدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۱)

یزید اگر بدکردار اور دشمن دین ہوتا تو قسطنطنیہ کے جہاد کے سفر میں میزبان
رسول حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے لئے جید صحابہ کرام اسے
امامت کے لئے آگے نہ بڑھاتے! (الہدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۵۸)

یزید اگر فاسق و فاجر ہوتا تو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی لخت جگر ام محمد کا نکاح اس کے ساتھ کیوں
کرتے؟ (جمہور الانساب صفحہ ۶۲)

تعجب بالائے تعجب بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ یزید کافق و فجور..... اور
بدکرداری نہ صحابہ کو نظر آئی..... نہ یزید کی بد اعمالیاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے
دیکھیں..... نہ اس کافق و فجور ہزاروں تابعین کو نظر آیا..... نہ یزید کافق
و فجور اس زمانے کے ہزاروں تبع تابعین کو نظر آیا۔

لے دے کے یزید کافق و فجور اور اس کی بدکرداریاں نظر آئیں تو صرف لوط
بن یحییٰ کو نظر آئیں..... اس نے بلائند یزید کی کردار کشی کی..... بعد
میں آنے والے ہر طبقہ کے لوگ آنکھیں بند کر کے لوط بن یحییٰ کی زبان بولنے
لگے اور یزید کو پلید اور بلادلیل فاسق و فاجر کہنا شروع کر دیا اور آج تک کہتے
آ رہے ہیں!

یہ بات میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں براہ راست یزید سے کوئی دلچسپی نہیں

ہے..... اور یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھیے کہ دشمنان صحابہ کا مقصد بھی یزید دشمنی نہیں ہے بلکہ یزید کی آڑ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سینگڑوں اصحاب رسول اور ہزاروں تابعین (جنہوں نے یزید کو ولی عہد مان لیا اور بیعت کر لی) پر تبرا کرنا، ان کے دامن کو داغ دار بنانا..... انہیں ہوس پرست، دنیا دار اور دین سے بے پروا ثابت کرنا مقصود ہے۔

ہمارا احساس تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول کی عورت و حرمت اور عظمت و آبرو کی وجہ سے تڑپ اٹھتا ہے۔

اور یقین جاسنے! سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و حرمت ہمیں اس لئے پیاری نہیں کہ وہ اموی تھے..... بلکہ انکی آبرو اور عورت ہمیں اس لئے محبوب ہے کہ وہ صحابی رسول ہیں..... کاتب وحی ہیں، فاتح شام و قبرص ہیں رسول رحمت کے برادر نسبتی ہیں، اسلامی بحری بیڑے کے موجد ہیں۔ پہلے بحسبہ لشکر کے سالار ہیں، صدیق و عمرؓ کے وزیر عثمانؓ کے معتمد علیہ گورنر اور سیدنا عسلیؓ کے ویر ہیں..... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہادی و مہدی ہونے کی دعائیں دیں..... اور ان کی بصیرت اور حلم کو سراہا۔

یزید کی آڑ لیکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنا..... اور سینگڑوں اصحاب رسول کے دامن کو داغ دار کرنا ہر لحاظ سے غلط ہے!

البتہ یزید کی منتقبت اور بے مثال تعریف..... اہلسنت کی حدیث کی معتبر کتاب بخاری کے اوراق میں آئی ہے..... بخاری کی اس حدیث کو دیکھ اور پڑھ کر ہم تو یزید پر لعنت کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان مہربانوں کو بھی خیر خواہانہ مشورہ دینگے..... جو بخاری کے مقام اور عظمت کے قائل ہیں کہ وہ یزید پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھولیں!

بخاری الملت کے ہاں حدیث کی مستند کتاب ہے..... بخاری کی اس روایت کے مقابلے میں جو روایات پیش کی جائیں گی وہ نامقبول ہونگی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ بخاری کی روایت کی مذکور اور مخالف روایات کی سند مضبوط ہے۔

بڑے تعجب اور انتہائی حیرت کی بات ہے کہ بخاری کی روایت کے مطابق تو امام الانبیاء پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی اور یزید کے مغفور ہونے کی خبر دیں اور پیش گوئی فرمائیں..... مگر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا دعویٰ کرنے والے..... اور بخاری کی عظمتوں کا گیت گانے والے تاریخ کی بے سند، موضوع اور من گھڑت روایات کا سہارا لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے پھر یں اور یزید کو شیطان اور فرعون سے ملا کر اس پر لعنت کا وظیفہ پڑھتے رہیں!

جہادِ قسطنطنیہ | میں یہ حدیث پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خالہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر بھی بکھی دوپہر کے وقت قیام فرمایا کرتے تھے..... ایک دن آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے..... سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ان ایمان افروز مناظر کا ذکر فرمایا..... جو مناظر خواب میں آپ کو دکھلائے گئے ہیں (اور اتنی بات تو آپ کو معلوم ہے کہ انبیاء کے خواب بھی قطعی ہوتے ہیں اور وحی کا درجہ رکھتے ہیں..... رُؤِیَا الْاَنْبِیَاءِ وَنَحْمِ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۵) پھر آپ نے فرمایا:

اَوَّلَ حَنْبِشٍ مِنْ اُمَّیِّیْنَ یَغْزَوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوا

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا ان کے لئے جنت

واجب ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے قَدْ اَوْجَبُوا کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا وَجَبَتْ لَهُمْ بِهِ الْجَنَّةُ یعنی ان سب مجاہدین کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (فتح الباری)

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ اَنَا فِيهِمْ..... میں ان میں شامل ہوگی؟
آپؐ نے فرمایا..... اَنْتِ مِنْهُمْ..... تم ان میں سے ہوگی۔

بخاری ج: ۱ ص: ۳۹۲ کی روایت میں ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے اس لشکر کے جنتی ہونے کی خوشخبری سن کر عرض کیا:

اَذْعُ اللَّهُ اَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَدْ عَالَهَا

یا رسول اللہ! آپؐ میرے لئے دعائیں فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے..... آپؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی!

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَوَّلُ جَنَّتِي مَنْ اُمِّي يَغْزُونَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ
لَهُمْ۔

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا ان سب کی مغفرت مقدر ہو چکی ہے۔

بخاری کے شارح علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ قیصر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد رومی سلطنت کا دار الحکومت قسطنطنیہ ہے!
(بخاری میں یہ روایت تقریباً سات جگہوں پر آئی ہے۔)

(بخاری: جلد: ۱ ص: ۴۱۰) (بخاری: جلد: ۱ ص: ۳۹۲) (بخاری: جلد: ۲ ص:)

(۱۰۶۹) (بخاری: جلد: ۱، ص: ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۹)

آئیے دیکھتے ہیں کہ جن دو خوش نصیب لشکروں کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی اور مغفور ہونے کی خوشخبریاں دیں ہیں..... وہ لشکر کس کی قیادت و سرکاری میں روانہ ہوئے اور اس نبوی پیشین گوئی کا مصداق ٹھہرے۔

شارح بخاری ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح

الباری میں فرمایا:

قَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ
مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِيُزَيْدٍ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا
مَدِينَةَ قَيْصَرَ

اس حدیث کے بارے میں محدث مہلب فرماتے ہیں کہ اکمیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور اس حدیث میں ان کے بیٹے (یزید) کی تعریف ہے کیونکہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر اسی نے حملہ کیا تھا۔

کیا اس حقیقت سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پہلا اسلامی بحری بیڑہ جس میں سینکڑوں کے حساب سے کشتیاں تھیں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا اور ۲۸ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت اور سپہ سالاری میں پہلا لشکر بحری جہاد کے لئے سمندر پار قبرص پر حملہ آور ہوا اور فاتح بن کر پلٹا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فَخَرَجْتُ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا
رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا أَنْصَرَفُوا مِنْ

عَزَّوَجَلَّ قَافِلِينَ فَتَزَلُّو الشَّامَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْنَا دَابَّةً
لِتَرْكِبَهَا فَصَرَ عَنْهَا قِمَاتٌ

(بخاری جلد ۱، صفحہ: ۳۹۱، البدایہ النہایہ جلد: ۶، صفحہ: ۲۲۲)

حضرت ام حرامؓ اپنے خاوند عبادہ بن صامت کے ہمراہ سمندر پار گئیں جب وہ
لوگ جہاد سے فارغ ہو کر شام واپس پہنچے تو سیدہ ام حرامؓ سواری کے جانور سے گر کر
شہید ہو گئیں!

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جس دوسرے لشکر کا اور اس میں
شامل ہونے والوں کے مغفور ہونے کا تعلق ہے تو اس خوش قسمت لشکر کی روانگی
امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اور اس لشکر کا سالار
اور کمانڈران کا بیٹا یزید تھا!

علاوہ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ ج: ۸، ص: ۲۲۷ میں لکھا ہے:

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا تو زبان
نبوت سے اس لشکر کے مغفور ہونے کی بشارت یزید نے اپنے والد محترم سے خود
درخواست کی تھی کہ اس مقدس اور انتہائی اہم لشکر کی امارت کی ذمہ داری کا شرف مجھے
بخشا جائے!

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے ان جذبات کو دیکھتے ہوئے قسطنطنیہ
پر حملہ آور ہونے والے پہلے لشکر کی قیادت و امارت کی ذمہ داری اسے سونپ دی!

بخاری کے متن میں موجود ہے (کسی تاریخ یا بے سند کتاب میں نہیں) ذرا سنئے:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ فَتَحَتْهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ
الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي عَزْوَتِهِ الَّتِي تُؤْتَى فِيهِمَا وَيَزِيَّا، بَنُو مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمَا

بَارِئُ الرُّؤْمِ (بخاری ص ۱۵۸)

محمود بن الربیع فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں (میزبان رسول) ابویوب انصاری بھی موجود تھے اسی غزوہ قسطنطنیہ میں ان کی شہادت ہوئی اور اس لشکر کے امیر معاویہ کے بیٹے یزید تھے!

سامعین گرامی قدر! حضرت محمود بن الربیع کا یہ ارشاد بخاری کے متن میں موجود ہے..... کہ جس غزوہ میں حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ ہوئی ہے..... اس غزوہ میں مسلمانوں کے لشکر کی قیادت و سپہ سالاری سیدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں تھی..... بخاری کے اس قول کو ترک کر کے تاریخ و سیرت کی بلا سند روایات کو قبول کر کے یہ کہنا کہ اس مغفور لشکر کا سالار یزید نہیں بلکہ کوئی اور تھا سراسر بے انصافی اور حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے! قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر سمندری راستے سے لشکر اسلام کا یہ حملہ ۴۹ھ کا واقعہ ہے جو نبی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کشی کا حکم دیا تو عالم اسلام میں رہنے والے مسلمان اس مغفور لشکر میں شمولیت کے لئے دیوانہ وار دوڑ پڑے..... اس لئے کہ اس لشکر کے شرکاء کے لئے مغفرت کی بشارت صحابہ کرام نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی..... اب جب مغفرت اور جنت کے دروازے کھلنے کا وقت آیا تو تمام لوگ ایمان کی شمعیں اپنے سینوں میں روشن کئے دمشق کی طرف چل نکلے۔

اس مغفور لشکر میں شمولیت کھیلنے میزبان رسول سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ جن کی عمر اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی..... وہ بھی دمشق پہنچے..... اگرچہ عمر کے اعتبار سے جہاد کے قابل نہیں تھے مگر جب جنت سامنے آئی تو بڑھاپا ان کا

راستہ نہ روک سکا۔ اس مغفور لشکر میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہونہار فسر زند
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ..... عشرہ مبشرہ میں شامل سیدنا زبیر بن عوام کے لائق
ترین فرزند عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ..... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا
زاد بھائی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ..... عبد اللہ بن جعفر..... عبد
اللہ بن جابر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری ج: ۱۴ ص: ۱۹۸ میں اور علامہ ابن
حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ج: ۶ ص: ۱۰۳ میں لکھا ہے:

إِنَّ يَزِيدَ بْنَ مَعَاوِيَةَ غَزَا بِلَادَ الرُّومِ حَتَّى بَلَغَ
قُسْطَنْطِينَ وَمَعَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ سَادَاتِ الصَّحَابَةِ
مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو أَيُّوبَ
الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَتْ وَفَاةُ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ هُنَاكَ
قَرِيبًا مِنْ سُوءِ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَقَبْرُهُ هُنَاكَ۔

یزید بن معاویہ رومی علاقوں میں مصروف جہاد رہا یہاں تک کہ وہ
قسطنطنیہ تک جا پہنچا، اس کے ساتھ اکابر صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی
جس میں سیدنا ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابو ایوب انصاریؓ
شامل ہیں اسی جہاد میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال
ہوا اور شہر کی فصیل کے نزدیک وہیں ان کی قبر منور بھی ہے!

علامہ عسقلانیؒ نے فرمایا:

قُسْطَنْطِينَ بِرُءُوسِ سَبْعِ جِهَادِ مَعَاوِيَةَؓ كَيْفَ يَزِيدُ نَعْمًا اس کے
ساتھ بڑے بڑے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں عبد اللہ بن عمرؓ،
عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوبؓ

انصاری (رضوان اللہ علیہم اجمعین) شامل تھے۔

(حاشیہ بخاری ص ۴۱۰)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

بڑے بڑے اصحاب رسول کی ایک بڑی تعداد یزید کے ساتھ روانہ ہوئی اور یزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا..... سیدنا حمین رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل تھے جس نے یزید بن معاویہ کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا (البدایہ النہایہ ج: ۸، ص: ۱۵۱)

حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والی فوج کے سپہ سالار یزید تھے اور چونکہ لشکر معین تعداد کو کہا جاتا ہے اس لئے اس فوج کا ہر فرد مغفرت کی اس خوشخبری میں شریک ہے..... کہتے ہیں کہ یزید نے اسی ارشاد نبوی کو مد نظر رکھ کر قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔

(منہاج السنۃ ۲ ص ۲۵۲)

ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ:

یزید بن معاویہ نے روم میں جنگ کی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور ابویوب انصاریؓ جیسے صحابہ اس کے ساتھ تھے۔ (طبری ۵ ص ۸۶ اردو)

شیخ العرب والعجم مولانا حمین احمد مدنیؒ نے فرمایا:

یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر ایشیہ اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے، حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ

شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۵)

مشہور سیرت نگاہ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں!

یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہؓ کے عہد میں پوری ہوئی اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخصر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریائے کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے۔

(سیرت النبیؐ ص ۳ ص ۶۰۱)

علامہ ذہبیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ کرنے والے لشکر کو سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی قیادت میں روانہ کیا تھا..... اور یہ بات صحیح ہے کہ سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفرت شدہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس لشکر کا قائد معاویہ کا بیٹا یزید تھا۔ (المستفی

ص ۲۸۸)

سامعین گرامی قدر اس تفصیلی گفتگو کے آخر میں بڑی محبت اور بڑے پیار سے ایک سوال اپنے ان دوستوں سے کرنے کی جسارت کرتا ہوں جو دوست دن رات غلوت و جلوت میں اور تقریر و تحریر میں یزید کو شہرابی، زانی، بد معاش، بد کردار، فاسق و فاجر اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہے ہیں کہ تاریخ اسلام کا یہ ایمان افروز واقعہ جس کی خبر اور بشارت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی تھی..... اور پورے لشکر کو مغفرت اور بخشش کی خوشخبری سنائی تھی..... پھر جن لوگوں کو اللہ رب

العزت نے اس لشکر میں شمولیت کا شرف بخشا..... وہ مقدس لوگ کہ جن کے ذکر سے ایمان کے باغ میں بہار آجاتی ہے..... جن کی یاد سے دل لذت پاتے ہیں..... جن کے تصور سے چہرے منور ہو جاتے ہیں..... جن کا نام سن کر زبانیں رضی اللہ عنہم پکارنے لگتی ہیں..... وہ پاکیزہ صفات لوگ کہ دامنِ نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرنے لگیں..... کیا کائنات کے رب نے زمین پر بسنے والے ان پاکیزہ صفات اور مقدس اوصافِ عظیم المرتبہ اور رفیع الشان ہستیوں کی سرداری اور امارت کے لئے ایک فاسق و فاجر اور زانی و شرابی کو چنا تھا؟

میں تو اس طرح کے خیال اور اس قسم کے تصور سے بھی پناہ مانگتا ہوں! اپنے ان دوستوں اور مہربانوں سے کہتا ہوں..... خدا را کچھ سوچئے..... فکر و تدبیر کیجئے..... تعصب اور ہٹ دھرمی کی دادی سے نکل کر حقائق کو دلائل اور براہین کے آئینے میں دیکھنے کی عادت ڈالئے۔

فاضل دیوبند مولانا عامر عثمانی مرحومؒ نے کتنی دلنشین اور خوبصورت بات کہی ہے ہوش کے ناخن لو..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سستی حمایت اور ظالموں کی بچکانہ نفرت کے چکر میں یہ نہیں سمجھ رہے ہو کہ غمِ حسین کا اظہار اور فتنِ یزید کا پردہ پیچھڑا اور اصل ایک نقب ہے عظمتِ صحابہ کی دیوار میں..... جس نقب کے راستے صحابہ کرام کی ناموس اور آبرو لوٹنے اور لٹوانے کی کوششیں صدیوں سے جاری ہیں..... یزید فرض کرو اگر عاصی اور گمراہ تھا تو اسے اپنی آگ میں جلنے دو تم لعنتوں اور صلواتوں سے اس کی تواضع نہیں کرو گے، تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو جائے گی..... اور اگر حضرت معاویہؓ نے اسے عیفہ بنا کر واقعی کوئی معصیت کی تھی تو

ان سے بھی اللہ نمٹ لے گا..... ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کو انصاف کرنے کے لئے تمہاری راہنمائی کی حاجت نہیں ہے۔ تم یزید اور معاویہ کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے کو لئے عدالتیں مت سجاؤ بلکہ اپنی گردن پر مسلط موجودہ ماکوں کو دیکھو وہ کس بے تکلفی سے تمہاری ناکوں میں ٹکیلیں ڈالے گناہ و طغیان اور ہوا و ہوس کی دلدلوں میں ہنکائے لئے جا رہے ہیں..... تمہاری غیرت حق اور حقیقت دینی اگر ایسی ہی ذکی الحس ہے کہ تیرہ سو برس پہلے کے ظالموں کو گالیاں دیئے بغیر سیر تم کو چین نہیں آتا..... تو ان شیطانوں کے بارے میں تم برف کیوں ہو گئے ہو جو فتن و فحور کی سیاہی سے تمہارا منہ کالا کر رہے ہیں..... جو گمراہی و ضلالت کی گھسائیوں میں تمہیں غلاموں کی طرح ہنکاتے چلے جا رہے ہیں..... مردوں کے لئے تو محشر بکت، اور زندوں کے لئے کچھ بھی نہیں! ماضی پر تو خور دینی نظر اور حال کے لئے اتنے کور چشم کہ سامنے کا پتھر دکھائی نہیں دیتا..... سیدنا حمینؑ کے غم میں آنسو تو بہا لو گے ان کی پیروی میں سر نہیں کٹاؤ گے..... اور سر کٹانا تو بچا اتنا بھی احساس نہیں کرو گے کہ جس مقصد کے لئے سیدنا حمینؑ نے حبان دی تھی وہ مقصد آج بھی تمہیں پکار رہا ہے بہرے، بے حس، نادان، بہرہ و سہ! کاش تم سوچتے کہ یزید بے چارہ آج کے ان ابو جہلوں، ابولہبوں اور ابن ابیہوں کی کیا بربادی کرے گا جو علم و فن کے ہتھیار سے لیس تمہاری غیرت کو لٹکا رہے ہیں اور تمہارے سینوں پر مونگ دل رہے ہیں۔

ہمت ہے تو ان کی لٹکار کا جواب دو..... ان سے آٹھیں ملاؤ
مگر مجھ کے آنسوؤں سے قلم و طغیان کے پہاڑ نہیں بہیں گے اور
یزید پر دانت لکھنا نے سے شہدائے کربلا کا بدلہ نہیں چک جائے گا۔

وفات ابوالیوب انصاریؓ میزبان رسول سیدنا ابوالیوب انصاری رضی
اللہ عنہ اس مغفور لشکر میں ایک فوجی کی حیثیت سے شامل تھے ان کی عمر اس وقت
تقریباً اسی ۸۰ سال تھی..... موسم شدید گرم تھا سفر بے حد طویل تھا..... پھر
زندگی کے آخری سناروں کو چھوٹی ہوئی ضعیفی اور کمزوری..... وہ پیٹ کے مرض
میں مبتلا ہو گئے..... بیماری نے شدید شدت اختیار کر لی اور زندگی نے مایوسی کی
نوید سنائی..... امیر لشکر یزید عیادت کے لئے آئے..... سیدنا ابوالیوب رضی
اللہ عنہ نے انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

میرے جنازے کو دشمن کی سرزمین میں جہاں تک ممکن ہو لے جانا
اور پھر دفن کرنا نیز مسلمانوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ حدیث
بھی لوگوں کو سنانا جو میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے
کہ.....

مَنْ مَاتَ وَلَا يُشِيرُكَ بِاللَّهِ شَيْئًا جَعَلَهُ اللَّهُ فِي الْجَنَّةِ.....
جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مانجھی
اور شریک نہیں ٹھہرایا تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(البدایہ والنہایہ ج: ۸، ص: ۵۹)

یزید نے میزبان رسول کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کا سلام
پہنچایا..... پھر ان کی بیان کردہ حدیث سنائی..... پھر ان کی تجہیز و تکفین کے
بعد یزیدی نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے

وَكَانَ أَبُو الْيُثُبِ فِي جَيْشِ يَزِيدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَإِلَيْهِ

أَوْضَى وَهُوَ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۵۸)

سیدنا ابو یوب انصاری رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہؓ کے لشکر میں

شامل تھے انہوں نے اپنے معاملات کیلئے وصیت بھی یزید کو کی تھی

اور یزید نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی!

جنازہ پڑھانے کے بعد قسطنطنیہ کے قلعے کی دیوار کے قریب میزبان رسول کو

دفن کر دیا گیا..... قلعے کی دیوار کے قریب یہ کاروائی ہوتے دیکھ کر رومی سربراہ

نے قاصد کے ذریعے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟

یزید نے جواب دیا:

یہ ہمارے پیارے پیغمبر کے صحابی ہیں جنہوں نے وصیت فرمائی

تھی کہ انہیں تمہارے ملک میں اندر جا کر دفن کیا جائے اب ہم ان

کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے انہیں یہاں دفن کر رہے ہیں۔

قاصد پیغام لے کر واپس پہنچا تو شاہ روم کی زبان سے یہ تیز و تند اور غرور سے بھرا ہوا

گستاخانہ جملہ نکلا کہ:

”تمہارے چلے جانے کے بعد ہم یہ لاش نکلوا کر کتوں کو کھلا دیں

گے“

شاہ روم کی زبان سے یہ ناپاک اور غبیث الفاظ سن کر یزید نے بڑے جرأت

و شجاعت اور دلیری جو انمردی سے کہا:

يَا أَهْلَ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَكْبَارِ أَصْحَابِ

مُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا وَقَدْ دَفَنَّا حَيْثُ تَرَوْنَ وَاللَّهِ لَأَكُنَّ

تَعَرَّضْتُمْ لَهُ لَا هَدِيمَ مِنْ كُلِّ كَنِيْسَةٍ فِي اَرْضِ
الْاِسْلَامِ وَلَا يَضْرِبُ نَاقُوسٌ بَاَرْضِ الْعَرَبِ اَبَدًا
(ناسخ التورخ ۲ جلد صفحہ ۶۶)

اے قسطنطنیہ کے رہنے والو! (کان کھول کر سنو) یہ ہمارے نبی محمد
عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے ایک ہیں اور تم
دیکھ رہے کہ ہم نے انہیں یہاں دفن کیا ہے..... مجھے کعبہ
کے رب کی قسم ہے اگر تم نے ان کی قبر کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں
سرزمین اسلام میں ہر کلیسا منہدم کر دوں گا اور پھر پورے عرب میں
بھی ناقوس تک نہیں بج سکے گا۔

علامہ ابن عبد ربہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:
اگر مجھے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کو اکٹھا کیا ہے یا کسی قسم کی بے ادبی
اور گستاخی کا معاملہ کیا گیا تو کان کھول کر سن لو:

لَا تَرَكْتُ بَاَرْضِ الْعَرَبِ نَضْرَانِيًّا اِلَّا قَتَلْتُهُ وَ كَنِيْسَةً
اِلَّا هَدَمْتُهَا
(العقد الفرید جلد ۳، صفحہ ۱۳۳)

میں کسی عیسائی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا اور کسی گرجے کو سلامت نہیں
رہنے دوں گا۔

سامعین گرامی قدر!..... میں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھنا چاہتا ہوں.....

قیصر روم کو اس طرح خطاب کرنا..... اور پوری جرأت و دلیری سے اپنا مافی الضمیر
بیان کرنا اس کی توقع کسی زانی، شرابی اور فاسق و فاحشہ شخص سے کی جاسکتی ہے؟
..... یزید ایسا دیا ہوتا تو کہتا..... ہمیں کیا ہے لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو
کرتے پھرو..... مگر یہ غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے جس نے قسطنطنیہ کے

باشدوں کو ایسے لکارا ہے جیسے لکارنے کا حق ہوتا ہے!

ایک نظر اپنے حکمرانوں پر ڈالئے جو آج کی نام نہاد سپر طاقت امریکہ کے ہاتھ بندھے غلام بنے ہوئے ہیں..... امریکی بیٹھاؤں کا فون آجائے تو احترام میں کھڑے ہو کر ایس سرسری گردان پڑھتے ہیں..... امریکی ڈرون حملوں میں اکثر بے گناہ اور مظلوم لوگ مارے جاتے ہیں اور یہ خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں..... بلیک وائر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہوتی ہے مگر یہ چپ سادھ لیتے ہیں..... امریکہ کے سامنے بھیگی بلی..... بزدل، ڈرپوک اور بے حمیت.....

ادھر اس زمانے کی سپر طاقت روم کے حکمرانوں کو یزید نے جس طرح لکارا ہے..... وہ اپنی مثال آپ ہے!

سامعین محترم! یزید کے فن و فنور کو ثابت کرنے کے لئے..... ایسی ایسی منمنکہ خیز باتیں تراشی گئیں کہ سن کر ہنسی بھی آتی ہے اور رونے کو دل بھی کرتا ہے..... کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ یزید کو کاندھے پر بٹھا کر مسجد نبوی کے سامنے سے گذر رہے تھے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ”جنتی کے کاندھے پر چہنمی سوار ہے“

آپ سن کر یقیناً حیران ہو گئے کہ یزید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہی نہیں ہوا..... بلکہ یزید کی پیدائش سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۲ھ میں ہوئی (الہدایہ والنہایہ ج: ۷، ص: ۱۲۵)

دیکھا آپ نے کہ جس یزید کی پیدائش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملاں سے تقریباً عیارہ سال بعد ہوئی ہے..... اسے یار لوگوں نے سیدنا معاویہؓ کے کاندھے پر بٹھا کر مسجد نبوی کے سامنے سے گذار دیا اور ایک روایت بھی گھڑ لی!

بکھی کہا جاتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہؓ کو شاہی کرنے سے منع فرمایا تھا کہ:

”تیرے خون سے مجھے اپنے خاندان کے افراد کے قتل کی بدبو آتی ہے“
..... اس سے ملتی جلتی کئی اور روایات بھی شاید آپ کے کان میں..... تاریخ و سیرت کی ایسی روایات جن میں یزید کی مذمت اور تحقیر پائی جاتی ہے..... اس کے فق و فجور کا تذکرہ موجود ہے..... ایسی تمام تر روایات کی قسملی کھولنے کے لئے..... اور ایسی روایات کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ایک دو حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں..... انہیں ذرا غور اور توجہ سے سنئے گا۔

ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں!

وَمِنْ ذَٰلِكَ الْأَحَادِيثُ فِي ذَمِّ مُعَاوِيَةَ وَ ذَمِّ عَمْرِو بْنِ
الْعَاصِ وَ ذَمِّ بَنِي أُمَيَّةَ كَذَا فِي ذَمِّ يَزِيدٍ وَ الْوَلِيدِ وَ
مَرْوَانَ الْحَكَمَ

اسی طرح حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، بنو امیہ یزید، ولید اور مروان کی مذمت اور برائی میں آئے والی تمام روایات جھوٹی اور موضوع ہیں (موضوعات کبریٰ ص ۱۰۷)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ جلد: ۸، صفحہ: ۲۳۱ میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ أُوْرَدَ ابْنُ عَسَاكِرَ أَحَادِيثُ فِي ذَمِّ يَزِيدِ بْنِ
مُعَاوِيَةَ كُلِّهَا مُوْضُوعَةٌ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهُ.

مؤرخ ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی مذمت اور برائی میں جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب من گھڑت اور موضوع ہیں ان

میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد بھی سن لیجئے۔

وَلَمْ يَكُنْ مَظْهَرُ الْفَوَاحِشِ كَمَا يُخَيَّلُ عَنْهُ خُصُومُهُ۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد: ۳ صفحہ: ۴۱)

یزید بن معاویہ میں وہ برائیاں بالکل نہیں تھیں جو دشمن ان سے منسوب کرتا ہے!

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثٍ فِيهِ ذَمُّ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَهُوَ كَذِبٌ

(المنار المنيعة ص ۲۲۰)

ہر وہ روایت جس میں یزید بن معاویہ کی مذمت اور برائی پائی جاتی ہے وہ جھوٹی ہے!

سامعین گرامی قدر! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ..... اور بڑے وزنی

دلائل کے ساتھ..... اصل حقائق آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید کی اصل تصویر وہ نہیں ہے جو تاریخ کی کتب نے پیش کی

ہے..... بلکہ اصل تصویر یہ ہے جو میں نے آپ کو دکھائی ہے کہ وہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ

کرنے والے لشکر کا سالار تھا..... اس نے میزبان رسول حضرت ابوالیوب رضی اللہ

عنه کا جنازہ پڑھایا..... اس کی کمان میں جلیل القدر اصحاب رسول نے جہاد کیا

..... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی صالحیت کی تعریف کی.....

حضرت محمد بن علی المعروف بہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر لگنے والے الزامات کے

جواب دیئے اور اسکی صفائی پیش کی.....

میں نے دلائل سے یہ بات بھی عرض کی کہ یزید کی مذمت میں..... اس

کی شراب نوشی اور فسق و فجور پر مبنی روایات جھوٹ پر مبنی اور موضوع میں درنا مہیر
المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم اور جلیل القدر صحابی اسے اپنا ولی عہد بناتے
اور اس وقت کے سینکڑوں صحابہ کرام اور ہزاروں تابعین بھی ایسے
شخص کی بیعت ہرگز ہرگز نہ کرتے!

حسینؑ و یزیدؑ | سامعین محترم! گفتگو کے آخر میں..... میں ایک بات کی
وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں..... کہ یزید کے بارے میں جو حقائق میں نے
بیان کئے ہیں..... ان سب کے باوجود..... اگر ساری دھسرتی یزید جیسے
لوگوں سے بھر بھی جائے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا..... سیدنا حسین
رضی اللہ عنہ عظیم ہیں بلکہ عظیم تر ہیں..... وہ نواسہ رسول ہیں..... ان کا نام نبی
اکرم ﷺ نے رکھا..... کان میں اذان دی..... پھر گھٹی لگائی..... سیدنا
حسین رضی اللہ عنہ عظیم ہیں کہ راکب بردوش رسول ہیں..... اور سب سے بڑی
عظمت ان کی یہ ہے کہ صحابی رسول ہیں..... اور صحابیت کا مرتبہ اتنا اونچا ہے کہ
بعد میں آنے والی پوری امت (تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، مفسرین
ومجد ثنیں، علماء اتقیا، اصفیاء، زاہدین، عابدین) مل کر بھی ایک صحابی کے مرتبے کو
نہیں پہنچ سکتی!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام میں معمولی سی گستاخی..... ان کی شان
کے متعلق ذرا سی بے ادبی اور توہین انسان کو گسراہی کے راستے پر ڈال سکتی ہے
..... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر تنقید..... ان کے موقف پر تنقید کسی کلمہ کو زیب
نہیں دیتی..... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والا اہلسنت کہلانے کا حق دار
نہیں ہے۔

اہلسنت وجماعت کا مدعی وہی ہو سکتا جو تمام اصحاب رسول کی طرح سیدنا حسین

رضی اللہ عنہ کا احترام کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور باقی اصحاب رسول کی طرح سیدنا حمین رضی اللہ عنہ کو بھی تنقید سے بالا تر سمجھتا ہے۔

جو لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے وکیل صفائی صرف اس لئے بنتے ہیں کہ یہ حضرات صحابیت کے عظیم منصب پر فائز ہیں۔۔۔۔۔ اور صحابیت کا دفاع ہمارا فریضہ ہے۔۔۔۔۔ وہ لوگ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ سیدنا حمین رضی اللہ عنہ بھی صحابیت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں اور ان کا دفاع کرنا بھی ہمارا فریضہ ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کی افراط اور تفریط سے محفوظ فرمائے اور ہر صحابی کے مقام کو پہچاننے کی اور پھر اس کے دفاع کی توفیق مرحمت فرمائے! آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

آنحویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدَ قَاعُوذٍ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٨﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُغْتَلَبُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٩﴾ (البقرہ)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر: گزشتہ خطبہ میں بڑی تفصیل، وضاحت اور دلائل کیساتھ
میں نے آپ کو یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ امیر معاویہؓ کا یہ یہ کوئی مجاہد بنانے
کا فیصلہ کسی نادہرستی اور بدہنسی پر مبنی نہیں تھا بلکہ انہوں نے یہ یہ کی اہمیت کو
دیکھ کر اسے اس منصب پر فائز کیا تھا۔ تین پارہ صحابہ کرام کے علاوہ سب نے

یزید کی ولی عہدی کی ذمت کر لی تھی۔ انہوں نے ذمت ولی عہدی سے انکار کیا تو اس انکار کی وجہ یزید کا کردار یا اہمیت نہیں تھی بلکہ وہ غصہ استمودی خلافت کو صحیح سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کے قصبے سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ تقریباً چار سال زندہ رہے اور ۶۰ھ ۲۲ رجب کو ان کی وفات ہوئی۔
.....حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر فرمایا:

إِنَّهُ تَوَفَّى بِدَمِشْقَ لَيْلَةَ الْخَمِيسِ لِشَتَائِ بَقِيَّةِ مَنْ
رَجَبِ سَنَةِ سِتِّينَ۔

رجب کے مہینے کی آخر راتیں باقی تھیں کہ امیر معاویہؓ نے جمعرات کی رات وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ: ۱۳۳ جلد ۸)
انتقال سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:
..... ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا
..... غیظ و غضب اور جھگڑنے کی باتوں سے کنارہ کش رہنا
..... نیک لوگوں اور بزرگوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ان کے ساتھ توہین
اور تکبر سے پیش نہ آنا۔ جب کسی کام کا ارادہ کرو تو عمر رسیدہ تجربہ
کار لوگوں کو بلا کر ان سے مشورہ کرنے کے بعد کرنا اور ان کی طے شدہ
رائے سے اختلاف نہ کرنا۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ کی قدر و منزلت میں
فرق نہ آنے دینا، کیونکہ وہی تمہاری اصل اور برادری کے لوگ ہیں۔
اہل شام کی عزت و توقیر کرتے رہنا، کیونکہ وہ تمہارے مطہر اور
فرمانبردار ہیں۔ بدگو لوگ اور چغل خوروں کی باتوں پر ہنس کر
دھیان نہ دینا میری رائے میں وہ بدترین مشیر ہوتے ہیں۔

یہ کو نصیحت کرنے کے بعد باقی گھر والوں اور غائبانے، بیکر افسانہ،
 تقویٰ اور نیکی پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں فرمایا:
 ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ میں آپؐ
 وضو کروایا کرتا تھا، اس وقت میرا کرتہ کندھے سے پھٹا ہوا تھا
 آپؐ نے میرا کرتہ دیکھ کر فرمایا: تجھے کرتہ پہناؤں؟ میں
 نے عرض کیا میرے باپ آپؐ پر قسہ بان زبے نصیب کہ
 آپؐ اپنا کرتہ مبارک مجھے پہنائیں پھر آپؐ نے اپنا کرتہ
 مجھے عنایت فرمایا وہ کرتہ میں نے صرف ایک مرتبہ پہنا
 وہ اسی طرح میرے پاس آج تک موجود ہے ایک دن
 نبی کریم ﷺ نے اپنے بال ترشوائے میں نے کئے ہوئے بال
 اور ناخن اٹھائے وہ بھی آج تک میرے پاس محفوظ ہیں، جب میرا
 انتقال ہو جائے تو وہ کرتہ میرے سینے پر رکھ دینا اور ناخن اور بال
 باہر ایک کتر کر کچھ میرے منہ میں، کچھ میرے ناک میں، کچھ
 میرے آنکھوں کے قطعوں میں رکھ دینا میرا مولا مجھ سے
 پوچھے گا معاویہؓ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں کہوں گا مولا!
 تیرے محبوب کی نشانیاں ساتھ لیکر آیا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۳۳ جلد ۸، طبری صفحہ ۱۶۳ جلد ۵)

ان وصیتوں کے بعد ۲۲ رجب ۶۰ھ میں پینسٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی
 عظیم الشان اسلامی سلطنت ملت اسلامیہ کیلئے چھوڑ کر یہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔
 انکی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کی گئی ایک روایت کے مطابق
 حضرت ضحاک بن قیسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی جو دمشق کے گورز تھے

یہ اس وقت دمشق سے باہر گیا ہوا تھا۔ حاکم ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاقؒ اور امام شافعیؒ کی روایت سے لکھا:

فَصَلَّى عَلَيْهِ ابْنَةُ يَزِيدَ - (الہدایہ والنہایہ صفحہ ۱۳۳ جلد ۸)

امیر معاویہؓ کی نماز جنازہ ان کے بیٹے یزیدؒ نے پڑھائی۔
سیدنا امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد اور تحمید و تکفین اور تدفین کے بعد یزیدؒ نے مکران کی حیثیت سے جو پہلا خطبہ دیا اسے حاکم ابن کثیرؒ نے نقل فرمایا ہے یزیدؒ نے کہا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ۔

اے لوگو! (سیدنا) معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا۔

ثُمَّ قَبَضَهُ إِلَيْهِ وَهُوَ خَيْرٌ قَعْنِ دُونِهِ وَدُونِ مَنْ قَبْلِهِ۔
پھر اللہ انہیں اپنے پاس بلا لیا معاویہؓ اپنے بعد والوں سے بہتر اور اپنے پہلوں سے کمتر مقام رکھتے تھے۔

وَلَا أَرْجِيهِ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِهِ إِنْ عَفَا عَنْهُ فَبِرَحْمَتِهِ وَإِنْ عَاقَبَهُ فَبِذَنْبِهِ وَقَدْ وَلَّيْتُ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ۔

لیکن میں اللہ کے سامنے ان کی صفائی پیش کرنے کیلئے یہ نہیں کہہ رہا۔
یقیناً اللہ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے اگر وہ ان سے درگزر فرمائے تو یہ اس کی رحمت ہے اور اگر وہ گرفت فرمائے تو یہ ان کی خطاؤں کی وجہ سے ہوگا اور اب ان کے بعد نہفت کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے۔

اس خطبہ کے بعد جو یزید نے یہ نامعنا یہ اسے انتقال کے بعد اہل بیت کے ہاں
میں دیا۔ دمشق کے لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت خسوفت کی۔ یزید اس
سے پہلے تقریباً پانچ سال تک ولی عہد کے منصب پر فائز رہ چکا تھا۔ دمشق کے
مسلمانوں کی بیعت کر لینے کے بعد تمام صوبوں کے گورنروں کے ہاتھ پر وہاں کے
ارباب مل و متحد نے یزید کی بیعت خلافت کر لی۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا:

هُوَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ ابْنُ خَالِدٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
بِوَيْعٍ لَهُ بِالْخِلَافَةِ فِي حَيَاتِ آبَائِهِ أَنْ يَكُونَ وَلِيَّ الْعَهْدِ
مِنْ بَعْدِهِمْ إِذْ كَانَتْ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ .

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۶ جلد ۸)

یزید کھلیے والد کی زندگی میں ولی عہد کی بیعت ہوئی پھر والد کے
انتقال کے بعد (بیعت خلافت کے ذریعہ) اسکی توثیق عمل میں آئی۔
اسلامی ریاست کے چھوٹے بڑے شہروں کی طرح ملک اور مدینہ کے لوگوں
نے بھی وہاں کے گورنروں کے ہاتھ پر یزید کی بیعت خلافت کر لی۔ ان بیعت
کرنے والوں میں سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عبد اللہ بن عمر بھی شامل تھے (میں
گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور حوالے بھی پیش کر چکا ہوں) حضرت
عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جنہوں نے یزید کو ولی عہد بنائے مہمانے سے
اختلاف کیا تھا۔ بیعت خلافت کے وقت زندہ نہیں تھے۔ ان
کا انتقال بقول ابن حجر عسقلانی ۵۳ھ میں ہوا۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۱۳۷ جلد ۶)
اور حافظ ابن کثیر نے ان کی وفات کا سن ۵۸ھ تحریر فرمایا ہے۔ صرف دو
شخصیات نے بیعت کرنے میں شامل فرمایا۔ ان میں سے ایک نواسہ رسول۔

راکب بردوش رسول سیدنا حسینؑ کی ذات گرامی ہے۔ اور دوسرے ہیں
حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ۔

یزید نے مدینے کے گورنر ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کی طرف لکھا کہ:
امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ وفات پانچکے میں لہذا مدینے کے درباب
حل و عقد سے میرے لئے بیعت لی جائے۔ یزید نے اپنے خط میں یہ
بھی لکھا کہ سیدنا معاویہؓ نے مجھے وصیت کی ہے کہ سیدنا حسینؑ کے
بارے میں نرمی اور صلح جوئی کا معاملہ کیا جائے (طبری)

مدینے کے گورنر نے خط پہنچتے ہی عساکر مدینہ کو طلب کیا، سو اسے
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے تمام عساکر مدینہ تشریف لائے اور بیعت کر لی
..... صرف سیدنا حسینؑ نے مہلت طلب فرمائی۔

گیارہویں صدی کے ایرانی مجتہد ملا باقر مجلسی تحریر کرتے ہیں:
جب سیدنا حسینؑ ولید (گورنر مدینہ) کے ہاں پہنچے تو اس نے معاویہؓ
کے انتقال کی خبر سنائی سیدنا حسینؑ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُونَ پڑھا۔ ولید نے پھر بیعت کا مطالبہ کیا تو سیدنا حسینؑ نے
فرمایا کہ میں چھپ کر بیعت کروں یہ بہتر ہے یا اعلاناً تمام لوگوں کے
سامنے بیعت کروں؟

ولید نے کہا سب کے سامنے

اس پر سیدنا حسینؑ نے فرمایا:

کل صبح جواب دوں گا: (بلاء العیون صفحہ ۴۲۳)

اس بات کو طبری نے بھی تحریر کیا ہے۔ (طبری صفحہ ۱۸۹ جلد ۶)

ان روایات کا اعتبار کر لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسینؑ کی فرمائش پر

بیعت کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا۔ اور سوچنے کی مہلت دے دی گئی اور اس طرح سیدنا حسینؑ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف مازم سفر ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا حسینؑ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر دونوں اکٹھے مدینے سے نکلے (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا زبیرؓ ایک رات پہلے نکلے اور سیدنا حسینؑ ایک دن بعد تشریف لے گئے۔

(طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

جس روایت میں ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک ہی رات مدینہ منورہ سے نکلے تھے اس روایت کے حوالے سے ماقہ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں کہ راستے میں انہیں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ عمرہ سے واپس آتے ہوئے ملے اور ان دونوں حضرات سے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ لوٹ چلو تاکہ جو مناسب بات دوسرے لوگ اختیار کریں تم بھی اسی کو اختیار کرو۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸، طبری صفحہ ۱۹۱ جلد ۶)

طبری نے لکھا ہے کہ:

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت حسینؑ کو گئے سے لگایا اور رو پڑا۔ سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا حسینؑ کی دردناک، المناک اور مظلومانہ شہادت کے بعد رنج اور افسوس کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

حسین بن علیؑ نے کوفہ کے قصد کے معاملے میں ہماری بات نہ مانی حالانکہ انہوں نے اپنے والد محترم اور بزرگ کا حال دیکھا تھا کہ عین میدان میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا گیا۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

چنانچہ سیدنا حسینؑ اپنے کنبہ کے کئی افراد کے ساتھ مازم مکہ ہوئے اور بھی

دنوں کے سفر کے بعد ۴ شعبان ۶۰ھ مکہ مکرمہ پہنچے اور اپنے دادا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے مکان میں قیام کیا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۸)

مکہ کے لوگ اور دور دراز کے علاقوں سے عمرے کی نیت سے آنے والے لوگ آپؐ کی تشریف آوری سے بے حد مسرور ہوئے۔..... منجھٹام لوگ آپؐ کی محفل اور مجلس میں حاضر ہوتے۔..... سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ جو آپؐ سے پہلے مکہ مکرمہ میں پہنچ کر بیت اللہ میں پناہ گزیں ہو چکے تھے وہ بھی آپؐ کی بخیریت مکہ آمد پر انتہائی خوش ہوئے۔

ناخ التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ سیدنا حمینؓ کے ساتھ مکہ کے سفر میں عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عباسؓ، بنو ہاشم قبیلے کے کئی لوگ..... مرد اور عورتیں اور کئی دوست و احباب شریک تھے۔

مکہ میں صحابہ کرام، تابعین اور ان کے فرزند آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دیتے تھے..... علمی مجلسیں بھی تھیں اور کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے۔

سامعین گرامی قدر: آپؐ یہ سن کر یقیناً حیران ہوں گے کہ سیدنا حمینؓ مدینہ منورہ سے کوچ فرما کر ۴ شعبان کو مکہ مکرمہ تشریف لائے۔..... اور تقریباً چار مہینے مکہ مکرمہ میں امن و اطمینان سے رہائش پذیر رہے۔..... چار مہینے کے اس طویل عرصے میں مکہ کے گورنر نے آپؐ کو زیارت کی بیعت کھینچنے مجبور نہیں کیا اور نہ ہی یہ نے کوئی ایسا حکم صادر کیا۔ اور یہ بات سن کر آپؐ کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گا کہ ان چار مہینوں میں حضرت سیدنا حمینؓ نے اپنی خلوت و جلوت کی گنگو میں..... کسی محفل و میٹنگ میں..... کسی وفد سے ملاقات کے دوران اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا۔..... کہ یہ چونکہ زانی و شہرانی، بدکردار و بدعمل اور فاسق و فاجر ہے..... وہ اسلام کا دشمن ہے..... اس کے دور حکومت میں میرے نانا کا دین

خطرے میں ہے۔ اس کی حکومت میں لا الہ الا اللہ کی بنیاد مستور ہو رہی ہے۔
 دین کی قدر میں تبدیلی ہو رہی ہیں۔ اسلام فریاد مچاتا ہے اور یہ کہ
 وجود مذہب و ملت اور امت کھلنے کے خطرہ بنا ہوا ہے۔ اس لئے میں اس کی
 نیت سے انکاری ہوں۔ میں اسے اپنا امیر ماننے کے تیار نہیں
 اور میں اس کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں۔ لہذا اس مشن میں اور اس جہاد
 میں تم میرا ساتھ دو۔ یہ کہ نیت کا پٹہ لگے سے اتار پھینکو اور شمشیر بکن ہو کر
 میدانِ عمل میں آ جاؤ۔

حقیقی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا مصیبنؑ کو زید کے کردار و عمل سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اگر زید کا کردار واقعی غیر اسلامی ہوتا۔۔۔۔۔ اور دین اسلام کو اس کی ذات سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا۔۔۔۔۔ اور دین اس کے دور میں خطرے میں ہوتا اور فریادگناں ہوتا۔۔۔۔۔ تو ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ پھر اس کی مخالفت میں اور اس کے مقابلے میں حضرت سیدنا مصیبنؑ اکیلے میدان میں نہ آتے۔۔۔۔۔ بلکہ ہزاروں مسلمان آپ کے شانہ بشانہ ہوتے۔۔۔۔۔ تمام صحابہ اور تابعین آپ کی پشت پر ہوتے۔۔۔۔۔ اگر امام مسلمان آپ کے حمایتی نہ ہوتے تو کم از کم آپ کے خاندان کے تمام لوگ، آپ کے عزیز و اقارب اور بنو ہاشم قبیلے کے افراد اس معاملے میں آپ کے بازو بنتے اور ساتھ دیتے اور حمایت کرتے۔

مگر تاریخ و سیرت کی کتابیں اور حقائق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس موقع پر آپ کے اکثر قریبی رشتہ داروں نے بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی سید وزینب بنت علیؑ کے شوہر عبداللہ بن جعفرؑ نے بھی آپ کے موقف کی حمایت نہیں کی اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت محمد بن علی المعروف بہ

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کا ماتہ نہیں دیا۔ ملا ہاقر نکاحی اور دوسرے جی مونس نے لکھا ہے کہ:

سیدنا حمینؑ جب مدینہ منورہ کو چھوڑ رہے تھے تو آپ کے دادا۔ مرنے والے محمد بن حنفیہ نے مشورہ کے انداز میں کہا۔ فی الحال بیعت یزید سے کنارہ فرمائیے اور شہروں کی بود و باش سے بہت کرچاں کی راہ لیجئے اور لوگوں کے ہاں اپنے اچھی بے سچ کر اپنی بیعت کی دعوت دیجئے۔ حضرت حمینؑ نے فرمایا۔ بھائی اگر قیام کرنا چاہتا ہوں تو کہاں قیام کروں۔ محمد بن حنفیہ نے عرض کیا۔ قیام کیلئے مکہ مکرمہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ اگر مکہ کے حالات آپ کے حق میں بہتر ہوں تو فہما۔ ورنہ من تشریف لیجا میں

کیونکہ من کے باشندے آپ کے والد محترم کے وفادار اور جانثار ہیں۔ اگر وہاں بھی قیام کا موقع نہ ملے تو پھر پیازوں اور جھنگلوں کا رخ فرمائیے۔ (جلال العمیون صفحہ ۳۲۶، طبری صفحہ ۱۹۰ جلد ۶)

سیدنا حمینؑ نے اپنے کچھ عزیز واقارب کو لینے کیلئے کسی کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا، کچھ مزید حضرات بھی مکہ تشریف لے آئے۔ حج کے ایام میں حضرت محمد بن حنفیہ بھی مکہ پہنچے اور محسوس کیا کہ سیدنا حمینؑ اپنے اہل و عیال اور برادران اور برادر زادوں کے ہمراہ کوفہ جانے کی تیاریوں مصروف ہیں۔ تو ایک مرتبہ حضرت سیدنا حمینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

إِنَّ الْخُرُوجَ لَيْسَ لَهُ بِرَأْيٍ يَوْمَهُ هَذَا فَأَبَى الْحَسَنُ أَنْ يَقْبَلَ

میری رائے میں اس وقت خروج (یعنی حکومت وقت کے خلاف)

قطعاً مناسب نہیں ہے مگر سیدنا حمین نے ان کی رائے کو قبول نہیں کیا
فَحَبَسَ مُحَمَّدُ بْنُ حَنِيفَةَ وَلَدَهُ فَلَمْ يَبْعَثْ أَحَدًا مِنْهُمْ
سیدنا حمینؑ کے انکار پر محمد بن حنیفہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو بھی ان
کے ساتھ نہیں بھیجا۔

حَتَّى وَجَدَ الْحُسَيْنُ فِي نَفْسِهِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَقَالَ تَرَعْبُ
بَوْلِكَ عَنْ مَوْضِعِ أَصَابٍ فِيهِ

محمد بن حنیفہؑ کے اس رویہ سے سیدنا حمینؑ کو دلی رنج پہنچا اور کہا تم
اپنی اولاد کو مجھ سے زیادہ پیارا سمجھتے ہو۔

فَقَالَ وَمَا حَاجَتِي إِلَى أَنْ تُصَابَ وَيُصَابُونَ مَعَكَ وَإِنْ
كَانَتْ مُصِيبَتُكَ أَعْظَمَ مِنْهُمْ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۸)
محمد بن حنیفہؑ نے کہا مجھے کیا ضرورت ہے تم مصیبت میں پڑو اور
تمہارے ساتھ وہ بھی مصیبت کا شکار ہو جائیں اگرچہ تمہاری تکلیف
میرے لئے ان کی تکلیف سے بڑھ کر ہے۔

اس تمام تر گفتگو سے واضح ہوا کہ حضرت سیدنا حمینؑ کے اس اقدام اور اس سفر
کا پس منظر اور سبب وقت کے حکمران کا کردار، اس کا فسق و فجور..... دین اسلام کو
خطرات سے بچانے کیلئے نہیں تھا..... بلکہ اس کا باعث وہ خطوط تھے جو کوفہ کے
سرداروں اور ذمہ دار لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں سیدنا حمینؑ کے نام تحریر کئے
تھے اور ان خطوط میں انہوں نے اپنی ہمدردی..... تعاون کا یقین دلایا تھا
..... انہوں نے بار بار لکھا تھا کہ ہم وقت کے حکمران سے ہزار ہیں..... ہم
اس کی بیعت توڑ کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے اور آپ کی خاطر جان و
مال اور اولاد تک کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

انہوں نے اپنے کئی خطوط میں لکھا کہ:

اگر آپ کو فتہ شریف لائیں تو ایک لاکھ پائی آپ کے اشارہ ابرو پر

کٹ مرنے کیلئے تیار ہیں.....

یہ دلفریب اور وفا کے دعوؤں سے بھرپور اور تعاون کی یقین دہانیوں سے

معمور خطوط سیدنا حمینؑ کے کوثر تشریف لیجانی کا سبب بنے تھے۔ ورنہ ہم اہل سنت

کعبہ کے رب کی قسم ہے یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حضرت سیدنا حمینؑ کا یہ اقدام

خاتمہ انی رقابت اور برادری تعصب کی بنیاد پر تھا..... اور ہم اس سوچ پر

بھی ان گنت بار لعنت بھیجتے ہیں کہ سیدنا حمینؑ کا یہ جذبہ اور یہ سفر محض دنیاوی مفاد کیلئے

تھا۔ حاشاؤ کلا، ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ سیدنا حسینؑ کا یہ اقدام حکومت و اقتدار کے حصول

کیلئے تھا۔ سیدنا علیؑ بن ابی طالب کا تربیت یافتہ خلیفہ جگر ہو..... فاطمہؑ بنت محمد کی

گود میں پرورش پانے والا رسولِ رحمت ﷺ کا چہرہ انوار ہو

جسے گھٹی نبوت کے لعاب سے لگائی گئی ہو..... راکب پرودش رسول ہو.....

اور ہزاروں اصحاب رسول کی محبت میں بیٹھ کر سیف حاصل کرنے والا ہو.....

ان خوبیوں اور کمالات سے مالا مال حسینؑ محض حکومت، دنیاوی مفاد اور اقتدار کی

غلب میں سفر کرے ہماری اس تصور سے بھی لاکھ بار تو بہ..... اور اس خیال پر

کروڑوں مرتبہ لعنت! بلکہ اہل سنت کا نظریہ اور خیال یہ ہے کہ حضرت میدنا حسینؑ کے

اس اقدام اور اس سفر کی غرض دنیا پرستی نہیں تھی..... وہ عیش و نشاط کے دلدادہ

ہرگز نہ تھے..... وہ جب چاہا اقتدار کے دھارے پر نہیں بہہ رہے تھے۔

بلکہ نیک نیتی سے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت سیدنا حسینؑ

کی سوچ رہی کہ نزد مملکت اسلامیہ کی پالیسی اور رد و خال کو جس حد تک صحیح چلا سکتا ہے

اس سے کہیں بہتر میں مملکت کو اسلامی خطوط پر چلا سکتا ہوں..... اور خلافت کو

ٹھیک ٹھیک منہاج نبوت کے راستے پر ڈال سکتا ہوں، سیدنا حسینؑ مدینہ منورہ سے کوچ فرما کر ۳ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے تھے..... یہ خبر کوفہ کے لوگوں تک بھی پہنچی تو انہوں نے کوفہ میں صلاح مشورے شروع کر دیے کہ معاویہؓ کے انتقال کے بعد بڑید کی بیعت لی جا رہی ہے..... سیدنا حسینؑ بیعت سے انکار کر کے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہیں اور ہم سب لوگ حسینؑ کے ساتھی ہیں اگر تم سب لوگ سمجھتے ہو کہ سیدنا حسینؑ کی مدد کرو گے اور اپنے جان و مال کے حوالے سے ان کے کچھ کام آسکو گے تو ان کو اپنی وفاؤں کا یقین دلاتے ہوئے ایک عریضہ بھیجا چاہئے، اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دینی چاہیے، اور اگر ان کی نصرت اور حمایت کرنے میں سستی اور کاہلی کرنی ہے تو پھر ان کو دھوکہ اور فریب نہ دو اور انہیں ہلاکت میں مت ڈالو۔

کوفہ کے لوگوں نے جو اپنے آپ کو سیدنا علی بن ابی طالبؑ کا محب اور وفادار کہتے تھے کہا۔ اگر سیدنا حسینؑ اس شہر کو اپنے قدموں سے منور فرمائیں تو ہم بھی نہایت خلوص اور دل و جان سے ان کی طرف بڑھیں گے..... ان کی بیعت کریں گے..... اور ہر طرح سے ان کی مدد کریں گے اور ان کے دشمنوں کے شر کو دور کرنے کیلئے ان پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے ایک عریضہ سیدنا حسینؑ کے نام اس مضمون کا تحریر کیا! یہ خط سیدنا حسینؑ کی خدمت میں لکھا جا رہا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھیوں اور کوفہ کے مسلمانوں کی طرف سے آپ پر اللہ کا سلام ہو ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے اور ہمارے زبردست دشمن کو ہلاک کیا جو امت پر ان کی رضامندی کے بغیر حاکم بن گیا تھا اور ظلم و ستم کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور ان کے مال

میں ناحق تصرف کرتا تھا۔ ہم آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں ہے آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیں ہم سب آپ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔

شاید اللہ آپ کی برکت سے حق کو ہمارے ہاتھوں ظاہر کرے ہم کوفہ کے گورنر کی امامت میں نہ جمعہ بڑھتے ہیں اور نہ عید۔ جب ہمیں خبر مل جائے گی کہ آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں تو اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

ایک اور خط اس مضمون کا روانہ کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ساتھیوں اور مخلص مسلمانوں کی طرف سے یسنا حنین بن علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں ہے ہم آپ کے منتظر ہیں۔ جلدی ہمارے شہر تشریف لائے آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف ہماری کوئی نسبت نہیں ہے۔

ایک اور خط کا مضمون سنئے :

باغ و صحرا سربز و شاداب ہو رہے ہیں، پھل اور میوے تیار ہیں۔ اگر آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو آپ کیلئے یہاں لشکر تیار اور مہیا ہے ہم دن رات آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

حوالہ کے لئے دیکھئے جلال العیون (شیحہ) صفحہ ۴۳۰، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۶ جلد: ۸)

ملا باقر مجلسی تحریر کرتا ہے کہ:

ہر روز اس مضمون کے خطوط مختلف لوگوں کی طرف سے لکھے ہوئے

آپ تک پہنچے تھے..... مگر سیدنا حسینؑ کسی خط کی رسید تک نہیں دیتے تھے۔ پھر ہوا یوں کہ ایک ایک دن میں چھ سو خطوط پہنچنے کا تانتا بندھ گیا۔ پھر قاصدوں کی لائن لگ گئی اور خطوط کی تعداد بارہ ہزار اور ایک روایت کی بنا پر اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی تو پھر سیدنا حسینؑ نے ان کا جواب دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے ہے تمام مومنین اور شیعیان کوفہ کے نام تمہارے بے شمار خطوط جو مختلف قاصدوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچے..... میں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا، تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، لہذا آپ بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیں۔ واضح ہو کہ تمہارے پاس اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں اگر وہ مجھے لکھیں گے کہ جو کچھ تم نے مجھے اپنے خطوط میں لکھا ہے وہ سب صحیح ہے، اس وقت میں بہت جلد تمہارے ہاں چلا آؤں گا۔ (جلا العیون صفحہ ۴۳۱، تاریخ التواریخ صفحہ ۱۳۱ جلد ۶)

اہل کوفہ کے ہزاروں کی تعداد میں پہنچنے والے خطوط (جن میں اپنی وفا داریوں کے وعدے کئے گئے تھے) اور آنے والے قاصدوں کے باوجود حضرت سیدنا حسینؑ کو کوفیوں کے قول و قرار اور زبانی عہد و پیمان پر..... اور وفا داریوں کے وعدوں پر اعتماد نہیں تھا..... کبھی دل کرتا کہ کوفہ چلے جائیں اور کبھی ارادہ فرماتے کہ کوفیوں سے دور رہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا:

کبھی خیال فرماتے کہ کوفہ چلا جاؤں اور کبھی ارادہ فرماتے کہ ان

سے کنارہ کش رہوں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۱ جلد ۸)

کوفہ کے لوگوں نے اپنے دو وفد بھی سیدنا حسینؑ کی خدمت میں بھیجے تاکہ وہ لوگ ملاقات کر کے آپ کو یقین دہانی کروائیں کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے وفادار ہیں..... مگر ان کی یقین دہانی کے باوجود سیدنا حسینؑ کوفہ جانے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔

پھر کوفیوں نے تیسرا وفد بھیجا جو ساتھ تجربہ کار، ہوشیار، دانا اور بے حد عیار افراد پر مشتمل تھا..... وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور انتہائی عیاری اور چرب زبانی سے سیدنا حسینؑ کو قائل اور کوفہ تشریف لیجانے کیلئے مائل کرنے کی کوشش کی۔

انہوں نے سیدنا حسینؑ کو اللہ کے نام کا واسطہ..... اور دین اسلام کا واسطہ دیکر کہا:

اگر آپ ہمارے ساتھ تشریف دلائے اور ہماری قیادت و امارت نہ سنبھالی تو ہم قیامت کے دن آپ کی شکایت آپ کے نانا جان کے سامنے کریں گے۔

اس وفد نے اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کھا کر آپ کو یقین دلایا کہ کوفہ میں ہماری تعداد میں لشکر آپ کے ساتھ تعاون کرنے کیلئے تیار ہے۔

ان عیار لوگوں نے کچھ اس انداز سے باتیں کیں، منتیں اور سماجتیں کیں رب کے نام کے واسطے دیئے اور اپنی مظلومیت کے رونے روئے..... کہ حضرت سیدنا حسینؑ ان کے ہمراہ تشریف لیجانے کیلئے تیار ہو گئے..... کچھ ساتھیوں نے اور احباب نے مشورہ دیا کہ خود تشریف لیجانا مناسب نہیں ہے..... بلکہ کسی کو صحیح صورت حال کی تحقیق کیلئے اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ روانہ فرما دیئے..... وہ کوفہ جائے حالات دیکھے..... خلوط تحریر کرنے والوں سے ملاقات کرے اور صحیح صورت

حال سے آگاہ کرے۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی | احباب و عزیزوں کے مشورے کے

مطابق حضرت سیدنا حسینؑ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور انہیں بھایا کہ..... اگر دیکھو اور محسوس کرو کہ کوئی اپنے دعویٰ و قائل اور اپنے اقرار و عہد میں سچے اور پکے ہیں تو مجھے اطلاع دینا پھر میں بھی کوفہ آ جاؤں گا۔ اور اگر انہیں ایسا نہ پاؤ تو عجلِ الإِصراف..... فوراً واپس پلٹ آنا۔

(اخبار الطوال صفحہ ۲۴۴)

طبری کی روایت کے مطابق حضرت سیدنا حسینؑ نے اپنے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ ایک مکتوب بھی اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم کو بھیج رہا ہوں..... میں ان کو اپنا نمائندہ بن رہا ہوں کہ یہ کوفہ کے حالات و واقعات کو دیکھیں اور صحیح صورت حال کے بارے میں مجھے مطلع کریں۔ اگر انہوں نے تمہارے حالات اور جو کچھ تم نے لکھا ہے اس پر اطمینان کا اظہار کیا تو میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ (طبری صفحہ ۱۹۸ جلد ۶)

حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو کوفہ کے لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا فقید المثال استقبال کیا اور اپنی مسرت و خوشی کا اظہار کیا..... دراصل یہ سازشی اور عیار لوگ ہر صورت میں حضرت سیدنا حسینؑ کو کوفہ بلانا چاہتے تھے اسی لئے یہ فسر یہی اور مکار گروہ درگروہ حضرت مسلم بن عقیل کے ہاں پہنچنا شروع ہوئے..... حضرت مسلم بن عقیل انہیں سیدنا حسینؑ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سناتے اور یہ خط کا مضمون سن کر آنکھوں سے مگر مجھ کے آنسو بہاتے اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے..... یہاں تک کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تک جا پہنچی اور اس طرح بیعت کر کے کوئی اپنے طے شدہ منصوبہ کو پایہ تکمیل تک

پہنچانے کیلئے مستعد اور منظم ہو گئے۔

حضرت مسلم عقیل نے جب امید سے بڑھ کر اپنی پذیرائی اور کامیابی دیکھی اور اہل کوفہ کی (نام نہاد) وفاداری دیکھی تو سیدنا حسینؑ کو خط تحریر کیا کہ:

کوفہ کے لوگ اپنے عہد و اقرار میں سچے ہیں تقریباً اٹھارہ ہزار کوئی
مؤکد بہ قسم مجھے اپنی وفاداری اور آپ کے ساتھ حبان و مال کے
تعاون کا یقین دلا چکے ہیں..... میرے خط کے پہنچتے ہی آپ
کوفہ تشریف لے آئیں۔

(جلا العیون شیعہ صفحہ ۳۳۲، تاریخ التواریخ صفحہ ۱۲۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۲ جلد ۸)

تاریخ التواریخ نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت مسلم
کے ہاتھ پر تقریباً اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کی تھی۔ (تاریخ التواریخ صفحہ ۱۲۳)

سیدنا حسینؑ کی روانگی | حضرت سیدنا مسلم بن عقیل کا تحریر کردہ خط ذی قعدہ
کے آخری دنوں میں پہنچا اور حضرت سیدنا حسینؑ نے کوفہ تشریف لیجانے کی تیاریاں
شروع فرمادیں۔ آپ حضرات اس حقیقت کو سن کر یقیناً حیران ہو گئے کہ اس سفر کیلئے
آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے چند قریبی افراد ہی تیار ہوئے..... خاندان
کے کچھ لوگوں نے بھی اس سفر میں نکلنے کے بارے میں آپ کا ساتھ نہیں دیا.....
مکہ مکرمہ میں بننے والے مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی آپ کا شریک سفر نہیں تھا
بلکہ یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ آپ کے بعض قریبی رشتہ داروں نے اور چند جلیل
القدر صحابہ کرام نے آپ کو کوفہ تشریف لیجانے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

تاریخ کی کتب کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا حسینؑ
اپنے کنبہ کے افراد کے ساتھ جن میں مستورات بھی تھیں اور معصوم بچے بھی
..... ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو مکہ سے روانہ ہوئے..... اور یہ بات آپ جانتے

ہیں کہ ۸ ذی الحجہ کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے اسی دن حاجی حضرات مکہ مکرمہ سے میدان منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

سیدنا ابن عباسؓ نے روکا | حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ حضرت

علیؑ اور امام الانبیاء علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں اور والد کی نسبت سے سیدنا حمینؑ کے چچا اور نبی کریمؐ کی نسبت کو دیکھا جائے تو سیدنا حمینؑ کے نانا لگتے ہیں..... پھر یہ سیدنا علیؑ کی فوج کے کمانڈر انچیف میں رہے ہیں..... سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کی خالہ سیدہ میمونہؓ ازواج مطہرات میں شامل ہیں..... وہ کئی راتیں اپنی خالہ کے ہاں بسر کرتے..... رات کو اٹھ کر امام الانبیاء کو وضو کروانے کیلئے پانی لاتے..... آپ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے اور نبی کریمؐ کی دعائیں لیتے..... ان ہی دعاؤں کی بنا پر حبر امت (امت کا بڑا عالم) کے لقب سے مشہور ہو کر ترجمان القرآن کہلائے۔۔۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

فَمَكَانَ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ كُبَّارِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَأَعْلَمُهُمْ
بِتَفَاسِيرِ الْقُرْآنِ - (منهاج النبوة صفحہ ۱۱۸ جلد ۲)

سیدنا ابن عباسؓ اہل بیت کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور ان سب میں قرآن کی تفسیر کے حوالے سے سب سے بڑے عالم ہیں۔

یہ بات بھی میں بیان کر آیا ہوں کہ حضرت سیدنا حسینؑ مدینہ منورہ سے سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے تو قیام سیدنا ابن عباسؑ کے گھر میں فرمایا تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا حسینؑ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کوفہ جانے کیلئے بالکل تیار ہیں تو انہیں سمجھانے کیلئے تشریف لائے۔ اور مختلف طریقوں سے سمجھانے کی کوشش کی۔ کبھی کوفیوں کی بے وفائی۔ بد عہدی اور غداری کی تصویر دکھائی۔

..... واضح فرمایا کہ کوفیوں نے آپ کے والد محترم سے بے وفائی کی.....
 آپ کے برادر بزرگ سے غداری اور بد عہدی کی..... سیدنا ابن عباسؓ نے
 فرمایا۔

إِنَّ أَهْلَ الْعِرَاقِ قَوْمٌ غَدَرٌ فَلَا تَفْتَنَنَّ بِهِمْ

(الہدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۸)

یقیناً عراق کے رہنے والے غدار لوگ ہیں ان کی وجہ سے آپ
 دھوکہ نہ کھائیں۔

سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ نے سیدنا حمینؓ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:
 اگر مکہ سے جانا ہی چاہتے ہو تو یمن کی طرف چلے جاؤ وہ ایک وسیع و
 عریض ملک ہے وہاں آپ کے والد محترم کے وفادار ساتھی موجود
 ہیں۔ (طبری صفحہ ۲۱۸ جلد ۲)

مگر حضرت سیدنا حمین رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباسؓ کے مشورے کو قبول
 کرنے سے انکار کر دیا تو سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر میں سمجھتا کہ
 میں تیرے ہال چکڑا کر اور تمہاری گردن چکڑا کر روک لوں گا (یعنی تجھ سے دست و
 گریباں ہو کر) تو میں یہ کام بھی کر لیتا۔ (طبری صفحہ ۲۱۷ جلد ۶)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا:
 اگر یہ بات تو یمن پر مبنی نہ ہوتی تو آپ کے سر کے بالوں سے چکڑا کر
 آپ کو روک لیتا..... آپ کس طسوف جانا چاہتے ہیں.....
 ان لوگوں کی طرف جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کیا اور آپ کے
 بھائی کو نیزے کا دار کر کے زخمی کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۶ جلد ۵)

جب سیدنا حمینؓ کسی طور پر بھی حضرت ابن عباسؓ کے مشورے کو ماننے

کیلئے تیار نہیں ہو رہے تھے تو ابن عباسؓ نے اس انداز سے سمجھایا۔

وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا ظُلْمَ لَكَ سَتُقْتَلُ غَدًا بَيْنَ نِسَائِكَ وَبَنَاتِكَ
كَمَا قُتِلَ عُثْمَانُ بَيْنَ نِسَاءِئِهٖ وَبَنَاتِهٖ ۔

اللہ کی قسم میرا گمان کہتا ہے کہ تم کل اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے
سامنے اسی طرح قتل کر دیے جاؤ گے جیسے عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا
تھا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

حضرت سیدنا حمینؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کی بات سامنے میں ہچکچاہٹ کا
اظہار کیا اور فرمایا.....

اِنَّكَ شَيْخٌ قَدْ كَبُرَتْ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں

سیدنا ابن عباسؓ نے آخر کار فرمایا:

قَبْلَ اَنْ كُنْتُ نِسَاءً اگر آپ میری بات

تسلیم نہیں کرتے اور کوفہ جانے کیلئے مصر ہی ہو..... تو مسیری

ایک بات مان لو کہ اپنی مستورات کو اور بچوں کو ساتھ نہ لیجاؤ۔

وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَخَائِفٌ اَنْ تُقْتَلَ كَمَا قُتِلَ عُثْمَانُ وَنِسَاءُهُ

وَوَلَدُهُ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهِ ۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۸، طبری صفحہ ۲۱۷، جلد ۶)

اللہ کی قسم مجھے خوف ہے کہ نہیں تمہیں اسی طرح قتل نہ کر دیا جائے جس

طرح عثمان کو ان کی بیوی اور بچوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا حمینؓ نے اپنی سوج اور اپنی فکر کے مطابق کوفہ کے جانب چلنے

میں بہتری سمجھی اور حضرت ابن عباسؓ کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا..... مگر سیدنا ابن

عباسؑ کا یہ حکیمانہ اور خیر خواہ مشورہ سیدنا حسینؑ کو اس وقت یاد آیا جب کہ بلا میں خواتین اور بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں..... تو فرمایا: اللہ کی قسم ابن عباسؑ نے کس قدر صحیح اور درست بات کی تھی!

سیدنا ابن جعفرؑ نے روکا | گذشتہ کسی خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ مشہور

صحابی رسول حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی سیدنا حسینؑ کو مدینہ منورہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں سمجھایا تھا کہ اس طرح کا رویہ مناسب نہیں..... واپس مدینہ پہنچنے..... مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائیے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا حسینؑ حج سے پہلے کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے ہیں تو آپ تین راتوں کی مسافت طے کر کے ان سے ملے اور سمجھایا کہ کوفہ کی طرف سفر کرنے سے رک جائیے..... کوئی دھوکہ باز ہیں آپ ان کے دھوکہ اور فریب میں نہ آئیں..... مگر ان کا سمجھانا بھی مفید ثابت نہ ہوا۔ (الہدایہ والنبایہ صفحہ ۱۶۳ جلد ۸)

یہاں ایک بات کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ شہادت سیدنا حسینؑ کے بعد سیدنا ابن عمرؓ مکہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ کیا احرام باندھنے والا شخص مجھ کو مار سکتا ہے اور اگر مار دے تو اس پر کیا حکم لگے گا۔

سیدنا ابن عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا

تم کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا..... میں عراق سے آیا ہوں۔

اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا:

لوگو! اس شخص کو دیکھو مجھ سے مجھ کے خون بہا کا مسئلہ پوچھتا ہے

حالانکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اولاد کو قتل کیا اور ان کا خون

بہایا..... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یہ میرے
دونوں نواسے (سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ) دنیا میں میرے پھول
اور میرے لئے خوشبو ہیں (مسکو ۵۶۹: ص)

حضرت حسینؑ کے تایا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن جعفرؑ..... جو آپ
کے بہنوئی تھے اور سیدہ زینب بنت علیؑ کے شوہر نامدار تھے..... وہ اس وقت
قالبافریضہ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ آئے ہوئے تھے..... انہیں جب معلوم ہوا
کہ سیدنا حسینؑ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ بجانب کوفہ روانہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے
بیٹوں (عون و محمد) کو تیز رو سوار یوں پر روانہ فرمایا کہ:

سیدنا حسینؑ کو میرا پیغام پہنچاؤ کہ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ مکہ واپس پلٹ
آئیے..... اور اگر یہ بات وہ منظور نہ فرمائیں تو جہاں ہیں وہیں
ٹھہریں اور میرا انتظار کریں۔

طبری کی روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن جعفرؑ خود گورنر مکہ عمرو بن سعید کے
ہاں پہنچے اور کہا کہ تم ایک تحریر لکھ کر دو کہ اگر سیدنا حسینؑ واپس پلٹ آئیں تو تم ان کے
ساتھ حسن سلوک کرو گے اور صلہ رحمی کا معاملہ کرو گے..... اور ان کے خلاف کسی
قسم کی کارروائی نہیں ہوگی۔

گورنر نے یہ سن کر کہا..... آپ جو تحریر لکھنا چاہتے ہیں خود ہی لکھ لیجئے اور
مجھ سے اس پر دستخط کروا لیجئے..... چنانچہ تحریر لکھی گئی..... پھر حضرت ابن جعفرؑ
نے کہا آپ میرے ہمراہ اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی بھیجئے..... تمہاری یہ تحریر
سیدنا حسینؑ کے حوالے وہ خود کریں..... یہ دونوں حضرات سیدنا حسینؑ کو مبارک
ملے..... مگر سیدنا حسینؑ نے ان کی پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

(طبری صفحہ ۲۱۹، جلد ۶)

سیدنا ابوسعید خدریؓ نے روکا | مشہور و معروف صحابی رسول جن سے

۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدریؓ نے بھی سیدنا حمینؓ کو کوئیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے کوفہ جانے سے روکا اور کہا:

إِنِّي اللَّهُ فِي نَفْسِكَ وَالزَّمَّ بَيْتَكَ وَلَا تَخْرُجْ عَلَى
إِصَامِكَ۔ (الہدایہ والنہایہ ص: ۱۶۳، ج: ۸)

اپنے دل میں اللہ سے ڈریے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہیے اور
اپنے امام کے خلاف نہ نکلئے۔

میں اس پر کتنے حوالے پیش کروں..... کتنے بڑے بڑے لوگ اور اونچے
درجے کے بزرگ تھے جو سیدنا حمینؓ کو کوفہ جانے سے منع کر رہے تھے..... سیدنا
حمینؓ کے برادر اصغر حضرت محمد بن علیؓ (المعروف بہ حقیقہ) نے ہر ممکن طریقے سے
روکنے کی کوشش کی..... مشہور صحابی سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے بھرپور
طریقہ سے منع کیا۔

یہ جتنے حضرات کے بارے میں میں نے بیان کیا ان تمام حضرات نے کبھی
کبھی سے کبھی نرمی سے اور کبھی منت سماجت کر کے ہر ممکن طریقے سے سیدنا حمینؓ کو
کوفہ تشریف لیجانے سے روکا اور منع کیا..... ان حضرات کا بھختہ خیال اور ماضی کا
تلخ تجربہ تھا کہ کوفہ کے رہنے والے لوگوں کی اکثریت بے وفا اور غدار ہے.....
یہی لوگ تھے جنہوں نے خاندانِ علیؓ سے ہمیشہ بد عہدی اور غسداری کی..... یہ
حضرات اپنے ماضی کے تجربہ کی روشنی میں سمجھتے تھے کہ کوئی وفا کے لفظ سے بھی آشنا
نہیں ہیں.....

وہ کہتے تھے نہ

تم کو ان سے وفا کی ہے امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

مگر حضرت سیدنا حسینؑ نے ان تمام جلیل القدر اصحاب رسول اور اپنے رشتے داروں اور عزیزوں کے خیر خواہانہ مشورے کو اپنے لئے مفید نہ سمجھا اور مکہ مکرمہ سے اپنے اہل و عیال، عزیزوں اور ان ساتھ کو فیوں سمیت جو آپ کو لینے کیلئے آئے ہوئے تھے..... بجانب کوفہ روانہ ہوئے..... یہ روانگی باختلاف روایات ۸ ذی الحجہ یا ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ تھی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۸ جلد ۸)

ادھر مسلم بن عقیل کے ساتھ کیا ہوا؟ اب ذرا ادھر دیکھئے کہ کوفہ میں کیا ہوا؟ حضرت مسلم بن عقیل نے اپنی غیر معمولی پذیرائی دیکھی..... ہزاروں کو فیوں کے منہ سے سیدنا حسینؑ سے محبت کے کلمات سنے، اور جب انہوں نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی..... تو انہوں نے سیدنا حسینؑ کو لکھا کہ:

جو کچھ کو فیوں نے اپنے خطوط میں تحریر کیا تھا وہ سو فیصد درست ہے آپ فوراً کوفہ پہنچنے کی تیاری فرمائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل کی سرگرمیاں زیادہ دن مخفی نہ رہ سکیں..... کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیرؑ نے اس سلسلہ میں ایک خطبہ دیا کہ لوگو! فتنہ فساد اور تفرقہ بازی سے بچو اس میں خون ناحق بہتا ہے اگر تم نے بیعت کو توڑا اور خلیفہ وقت کے خلاف کھڑے ہوئے تو میں تلوار سے فیصلہ کروں گا..... آپس میں اتحاد اور اتفاق سے رہو اور سنت کی پیروی کرو۔ (طبری صفحہ ۱۹۹ جلد ۶، البدایہ والنہایہ ۱۵۲ جلد ۸)

کوفیوں کی سرگرمیاں جب حد سے زیادہ منفی ہونے لگیں اور معاملہ اور حالات حضرت نعمان بن بشیرؑ کے قابو سے باہر ہونے لگے تو یزید نے ان کی جگہ بصرہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کے حالات کنٹرول کرنے کیلئے..... کوفہ کی گورنری کا اضافی چارج بھی دے دیا۔

ابن زیاد نے گورنری کا منصب سنبھالنے کے بعد کوفیوں کو وارننگ دی:

تمہارے شہر کا انتظام میرے سپرد کیا گیا ہے..... میں مظلوم

کے ساتھ انصاف کروں گا..... محروم کو اس کا حق واپس دلوں گا

..... اچھے لوگوں کے ساتھ میں مہربان والد کی طرح ہوں گا اور

فرمانبرداروں کیلئے ہمدرد بھائی..... میری تلوار صرف اس

کیلئے ہے جو حکم سے اعراض کرے گا لہذا ہر شخص اپنا بھلا برا خوب

سوچ لے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۳ جلد ۲)

ابن زیاد کی یہ تقریر مؤثر ثابت ہوئی..... علاوہ ازیں اس نے شہر کے

ذمہ دار لوگوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کو بچھانے کا گرا استعمال کیا.....

بزرگوں کو بچھایا کہ اپنی اولاد کو بچھائیں ورنہ نتائج کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

ابن زیاد کے اعلان اور بچھانے کی حکمت عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو کوئی کچھ دیر

پہلے حضرت مسلم کے ہاتھ پر دوڑ دوڑ کر بیعت کر رہے تھے..... وہ سب ایک

دوسرے کی دیکھا دیکھی حضرت مسلم سے علیحدگی اختیار کرنے لگے اور ابن زیاد کے

سامنے سر تسلیم خم کرنے کیلئے تیار ہو گئے..... چند گھنٹوں میں اٹھ سارے ہسزار کی وہ

جماعت ایسی تتر بتر ہوئی کہ آخر کار حضرت مسلم تنہا رہ گئے۔

صاحب تاریخ التواریخ نے لکھا ہے:

بیعت حسینؑ را بستند و بہ متابعت یزید پیوستند۔

انہوں نے سیدنا حسینؑ کی بیعت کو توڑ دیا اور یزید کی پیروی اختیار کر لی۔

سیدنا مسلم بن عقیل ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے داخل ہوئے تو صرف دس

آدمی مقتدی تھے.....

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ

جب مسجد کے دروازے غیبی باہر تشریف لائے تو اس وقت ایک شخص بھی ان کے ہمراہ نہیں تھا۔
ناخ التوارخ کے مصنف نے لکھا ہے:

جب مسجد سے آپ نے قدم باہر رکھا تو اپنے آپ کو تنہا پایا، شہر کو فوج دشمنوں سے بھرا ہوا تھا اور رات کا وقت تھا راستہ دکھانے کیلئے گلی کو چوں اور بازار سے گزرنے کیلئے کوئی راہنما نہیں تھا۔

(ناخ التوارخ صفحہ ۱۳۸ جلد ۶)

ناخ التوارخ کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

کوفہ کے شریعہ اور بدعہد لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل پر سنگ باری شروع کر دی تب انہوں نے فرمایا..... کو فیو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھ پر سنگ باری کر رہے ہو، حالانکہ میں اہل بیت ہی میں سے ہوں۔ کیا تم نبی کریم ﷺ کی اولاد کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہو۔

کوفیوں نے بے حیائی اور بے وفائی کی انتہا کر دی تھی..... سیدنا مسلم بن عقیل بڑی بے بسی اور مظلومیت کے عالم میں ان کے ترغے میں پھنسے ہوئے تھے..... جنہوں نے ابتداء میں سبز باغ دکھا کر انہیں تسلی و تسکین دی اور عین وقت پر دغا دے گئے۔

حضرت مسلم کو افسوس و دکھ اس بات کا تھا کہ وہ کوفیوں کی طرف سے ابتدائی پذیرائی دیکھ کر حضرت سیدنا حمینؓ کو خط تحریر کر چکے تھے کہ آپ فوراً کوفہ کیلئے کوچ فرمائیں..... انہیں دکھ تھا کہ سیدنا حمینؓ کوفہ پہنچیں گے تو یہ بے وفا اور بدعہد لوگ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کریں گے۔

حضرت مسلم کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ سیدنا حمینؓ تک کسی نہ کسی طریقے سے پہنچیں۔

اطلاع پہنچائی جائے کہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں اس لئے کہ کوفہ کے لوگ آپ کے بعد رد و فادار، اور حامی نہیں ہیں بلکہ یہ اسی طرح آپ کے مخالف اور دشمن ہیں جس طرح یہ بے حیاء سیدنا علی بن ابی طالبؓ اور سیدنا حسن بن علیؓ کے دشمن اور دیری تھے۔

سیدنا مسلم اس خیال کے آنے پر رو پڑے..... آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے..... لوگ پوچھتے کہ بہادر لوگوں کی اولاد ہو کر روتے کیوں ہو؟

وہ جواب میں فرماتے اللہ گواہ ہے میں اپنی جان اور ذات کیلئے نہیں رو رہا ہوں..... بلکہ اسلئے پریشان اور افسردہ ہوں اور رو رہا ہوں کہ میں سیدنا حسینؓ کو تمہاری نام نہاد وفاداریوں کے متعلق لکھ کر انہیں کوفہ آنے کی دعوت دے چکا ہوں..... وہ میرے کہنے پر مکہ مکرمہ سے کوفہ کی جانب سفر شروع کریں گے اور کوفہ کے بے وفاء لوگوں کے ترغے میں پھنس جائیں گے۔

آخر کار حضرت مسلم بن عقیل نے عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تجھے اس قرابت اور رشتے کا واسطہ ہے جو میرے اور تیرے درمیان ہے، میری ایک وصیت کو پورا کر دے۔

عمر بن سعد نے وصیت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ پہلی وصیت یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار درہم کا مقروض ہو گیا ہوں میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے یہ قرضہ اتار دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے قتل ہو جانے کے بعد میری تجھیز تکفین کرنی ہے اور تیسری وصیت یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کیلئے خط تحریر کر دینا کہ وہ کوفہ نہ آئیں اور واپس مکہ پلٹ جائیں۔

(جلاء العیون شیعہ صفحہ ۳۴۳)

تاریخ التوارخ کے مصنف نے قیسری وصیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے
 لَا يَغُرُّكَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ أَبِيكَ الَّذِي
 كَانَ يَتَمَتَّى بِرَأْفَتِهِمْ بِأَلْمُؤَةِ أَوِ التَّقْلِ إِنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ
 قَدْ كَذَبُواكَ۔ (تاریخ التوارخ صفحہ ۱۳۹ جلد ۶، طبری صفحہ ۲۱۱ جلد ۶)
 آپ کو فیوں کے دھوکے اور فریب میں مت آئیے گا یہی وہ لوگ
 ہیں جو آپ کے والد گرامی کے ساتھی کہلاتے تھے اور جن سے
 نجات پانے کیلئے آپ کے والد محترم مرجانے یا شہید ہو جانے کی تمنا
 کرتے تھے ان کو فیوں نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی
 جھوٹ بولا۔

جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی تحریر کرتے ہیں کہ مسلم بن عقیل نے یہ وصیت محمد
 بن اشعث کو کی تھی۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۴۱)

یوں کوفہ کے ان لوگوں کی بخبری اور بے وفائی اور بد عہدی سے جو اپنے
 آپ کو سیدنا علی بن ابی طالبؑ کے ساتھی اور ہمدرد کہلاتے تھے مسلم بن عقیل شہید
 کر دیئے گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ..... یہ وقوعہ ذی الحجہ کی آٹھ یا نو
 تاریخ کو پیش آیا۔

سیدنا حسینؑ کوفہ روانہ | ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو حضرت مسلم بن عقیل

شہادت کے درجے پر فائز ہوئے اور اسی دن حضرت سیدنا حسینؑ نے مکہ مکرمہ سے
 کوفہ جانے کیلئے کوچ فرمایا..... آپ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کا اور
 کو فیوں کی پر لے درجے کی بد عہدی اور بے وفائی کا ابھی تک علم نہیں تھا (اس سے
 معلوم ہوا کہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُون (عالم الغیب ہونا) یہ منصب سیدنا حسینؑ کا نہیں

بلکہ اللہ رب العزت کا ہے)

سفر کرتے کرتے جب سیدنا حسینؑ ثعلبیہ نامی مقام پر پہنچے تو دو آدمیوں نے آپ کو اطلاع دی کہ ہمیں کوفہ سے آنے والے ایک شخص نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے..... حضرت حسینؑ اس غمناک اور پریشان کن خبر کو سن کر بہت غمگین ہوئے اور بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے۔ (جلا العیون صفحہ ۴۵۱)

طبری کی روایت ہے کہ اس مقام پر آپ کو وہ قاصد ملا جو سیدنا مسلم بن عقیل کی وصیت کے مطابق خط لیکر آ رہا تھا۔ (طبری صفحہ ۲۱۱، جلد ۶)

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر پہنچنے کے بعد آپ نے اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے بھائی مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھ لیا ہے..... تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس جاسکتا ہے۔

(جلا العیون صفحہ ۴۵۲، تاریخ التواریخ صفحہ ۱۶۳ جلد ۲)

مشہور شیعہ عالم شیخ مفید نے لکھا ہے کہ:

جب سیدنا حسینؑ کو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے ہم سفر لوگوں کو حسمع کر کے فرمایا..... ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے ہمیں رسوا کر دیا ہے لہذا تم میں سے جو شخص واپس جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے
اپہر کوئی اعتراض نہیں

سیدنا حسینؑ واپسی کا ارادہ | بعض کتب تاریخ میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر حضرت سیدنا حسینؑ نے مکہ مکرمہ چلٹ جانے کا ارادہ فرمالیا تھا مگر برادرانِ مسلم نے واپس جانے سے انکار کر دیا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے..... جب تک اپنے بھائی کے خون انتقام اور بدلہ نہیں لے لیتے۔

برادرانِ مسلم بن عقیل نے کہا

فَقَالَ لَهُ بَنُو عَقِيلٍ لَا تَرْجِعْ وَاللّٰهُ اَبَدًا

فرزندانِ عقیل کہنے لگے واللہ ہم واپس نہیں جائیں گے یا تو مسلم کا انتقام لیں گے یا ہم سب کے سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔
(مقاتل الطالبین شیعہ صفحہ ۱۱۰)

عمدۃ الطالب کے مصنف نے لکھا کہ:

وَانْصَلَ بِهِ خَبَرَ قَتْلِ مُسْلِمٍ بِنِ عَقِيلٍ فِي الطَّرِيقِ
فَازَادَا الرَّجُوعَ فَاَمْتَنَعَ بَنُو عَقِيلٍ مِنْ ذَالِكَ۔

سیدنا حسینؑ کو جب مسلم بن عقیل کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے واپس چلٹ جانے کا ارادہ فرمایا مگر فرزندانِ عقیل واپس جانے کیلئے تیار نہ ہوئے۔
(عمدۃ الطالب صفحہ ۱۷۹)

تاریخ التواریخ کے مصنف نے کہا کہ:

سیدنا حسینؑ کو جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے برادرانِ مسلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مسلم تو شہید ہو گئے ہیں، اب تمہارا کیا مشورہ ہے برادرانِ مسلم نے کہا ہم سے جو ہو سکے گا ہم کریں گے۔ یا شہادت کا جو شربت مسلم نے نوش کیا ہے ہم بھی

وہی شہرت پی لیں گے۔ (ناخ اترارغ) (شیعہ) ص ۲۱۶ ج: ۲)

(الہدایہ والنہایہ ص: ۱۶۹ ج: ۸) (طبری صفحہ ۲۲۵ جلد ۶)

اخبار الطوال کے مصنف نے لکھا کہ برادرانِ مسلم نے کہا:

مَا لَنَا فِي الْعَيْشِ بَعْدَ آخِثِنَا مُسْلِمٍ حَاجَةً بِوَاجِعِينَ
حَتَّى نَمُوتَ.....

ہمارے بھائی مسلم کے شہید ہو جانے کے بعد ہمیں بھی زندہ رہنے
کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں ہے ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے
یہاں تک کہ موت کا جام پی لیں۔

برادرانِ مسلم بن عقیل کی یہ جذبات سے بھرپور بات سن کر سیدنا حسینؑ
نے فرمایا:

فَمَا خَيْرٌ فِي الْعَيْشِ بَعْدَ هَذَا لَآءٍ..... (اخبار الطوال صفحہ ۳۱۰)

ان لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا مزہ اور کیا لطف رہ جائے گا۔

برادرانِ مسلم نے بدلے اور انتقام کے جذبے کے تحت فساد کی اور آگے
جانے پر مصر رہے..... اور سفر کو جاری رکھنے پر زور دیا..... ورنہ سیدنا حسینؑ
کی مدد پر اندر آئے یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کی طرف پلٹ جانا چاہئے۔

سیدنا حسینؑ کے قافلہ میں ساٹھ کے قریب کوئی بھی تھے جو مکہ مکرمہ سے آپ
کے ساتھ ساتھ آرہے تھے..... بلکہ سیدنا حسینؑ کو لارہے تھے..... انہوں نے
یہ صورتِ حال دیکھی تو کہنے لگے:

إِنَّكَ وَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِمِثْلِ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ وَلَوْ قَدْ مَتَّ

الْكُوفَةَ لَكَانَ النَّاسُ أَشْرَعَ إِلَيْكَ۔ (طبری صفحہ ۲۲۵ جلد ۶)

اللہ گواہ ہے کہ آپ کی تو بات ہی اور ہے آپ مسلم بن عقیل کی طرح

تو نہیں، آپ جو نبی کو ذہین نہیں گے تو سب لوگ (حکومت وقت کو
چھوڑ کر) آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

نویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥١﴾ (البقرة)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرام! میں پچھلے خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ ثعلبیہ کے مقام پر سیدنا
حسینؑ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی..... تو انہوں نے واپس
پلٹ جانیکا ارادہ کر لیا مگر برادرانِ مسلم نے آگے جانے کی ضد کی..... اور
ساتھ کوفیوں نے زور دیا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہامرِ مجبوری سفرِ مباری

رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

ثعلبہ سے کچھ منزلوں کے فاصلے پر القرعاء تک کا سفر تذبذب اور اس کشمکش میں کٹتا رہا کہ آگے جانا چاہیے یا پیچھے پلٹ جانا چاہیے۔

القرعاء سے دور راستے نکلتے ہیں..... ایک کوفہ کی جانب اور دوسرا دمشق کی طرف جاتا ہے..... سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق جانے کا راستہ اختیار فرمایا۔ (عمدة الطالب ص: ۱۷۹)

اور چلتے چلتے کربلا تک آن پہنچے..... ابن زیاد نے عمر بن سعد کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ روانہ کیا..... اس طرح عمر بن سعد کربلا پہنچ گئے۔
آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عمر بن سعد کون ہے؟

عمر بن سعد کون ہے | عمر بن سعد..... سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر ہیں..... اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رشتے میں..... امام الانبیاء ﷺ کے ماموں لگتے ہیں..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس صحابہ میں شامل ہیں جن کو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے۔

یہ ان چھ آدمیوں میں شامل ہیں جن کو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کیا تھا..... فاتح ایران ہونے کا شرف رکھتے ہیں..... بہت دلیر، بہادر اور تیر اندازی میں بے حد مشاق تھے۔

غزوہ احد میں ان کی تیر زنی دیکھ کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

إِذْ يَوْمَ يَأْسُوعِدُكَ أَبْنِي وَأُخْتِي.....

سعد تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان.....

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسان نبوت سے سعد بن ابی وقاص کے عہد و بھی شخص کے لیے
فِدَاكَ اَبْنِيَّ وَ اُتْقِيْ كَا مَبَارَكٍ جَمْلًا نِّمِيسَ سَا۔ (ترمذی - بخاری)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے:

هَذَا خَالِيْ فَلْيَا تِ كُلِّ رَجُلٍ بِخَالِهِ۔

سعد میرے ماموں ہیں کوئی دوسرا شخص ایسا ماموں لائے۔

اس رشتے سے عمر بن سعد بنی اکرم رضی اللہ عنہ کا ماموں زاد بھائی ہوا اور سیدنا
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتے میں نانا ٹھہرا۔

عمر بن سعد نے بڑی ہمدردی اور دلجوئی سے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو سمجھایا۔۔۔۔۔ اور کوفیوں کا اصل چہرہ دکھایا۔۔۔۔۔ کوفیوں نے حضرت مسلم بن
عقیل کے ساتھ کس طرح غداری کی اور کتنا بھیا تک سلوک کیا اس کے بارے
وضاحت سے بتایا۔۔۔۔۔ انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانگی میں
جھانکنے اور غور کرنے کا مشورہ دیا۔۔۔۔۔ اور یاد دلایا کہ انہی غداروں نے آپ کے
والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے وفائی کی اور پھر شہید کر دیا
۔۔۔۔۔ پھر یہی لوگ تجھے جنہوں نے آپ کے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھ دیے، خنجر کے وار کیے، ان کی ران کو زخمی کیا، گالیاں دیں، مصلی
ان کے پیچھے سے کھینچ لیا۔۔۔۔۔ اور بالآخر ہر دیکر ان کو شہید کر دیا۔

ان ہی غداروں میں سے چند غدار، بد عہد اور شرارتی لوگ آج آپ کو بھی
استعمال کر کے اسلام کی مضبوط بنیادوں کو بے دینا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ اور متحد امت
مسلمہ کو انتشار و افتراق اور اختلاف کی بھیڑ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ خدا
کے لیے آپ ان شرارتی عنصر کی تدبیروں اور سازشوں کو سمجھئے گا۔۔۔۔۔ اور اپنے

اُس فیصلے سے ان کی تدبیروں کو ناکام بنادیکھئے۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان ملاقات کا ذکر فریقین کی معتبر سب میں موجود ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے الارشاد شیخ مفید صفحہ ۴۳۷، بحار الانوار مجلسی صفحہ ۴۴۶، جلد ۱)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کی ناصحانہ گفتگو سنی..... اور پھر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کوفہ کے جن مشہور و معروف سرداروں نے انہیں وفا کے وعدوں سے بھرپور غلطو فہمی کیے تھے ان میں سے اکثر سردار آج غداری کے مرتکب ہو کر ابن سعد کے دستے میں موجود تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے تحسیر کردہ غلطو فہمی کا تذکرہ ان کے سامنے کیا..... اور پھر ایک ایک سردار کا نام لے کر پکارا..... اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا یہ غلطو فہمی تمہارے قریب کردہ نہیں؟ کیا ان میں سے ہر غلط فہمیگروں لوگوں کے دخل نہیں؟

تم نے یہی غلطو فہمی کر لی ہے یہاں ہایا..... دعوت دی..... اور اب تم ہی میرا تقدر دیکھتے ہو؟ مٹی تیار ہے ہو اور مخالفت دتے میں شامل ہو۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان پر وہ غدار اور ہمدرد اور شرارتی لوگ قہقہے لگا کر ساف انکاری ہو گئے کہ ہم نے آپ کی طرف کوئی دلائل نہیں لکھا۔
ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان ناصحانہ کلام کا فریب
ہم پہنچنے بڑھتے بڑھتے درمیان تک آ گئے

طبری نے لکھا ہے کہ عمر بن سعد کو اس نے بھیجا تھا کہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کر کے انہیں پیادہ کی بیعت کرنے پر آمادہ کریں..... عمر بن سعد نے بات شروع کی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں (واقعہ کر بلا کے عنوان سے جتنی کتابیں جس زبان میں بھی آج تک تحریر کی گئی ہیں یہ تین شرطیں ان میں موجود ہیں..... ان تین شرطوں کا انکار کوئی سلیم الطبع شخص نہیں کر سکتا)

پہلی شرط یہ ہے :

”قَاضِرُفٌ مِّنْ حَنِيفٌ جُنُتٌ.....“

میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پلٹ جانے دیا جائے (یعنی مسیرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے واپس جانے دو)

دوسری شرط یہ ہے :

کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو

اور تیسری شرط یہ ہے کہ :

مجھے سرحدوں کی طرف جانے دو (جہاں میدان جہاد گرم ہے)

(طبری ج ۶ ص ۲۲۰)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کی جو گفتگو ہوئی اس کے متعلق مشہور شیعہ عالم شریف المرتضیٰ اپنی شہرہ آفاق کتاب..... کتاب الثانی میں تحریر کرتے ہیں :

رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اخْتَارُوا مِنِّي أَمَّا الرَّجُوعُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ وَأَنْ أَضَعَ يَدِي عَلَى يَدِ يَزِيدٍ فَهُوَ ابْنُ عَمِّي لِيَزِي فِي رَأْيِهِ وَأَمَّا أَسِيرٌ إِلَى ثَغْرِ مِنْ تُغُورِ الْمُسْلِمِينَ فَأَكُونُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِهِ

روایت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے سامنے تین

ہائیں رکھیں۔

- ۱۔ مجھے اس جگہ پلٹ جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔
 - ۲۔ یا میں اپنا ہاتھ نہ یہ کہے ہاتھ پر رکھ دوں وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے بارے میں اپنی رائے خود قائم کرے گا۔
 - ۳۔ یا مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو تو میں وہیں کا باشندہ اور رہائشی بن جاؤں گا۔ (کتاب الثانی جلد ۱ صفحہ ۷۱)
- ناخ التواریخ کے مصنف نے عمر بن سعد کا وہ خط اپنی تصنیف میں درج کیا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ابن زیاد کو تحریر کیا تھا اس خط میں آخری شرط کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

”أَوْ يَأْتِي يَزِيدَ فَيَضَعُ يَدَهُ فِي يَدِهِ قِيَمًا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَيَتَزَي رَأْيُهُ وَفِي هَذَا لَكَ رِضْيٌ وَلِلْأُمَّةِ صَلَاحٌ۔“

یہ ناصحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہے پاس چلے جائیں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیں اور وہ دیکھے کہ کیا کرنا چاہتا ہے اس میں تیری خوشی بھی ہے اور امت کی بہتری بھی ہے۔

(ناخ التواریخ ج ۶ ص ۲۳)

ایک حوالہ اور سنئے گا..... کتاب کا نام ہے ”الامامت والریاست“ جسے ابن قتیبہ دینوری کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے (حالانکہ یہ کسی شیعہ عالم کی تصنیف ہے) اس میں بھی ان تین شرائط کا تذکرہ موجود ہے..... اور آخر میں لکھا ہے:

فَأَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ إِلَى ابْنِ زَيْدٍ بِذَلِكَ فَهَمَّ أَنْ

يُسَيِّرَ إِلَى يَزِيدَ (الامامة والرياسة جلد ۲ ص ۶)

عمر بن سعد نے یہ تین تجویزیں کوفہ کے گورنر ابن سعد کو بھیج دیں تو اس

نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید کے پاس بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔
 ماضی قریب کے ایک مشہور و معروف دیوبندی عالم دین مولانا ابوالحسن
 ندوی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو بھیجا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے فرمایا کہ تین باتوں میں سے میرے لیے ایک بات مان لو
 یا تو مجھے چھوڑ دو جیسے آیا ہوں واپس جاؤں اگر اس سے انکار
 کرتے ہو تو مجھے زید کے پاس لے چلو اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ
 دے دوں وہ جو پسند کرے فیصلہ کرے (المرئضی ص ۳۷)
 سامعین گرامی قدر! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصالحت کے لیے
 پیش کی جانے والی ان تین شرطوں کو فریقین کی معتبر کتب نے نقل کیا ہے..... یہ
 حوالہ اتنی کتب میں ہے کہ کوئی ذی ہوش اور منیب شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا
 صاحب ذوق اور وسعت مطالعہ کے شوقین مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ
 فرمائیں۔

- ۱۔ الارشاد، شیخ مفید (شیعہ) صفحہ ۲۱۰
- ۲۔ تلخیص الثانی، ابو جعفر طوسی (شیعہ) جلد ۴ صفحہ ۱۸۶
- ۳۔ اعلام الوری باعلام الہدی علامہ طبرسی (شیعہ) ۲۳۳
- ۴۔ تاریخ التواریخ، مرزا محمد تقی (شیعہ) جلد ۶، ۷، ۸
- ۵۔ بحار الانوار، ملا باقر مجلسی (شیعہ) جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۶
- ۶۔ تنزیہ الاعیاء والائمہ، شریف مرتضیٰ (شیعہ) صفحہ ۱۷۷
- ۷۔ مقاتل الطالبین، ابو الفرج اصفہانی (شیعہ) ۷۵
- ۸۔ غنئی ال آمال، شیخ عباس قمی (شیعہ) جلد ۱ صفحہ ۳۳۴

- ۹۔ کتاب الثانی، شریف مرتضیٰ (شیعہ) جلد ۱ صفحہ ۴۷۱
- ۱۰۔ الامامہ والیاسہ، (جلد ۲ صفحہ ۶)
- ان کتب کے علاوہ اہلسنت کی کتب میں بھی ان تین شرائط کا تذکرہ موجود ہے:
- ۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰
- ۲۔ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴
- ۳۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۴
- ۴۔ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۲۵
- ۵۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ابن حجر عسقلانی جلد ۱ صفحہ ۳۴۳
- ۶۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۶
- ۷۔ تاریخ الخلفاء، بیہقی صفحہ ۱۲۴
- ۸۔ سیر اعلام النبلاء، ذہبی جلد ۳ صفحہ ۲۰۹

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمر بن سعد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سے زیادہ بار ملاقاتیں کیں..... ابن سعد چاہتا تھا کہ خون خرابہ اور فساد کی آگ نہ بھڑکے..... ان ملاقاتوں کے بعد جو خط عمر بن سعد نے ابن زیاد کو تحریر کیا اس میں ابتداء ان الفاظ سے کی:

”فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَظْفَاءَ النَّائِرَةَ وَجَمَعَ الْكَلِمَةَ وَأَصْلَحَ أَمْرَ الْأُمَّةِ“

”اللہ رب العزت نے (فتنہ و اختلاف) کی آگ کو بجھا دیا ہے اور باہمی اتحاد کی فضا پیدا ہو گئی ہے اور اللہ نے امت کے معاملہ کی بہتری اور اصلاح کر دی ہے۔“

عمر بن سعد نے یہ الفاظ بطور شکرانہ تحریر کرنے کے بعد وہ تین شدتیں یا

تجویزیں بھی تحریر کر دیں جن کا تذکرہ میں کر چکا ہوں۔

طبری نے لکھا ہے کہ یہ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

هَذَا كِتَابٌ رَجُلٍ نَاصِحٍ لِّلْأَمِيرِہٖ وَ مُشْفِقٍ عَلَى قَوْمِہٖ
نَعَمْ قَبْلُكَ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶)

یہ خط ایک آدمی کی طرف سے ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا
مشفق ہے..... ہاں تو میں نے قبول کیا۔

طبری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن سعد کی طرح عبید اللہ بن
زیاد بھی ان..... تجویزوں اور شرائط کے ماننے پر آمادہ ہو گیا تھا..... تاکہ
صلح و آشتی کا ماحول بنے اور انتشار و افتراق کی کیفیت سے دامن بچا لیا جائے اور
خونریزی کی نوبت نہ آئے (مگر باوجود اس کے شہادت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا واقعہ فاجعہ اور حادثہ عظیم ہو گیا..... اس کی وجوہات کیا تھیں؟ اس کو کچھ دیر
کے بعد بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز)

فی الحال تو انصاف کے نام پر ایک بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں.....
اور پھر آپ بنی سے فیصلے کا متمنی ہوں۔

حضرت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین جو مذاکرات
ہوئے..... ان میں سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سامنے تین شرائط
پیش فرمائیں..... ان شرائط میں سے ہر شرط پر..... تعصب اور حبذ باقی
محبت و عقیدت سے کنارہ کش ہو کر انابت اور انصاف کی نگاہ سے غور کریں..... تو
سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پیش ہونے والی ہر شرط روز روشن کی طرح
اس حقیقت کو اور اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام
پر ایک مرتبہ پھر نیک نیتی سے اور اپنی پاکیزہ خصلت کی بنا پر..... اور خدا داد فہم و

فراست کی وجہ سے اپنے موقف سے رجوع فرما رہے ہیں اور جس ارادے سے یہ طویل ترین سفر فرما رہے تھے اس ارادے کو بدل رہے ہیں۔

ان شرائط کے پیش کرنے سے پہلے بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے موقف سے رجوع فرمانے کا عندیہ دے چکے تھے..... جب انہیں اطلاع ملی تھی کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا ہے..... قَتَا رَاذَ الرَّجُوعِ..... تو انہوں نے واپس جانے کا ارادہ فرمالیا..... مگر برادران مسلم اور ساتھ کوئی آڑے آگئے اور انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلم بن عقیل کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا..... اس واپسی کے ارادے کے اظہار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی سرکوبی کے لیے یا دقت کے عکس ان کی بد اعمالیوں کو ختم کرنے کے لیے نہیں تھا..... اور ان کا سفر اس مقصد کے لیے بھی نہیں تھا کہ میرے نانا ﷺ کا دین اور شریعت خطرے میں ہے یا اسے بدلنے کی سازشیں ہو رہی ہیں اور میں نے اس کا سد باب کرنا ہے..... اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملتے ہی جب حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ کوفیوں کے خمیر نہیں و فانا م کی کوئی چیز ہے ہی نہیں..... اور وہ اپنی پرانی روش اور قدیم عادت کے مطابق دھوکہ، فریب، دغا بازی اور بد عہدی کا مظاہرہ کر چکے ہیں..... وہ میرے بھائی کا ساتھ نہ دے سکے..... مسلم شہید ہو گئے..... یہ بے وفا اور بد عہد لوگ آئندہ بھی یہی کچھ کریں گے اور وقت پر مجھے دغا دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔..... تو انہوں نے وہاں سے واپسی کے ارادے کا اظہار فرمایا مگر مسلم بن عقیل کے بھائی راستے کی دیوار بن گئے!

آپ کا وجدان کیا کہتا ہے؟ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی

سرکوبی کے لیے ہوتا..... دین کو فتنے سے بچانے کے لیے ہوتا..... تو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر وہ واپسی کا ارادہ نہ فرماتے..... بلکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا دلیر اور بہادر فرزند یہ اعلان کرتا کہ میرا بھائی مسلم شبیدہ ہو گیا ہے تو کوئی پرواہ نہیں..... میں نے جو اقدام کیا ہے..... اور میں جس ارادے سے نکلا ہوں اس پر قائم اور دائم ہوں..... ایک بھائی تو کیا میں اپنا پورا کنبہ اور اپنے عزیز واقارب..... اپنے پیارے بچے تک ہر چیز دین کی سر بلندی کے لیے قربان کر دوں گا اور جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا اس اقدام سے رجوع نہیں کروں گا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرمایا لیا مگر برادرانِ مسلم راستے کی دیوار بن گئے..... اس سے یہ حقیقت ثابت ہو رہی ہے کہ اس مقام سے آگے جو سفر سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا..... اس کا مقصد صرف مسلم بن عقیل کے قتل کا بدلہ لینا تھا..... اس کے سوا اس سفر کا دوسرا کوئی مقصد نہیں تھا۔

آئیے اب غور کرتے ہیں کہ سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے مابین مصالحتی گفتگو ہو جانے کے بعد..... اور تین تجویزیں زیر غور آنے کے بعد..... صلح و اصلاح کی فضا پیدا ہونی چاہیے تھی..... مگر دو قوتیں صلح اور اصلاح کے راستے میں رکاوٹ تھیں۔

ایک برادرانِ مسلم بن عقیل وہ چاہتے تھے کہ اپنے مقتول بھائی کا بدلہ اور انتقام لیے بغیر واپس جائیں گے چاہے اس کے لیے ہمیں اپنی جانوں کی قربانی دینی پڑے اور حضرت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریم باپ کے کریم بیٹے تھے..... وفادار باپ کے وفادار بیٹے تھے..... وہ برادرانِ مسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ

دوسری قوت جو راستے کی دیوار بن رہی تھی اور جن کی طرف سے بہت زیادہ مزاحمت کا مظاہرہ ہو رہا تھا وہ ساٹھ کوئی تھے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ہمراہ آ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ تصفیہ اور صلح کی صورت میں..... اور مصالحت کی صورت میں ان کی خیر نہیں..... کیونکہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لینے کے لیے کوفہ سے مکہ پہنچے تھے..... انہیں یقین تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کی صورت میں..... اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یزید کے ہاں تشریف لے جانے کی صورت میں ہمارے پلے کچھ نہیں بچتا..... بغاوت کے جرم میں یزید ہماری چمڑی ادھیڑ دے گا..... ہماری خیر اور بخت اسی میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی طور بھی یزید کے ہاں دمشق نہ پہنچ پائیں۔ (ان ساٹھ کوفیوں نے آگے کیا کردار ادا کیا اور کس طرح سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غداری کی..... اسے تھوڑی دیر میں بیان کرتا ہوں..... مگر اس سے پہلے ایک ضروری اور انتہائی اہم نکتے کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں) آپ سن چکے ہیں کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے سامنے تین شرطیں اور تین تجویزیں پیش فرمائیں..... مجھے واپس جانے دو..... یا یزید کے ہاں جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھنے کے لیے حیار ہوں..... یا مجھے اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو..... ادنیٰ شعور رکھنے والا منیب شخص ادنیٰ سی توجہ کر کے غور کرے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان شرطوں میں سے ایک ایک شرط اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں پہنچ کر اور کوفیوں کی بے وفائی، بد عہدی اور غداری کو دیکھ کر اپنے موقف

سے رجوع فرمالیا تھا..... اور جس ارادے اور عزم سے اس سفر پر نکلے تھے اس ارادے کو بدل دیا تھا..... نیز سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے شمش ہونے والی ہر شرط اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر کفر کی سرکوبی کے لیے نہیں تھا..... یا اپنے نانا ﷺ کے دین کو بچانے کے لیے نہیں تھا..... ورنہ مکہ و مدینہ میں بیٹھ کر جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کے لیے تیار نہیں تھا..... اور جس حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکابر صحابہ روک رہے تھے..... اور منتیں کر رہے تھے اور بھجارہے تھے مگر وہ کسی کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے..... وہی حسینؑ آج کا یک..... کوفہ سے چند میل دور پہنچ کر کہتا ہے کہ مجھے یزید کے ہاں لے چلو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں..... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یزید واقعی بد کردار اور دشمن اسلام تھا..... اگر یزید نے واقعی اسلام کا علیہ ہگاڑ دیا تھا..... اور شریعت کو بدل کر رکھ دیا تھا..... تو علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلیر فرزند..... سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک گود میں پلنے والا غیرت مند بیوت..... امام الانبیاء ﷺ کے مقدس گاندھوں پر سواری کرنے والا نواسہ اور نواسہ بھی وہ کہ جس کی زبان کو رحمت عالم ﷺ نے فرط محبت میں اس طرح چوستے تھے جس طرح اہل عرب کچھوڑ کی گٹھلی چوسا کرتے ہیں..... اور پھر صحابی رسول! کیا وہ ایک ظالم، بد کردار، دین کے دشمن کی بیعت پر آمادہ ہو سکتا ہے..... کیا عظیموں والا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن اسلام کی بیعت کر سکتا ہے؟ کیا رفعتوں والا حسین کسی زانی اور شرابی کی بیعت کر سکتا ہے..... کیا اونچے درجوں والا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی فاسق و فاجر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ سکتا ہے؟

ماشاء اللہ ہم اہلسنت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!

بلکہ آپ حضرات تعصب اور دھڑے بندی سے ہٹ کر تاریخ و سیرت کی کتابیں پڑھیں..... اور حقائق کی دنیا میں آئیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی..... کہ حضرت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی یزید کو بدکردار اور بد عمل نہیں کہا وہ تقریباً چار مہینے مکہ مکرمہ میں رہے..... دنیا کا کوئی شخص ان کا کوئی خطبہ، کوئی بیان، کوئی تقریر، کوئی تحریر، کوئی خط یا ان کی نجی محفل کی گفتگو ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ یزید کافر ہے یا بدکردار ہے..... وہ فاسق و فاجر ہے اس لیے وہ خلافت کے لائق نہیں ہے اور میں اس کے خلاف لشکر کشی کر کے دین اسلام کو بچانے کی کوشش کروں گا۔

آپ حضرات خدا کے لیے تھوڑا سا غور فرمائیں..... جب مکہ مکرمہ میں اکابر صحابہؓ اور آپ کے کچھ قریبی رشتے دار آپ کو کوفہ جانے سے روک رہے تھے..... تو اس وقت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی روکنے والے سے یہ نہیں فرمایا..... کہ میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے کوفہ جانے دو اس لیے کہ میرے نانا کا دین خطرے میں ہے..... ایک کافر شخص اقتدار پر قابض ہو گیا ہے..... اس نے اسلام کا نقشہ بدل دیا ہے..... شریعت اسلامیہ کے ضابطے تبدیل ہو رہے ہیں..... وہ شرابی اور زانی ہے..... لہذا میں اس کے مقابلے کے لیے ضرور جاؤں گا اور باطل کو نیست و نابود کر کے چھوڑ دوں گا..... میں پھر عرض کروں گا کہ جذبات سے کنارہ کش ہو کر اور تعصب کی فضا سے نکل کر سنجیدگی کے ساتھ حقائق کی دنیا میں آئیے اور حضرت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش فرمودہ پہلی شرط پر غور فرمائیے..... کہ مجھے واپس جانے دو..... انصاف سے فیصلہ کیجیے کیا اسی ایک شرط نے تمام مسائل حل نہیں کر دیے کہ آپ کا یہ سفر کفر کی سرکوبی اور بے دین حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے نہیں تھا۔

کیونکہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سفر اسلام کو بچانے اور زندہ کرنے کی خاطر تھا..... تو پھر یہ معرکہ کوئی شخص حل کر کے ہمیں سمجھائے کہ پھر سیدہ فاطمہؓ کا جگر گوشہ..... بدر واحد کے غازی اور یمن کے قاضی کا لخت جگر..... امام الانبیاءؑ کا پیارا اور محبوب نواسہ اور اکبر دوش رسول کے شرف سے مسزین..... ہزاروں اصحاب رسولؐ سے فیض یافتہ..... بہت بہادر اور دلیر..... جرات و ہمت کا پیکر..... اخلاص و ایثار کا مجسمہ..... سخاوت و شرافت کا معدن..... شجاعت و بہادری میں یکساں..... بے باکی اور جواں ہمتی میں بے مثال..... سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام سے واپس لوٹنے کی تجویز کیوں پیش فرما رہے ہیں؟

کیا زید اب پارنا ہو گیا تھا؟..... کیا وقت کا حکمران عادل و منصف ہو گیا تھا؟..... کیا حاکم وقت اب اسلام پر کار بند ہو گیا تھا؟..... کیا اب دین سے خطرات ٹل گئے تھے؟..... کیا اب ملک کے قوانین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو گئے تھے؟ خدا کے لیے کوئی اس ڈور کو سلجھائے اور اس معرکہ کو حل فرمائے!

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جذباتی محبت اور جنون کی حد تک عشق کا دعویٰ رکھنے والے احباب کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر درخواست اور گزارش ہے کہ جو موقف تم پیش کرتے ہو (کہ یہ معرکہ کفر و اسلام کا اور حق و باطل کا معرکہ تھا) اگر میں اس موقف سے اتفاق کر لوں تو پھر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صاف، شفاف اور اجلا اور اعلیٰ دامن داغ دار ہوتا ہے اور میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے عیب اور اعلیٰ دامن پر ایک چھینٹا بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں!

اگر یہ معرکہ کفر و اسلام کا معرکہ ہوتا..... اور حضرت حسینؓ کا ہنر اس مقصد کے لیے ہوتا کہ میں نے ڈوبتے ہوئے اسلام کو بچانا ہے..... تو پھر اس مقام پر

آ کر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیوں فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو؟
میں آپ تمام حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں..... دل پر ہاتھ رکھ کر اور اپنے اللہ
رب العالمین کو گواہ بنا کر جواب دیجیے!

اگر سامنے کفر ناج رہا ہوتا..... اگر اسلام خطرے میں ہوتا..... اگر
دین محمدیؐ کا حلیہ بگڑ رہا ہوتا..... تو بتائیے اور اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتائیے کہ
علیؑ کا بہادر اور غیرت مند بیٹا اور امام الانبیاءؑ کا پیارا نواسہ آگے بڑھتا یا پیچھے ہٹتا؟
میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر حالات وہی ہوتے جو عام طور پر مشہور ہیں تو سیدنا
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مر جاتے، کٹ جاتے..... ذبح ہو جاتے مگر ”مجھے واپس
جانے دو“ کی شرط کبھی پیش نہ فرماتے!

رسول اللہ ﷺ کا پیارا نواسہ ہو..... امام الانبیاءؑ کے کاندھوں پر
سواری کرنے والا ہو..... سیدنا علیؑ کا جگر گوشہ ہو..... اس کے آگے کفر ناج
رہا ہو اور وہ کہے مجھے واپس جانے..... نہیں ہرگز نہیں..... ہم یہ بات
ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ارے وہ تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے..... اس نے اپنا موقف کیوں
بدلا؟ واپسی کی شرط کیوں لگائی؟ ہم تاریخ اسلام میں دیکھتے ہیں تو ہمیں کبھی ہستیاں
ایسی ملتی ہیں..... جن پر قلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے..... غموں اور دکھوں
کی آندھیاں چلیں..... ظالم حکمرانوں سے ٹکری..... تشدد اور بربریت کا
مظاہرہ کیا گیا..... انہیں ڈرایا اور دم کا یا گیا..... مگر وہ اپنے موقف سے
ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے..... بلکہ آگے بڑھے..... ظالموں کی آنکھوں میں
آغٹھیں ڈال کر بات کی اور اپنے موقف پر پہاڑ سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جزم
رکھے..... کیا تم بلالؓ کو نہیں جانتے ہو..... ان کا مالک انہیں سارا سارا

دن جلتے ہوئے انگاروں پر لٹاتا..... مک ملا پانی ان کے زخموں پر چھڑکا جاتا
..... مکہ کی نوک دار زمین پر انہیں گھسیٹا جاتا..... دوسرے دن پھر انہیں
تپتے ہوئے فرش پر لٹا کر..... ان کا مالک امیہ پوچھتا اب بھی اللہ اور محمد کا نام
لے گا..... بلال مسکرا کے کہتا..... ظالم ان کو مارنے کا جتنا مزہ آج آیا ہے
وہ مزہ آج تک آیا ہی نہیں..... بلال تپتے ہوئے فرش پر لیٹ کر احد کے
نعرے لگاتا..... وہ ایک انج بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹا۔

علامہ محمد اقبال مرحوم نے کتنی سچی اور دل لگتی بات کہی ہے۔

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
اسی میکہ سے ہوئی تیرے غم کدہ کی آبادی
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مسزہ ہی نہیں

بلال کو نلوں پر تو پتار ہا مگر اس نے اپنے موقف میں تبدیلی کا اشارہ تک

نہیں دیا!

جانتے ہو اسلام کی اس پہلی خاتون کو جس نے اسلام میں سب سے پہلے
شہادت کا مرتبہ پایا..... عمارؓ کی والدہ محترمہ اور یاسرؓ کی رفیقہ حیات حضرت سیدہ
سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو..... ابو جہل نے قلم و تشدد کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے
..... رسیوں سے باندھا..... مکہ کے چوراہوں میں گھسیٹا..... نیزے کی

انیوں سے جسم میں سوراخ کئے..... دو اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالفت سمتوں میں دوڑانے سے کچھ ہی دیر پہلے ابو جہل نے سمیہؓ سے کہا..... تیسرے دو بکڑے ہونے میں چند لمحے باقی ہیں..... اگر اب بھی محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دے تو تیری جان بخشی ہو سکتی ہے..... مصیبت کے عین ان لمحات میں سمیہؓ اپنے موقف سے..... ہاں صنف نازک سمیہؓ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹی بلکہ کہنے لگی..... سمیہؓ کے جن نازک ہاتھوں نے محمدؐ عربی ﷺ کے دامن کو چکوا ہے یہ ہاتھ کٹ سکتے ہیں محمدؐ عربی ﷺ کے دامن کو چھوڑ نہیں سکتے!

جاننے ہو میرے نبی مکرم ﷺ کی ایک ماسنہ والی کو..... جسے زنیہؓ کہتے ہیں..... لوٹدی ہے مگر توحید کی متوالی ہے..... لوہے کی گرم سلاخیں اس کی آنکھوں میں پھیر دیں گئیں..... آنکھوں کا نور حبا تار با..... مگر زنیہؓ اپنے موقف سے رائی برابر پیچھے نہیں ہٹی!

سمیہؓ کے بیٹے عمار کو دیکھو..... بدن پر سفید اور چت کبرے داغی داغ ہیں..... یہ برص والی بیماری کے داغ نہیں ہیں..... یہ ان دیکھتے ہوئے انگاروں کی فصل بہار ہے جن پر عمار کو لٹایا جاتا تھا..... چربی پگھل کر کوئلوں کو راکھ بنا دیتی مگر عمار اپنے موقف کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوتے!

حضرت خبابؓ کو دیکھو..... انہیں آگ پر لٹا دیا گیا..... اور یہ بھی دیکھو کہ ان کے سینے پر ایک وزنی پتھر رکھا ہوا ہے تاکہ خبابؓ کروٹ نہ بدل سکے..... ان کی کھال جل رہی ہے اور چربی پگھل رہی ہے..... مگر خبابؓ اپنا تے ہوئے موقف سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہے!

صہبؓ اور ابو لکھہؓ کی حالت زار بھی تو ذرا دیکھو..... کھر درے اور وزنی لوہے کی ہتھکڑیاں..... تنگ اور آگ میں تپائی ہوئی..... ان کے

ہاتھوں میں ہیں..... پھر انہیں گرم ریت پر اوندھے منہ گرا دیا جاتا ہے.....
 پھر روزنی پتھران کی بیٹھ پر رکھ دیا جاتا ہے..... ابو فکھرہؓ کے جسم پر
 بد معاش کو دے لگتے ہیں اور ان کی پسلیاں توڑ دی جاتی ہیں..... مگر وہ اپنے
 موقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے!

سامعین گرامی قدر! یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے امام الانبیاء علیہ السلام کے چہرہ
 پر انوار کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا اور صحابیت کے منصب پر فائز ہوئے..... اور
 قرآن نے جنہیں اللہ کی رضا کے سرٹیفکیٹ اور جنت کے پروانے عطا کئے۔

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت کے بعد آنے
 والے لوگوں نے مصائب و تکالیف کے دریا عبور کئے..... وقت کے حکمرانوں
 کے ظلم و تشدد کا شکار رہے مگر اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

جانتے ہیں آپ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو؟ انہیں خلق قرآن کے مسئلے
 پر گرفتار کیا گیا..... جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈالا گیا.....
 پابجولاں بازروں میں پھرایا گیا..... ان کی بیٹھ پر کوڑوں کی بارش برساتی گئی
 کچھ کوڑے مارنے کے بعد پوچھا جاتا..... اب بھی مانتے ہو یا نہیں کہ
 قرآن اللہ کی مخلوق ہے؟

زخمی اور نڈھال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جرأت و بہادری سے جواب
 دیتے..... کوڑے برسا کر نہ منواؤ۔

إِنِّي شَوِّئِي بِكِتَابِ اللَّهِ وَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ

مجھ سے اپنی بات منوانا چاہتے ہو تو اللہ کی کتاب پیش کرو یا محمد عربی
 ﷺ کا فرمان پیش کرو۔

پتھران کا جنازہ جیل سے نکلا..... مگر انہوں نے اپنے موقف سے پرپائی

اختیار نہیں کی!

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کے حکمران سے اختلاف ہوا
..... انہیں جیل کی کوٹھڑوں کے حوالے کر دیا گیا..... جنازہ جیل سے نکلا
..... مگر امام اعظم پہاڑ سے بڑھ کر مضبوطی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہے!
..... میں امت مرحومہ کے کس کس بہادر، دلیر اور شجاع شخص کا ذکر کروں! جنہوں
..... نے اپنے موقف کو مضبوطی سے تھامے رکھا..... وقت کے حکمرانوں سے انہوں
..... نے ٹکری..... جان دے دی..... مصائب اٹھائے، نقصان برداشت کئے
..... مگر اپنا موقف نہیں بدلا۔

آئیے میں آپ کو ایک ایسی شخصیت سے ملواتا ہوں جس کا نام سیدنا حمین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے "حمین احمد" رکھا گیا تھا..... بعد
..... میں یہی حمین احمد..... شیخ العرب والعجم کے لقب سے معروف ہوا اور دارالعلوم
..... دیوبند کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

انہوں نے انگریز کی حکومت میں یہ فتویٰ جاری فرمایا تھا کہ انگریز کی فوج
..... میں بھرتی ہونا حرام ہے۔

ان پر مقدمہ قائم ہوا اور خالق دینا ہال کراچی میں عدالت بھی..... جج نے
..... پوچھا تم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے؟ مولانا مدنی نے
..... بے نیازی سے فرمایا..... فتویٰ دیا ہے، کیا ہوتا ہے..... میں تیری مسدالت
..... میں کھڑے ہو کر اب بھی کہتا ہوں کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے۔

جج نے کہا..... اس کی سزا جانتے ہو؟..... سزائے موت ہے
..... یہ بغاوت کا مقدمہ ہے۔

مولانا حمین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سفید کپڑا بغل میں سے نکال کر سامنے

بڑی ہوئی میز پر پھیلا یا اور فرمایا: ”سزا جانتا تھا اسی لیے دیوبند سے کھن ساٹھ لایا ہوں!“

سامعین گرامی قدر! یہ سب واقعات جو میں نے آپ کو سنائے ان کے سنانے کا مقصد یہ ہے کہ امت مرحومہ کے بہادر اور غیر لوگ کفر کے مقابلے میں اور طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں..... وقت کے ٹکڑوں کی دھمکیوں سے غافل ہو کر اپنے موقف سے اور اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

میری اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سفر اسلام کے بچانے کے لیے اور کفر کی سرکوبی کے لیے فسر مایا ہوتا تو وہ کٹ جاتے..... سب کچھ قربان کر دیتے مگر یہ شرط ہر گز پیش نہ فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو..... امام الانبیاء علیہ السلام کا محبوب نواسہ ہو، حیدرِ کار کا پیارا تخت جگر ہو، فاطمہؓ کا نورِ نظر..... بہادر باپ کا بہادر بیٹا ہو..... شجاع باپ کا خون جس کی رگوں میں دوڑ رہا ہو..... غیرت و حمیت کا پہوت ہو..... خوداری و دلیری جس کے لہو میں شامل ہو..... جس کی زبان رسولِ رحمت نے چوسی ہو..... وہ زبان کفر کے مقابلے میں کبے مجھے واپس جانے دو..... کوئی اسے تسلیم کرتا ہے تو کرے..... میرا ضمیر، اور میرا دل اور میرا ذہن اسے ماننے کے لیے ہر گز تیار نہیں ہے!

میری اس گفتگو کا خلاصہ اور پختہ یہ ہے کہ اگر سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے بھی کفر اور باطل کی کوئی قوت ہوتی تو وہ بھی یقیناً کٹ جاتے، جانِ قسربان کر دیتے مگر یہ شرط کبھی پیش نہ فرماتے کہ مجھے واپس جانے دو۔

آئیے میں آپ حضرات کو حقیقی بات بتاؤں..... اور اندر کی کہانی سناؤں..... دراصل بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے

بایسوں کے مکرو فریب اور دھوکے سے بھرپور خطوط اور ان کی چال چل سنانے باتوں اور وعدوں کا شکار ہو کر یہاں تک پہنچ گئے تھے۔

یہاں آ کر جب حقائق ظاہر ہونے لگے..... پوشیدہ رازوں سے پردے سرکنے لگے..... مکروہ چہرے بے نقاب ہونے لگے..... اندرون خانہ تیار ہونے والی سازشیں ظاہر ہونے لگیں..... مسلم بن عقیل کے ساتھ امی کو فہ کے سلوک کا لسانہ کار از کھلنے لگا..... اور خط تحسیر کر کے بلانے والے سرداروں کو مخالف دستے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا..... تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایک کر کے وہ سارے دوست و احباب اور بزرگ یاد آنے لگے جنہوں نے مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کو فہ کے لوگوں کی بد عہدیاں اور مکاریاں بتا کر کو فہ جانے سے روکا تھا۔

ان حالات کو دیکھ کر اور وقت کی نزاکتوں کو محسوس کر کے یہاں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنا موقف بدل لیا اور عمر بن سعد کے سامنے..... واپس جانے کی شرط پیش فرمائی۔

یازید کے ہاں بچ جانے کی تجویز دی..... اور تیسری تجویز یہ پیش فرمائی کہ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر پہنچا دو۔

ذرا اسلامی سرحدوں کے الفاظ پر غور فرمائیے..... یزید کی حکومت میں..... یزید کے اقتدار کے دوران سرحدوں کو اسلامی سرحدیں کہہ کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حقیقت و اشکاف کرنا چاہتے ہیں کہ وقت کی حکومت کفر کی اور باطل کی حکومت نہیں ورنہ ان کے زیر اقتدار سرحدیں اسلامی ہیوں کہلاتیں؟

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عکراں وقت کی بیعت پر رضامند ہو جانا اور اس کا اظہار کرنا کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں ہے..... کیا ان سے پہلے ان

کے والد گرامی قد ر حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخوشی و رضا..... امیر المؤمنین
 خلیفہ اول بلا فصل، صاحب الغار و الزار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ..... اور امیر
 المؤمنین خلیفہ ثانی لامحالی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... اور امیر المؤمنین
 خلیفہ ثالث، مظلوم مدینہ و دہرے داماد نبی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر چکے تھے..... ان تینوں خلفاء کی اقتہ میں نمازیں
 بھی پڑھتے رہے..... اور ان کے وزیر و مشیر بھی رہے اور بیعت جسٹس کے عظیم
 منصب پر فائز بھی رہے۔ مشہور شیوخ عالم محمد بن حسن طوسی نے اپنی تصنیف "الامالی" میں
 حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان تحریر کیا ذرا سنئے!

"میں نے ابو بکر کی اس طرح بیعت کی تھی جس طرح تم نے کی تھی
 میں نے ناپند کیا کہ مسلمانوں کی اجستماعیت کو پارہ پارہ
 کروں..... پھر ابو بکرؓ نے اپنے بعد عسکرؓ کو ناسزد کیا
 پھر میں نے عمرؓ کی بیعت بھی کر لی جس طرح تم نے بیعت
 کی پھر میں نے ان کی بیعت کا پورا پورا حق ادا کیا"
 (کتاب الامالی ج ۲ ص ۱۲۱)

اہل تشیع کے ایک دوسرے معتبر عالم شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی نے لکھا
 ہے کہ:

"حضرت اسامہ بن زید مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ
 لوگ ابو بکرؓ پر اڑدھام کئے بیٹھے ہیں..... انہوں نے سیدنا علیؓ سے
 دریافت کیا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا تم دیکھ تو رہے ہو کہ کیا ہو
 رہا ہے..... حضرت اسامہؓ نے پھر پوچھا فہلہ فی ہایئذہ
 کیا آپ نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: نَعَمْ..... ہاں میں نے بھی بیعت کر لی ہے۔
(کتاب الاحجام ص ۵۶)

اہل تشیع کے ایک اور بڑے عالم شریف مرتضیٰ "علم الہدی"..... تحریر کرتے ہیں۔

ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَهُ (کتاب الثانی ص ۳۹۸)

پھر یہ نا علیؑ نے اپنا ہاتھ پھیلا یا اور حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی۔
علامہ طبری (شیعہ عالم) نے لکھا ہے:

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَخَضَعَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ
أَبِي بَكْرٍ (کتاب الاحتجاج ص ۶۰)

پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے، نماز کی تیاری فرمائی مسجد میں تشریف لائے اور
حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے (یہ نافاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد..... خلافت کا
معاملہ جب دو شخصیات سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ نا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
آ کر انک محیا)..... تو دونوں سے کہا: میں دونوں میں سے افضل شخص کا
انتخاب کروں گا اور جو فیصلہ میں کروں گا تم دونوں اسے تسلیم کرو گے!

فَلَمَّا أَخَذَ الْمِيثَاقَ قَالَ أَرْفَعُ يَدَكَ يَا عُمَانُ فَبَايَعَهُ
فَبَايَعَهُ لَهُ عَلِيٌّ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)

جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں
سے یہ عہد لے لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اپنا ہاتھ
بڑھائیے اور پھر عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی
ان کی بیعت کر لی۔

پھر ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر بزرگ
حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہو کر خلیفہ راشد، کاتب وحی،
فاح قبرص و شام، بادشاہ تہرہ، صاحب سیاست و فراست، امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی..... تا زندگی ان کے ہاں تشریف
لے جاتے وہ انہیں و خلیفے اور ہدایا سے نوازتے۔

اسی طرح حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے برادر بزرگ
کے ساتھ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی.....
..... اور سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اور ان کے انتقال پر ملا ل
کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے وہ ان کی پذیرائی
فرماتے، عزت و تکریم سے نوازتے، اکرام فرماتے اور ہدایا سے نوازتے!

اسی طرح فروع کافی کتاب "الروضۃ" ص ۱۱۰ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ
حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لائق ترین فرزند حضرت مسلم بن حسین
رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بہ زین العابدین) نے بھی یزید بن معاویہ کی بیعت پر رضا
مندگی کا اظہار فرمایا تھا!

باقی صحابہ کیوں نہ نکلے | سامعین گرامی قدر! ایک بات بیان کرنے

سے رہ گئی ہے..... یہ بات مجھے کچھ دیر پہلے بیان کرنی چاہیے تھی..... مگر ابھی
ذہن میں آئی تو بیان کر دیتا ہوں..... لیکن اس بات کے بیان کرنے سے پہلے
میں آپ حضرات سے ہاتھ جوڑ کر دردمندانہ اور خیر خواہانہ اہل کرونگا کہ اصحاب رسول
ﷺ کی حمیت و غیرت اور دین کے لیے ان کا جذبہ سرفروشانہ آپ کے ذہن میں

رہے..... اور تعصب اور عناد سے ہٹ کر میری اس بات کو منا جائے!

اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کا دور حکومت سیدھے راستے سے ہٹ گیا تھا..... اگر یزید نے اسلام کے قوانین کو بدل کے رکھ دیا تھا..... اگر وقت کا حکمران ظالم، جاہل، زانی اور شرابی تھا..... اگر حکومت لادین عناصر کے کنٹرول میں تھی..... اگر شریعت اسلامیہ کا طلیہ بگاڑ دیا گیا تھا..... اگر اسلام خطرے میں تھا اور دین و انصاف اور عدل و شریعت موت کے منہ میں پہنچ گئے تھے..... تو پھر اس حکومت کے خلاف اور وقت کے حکمران کے خلاف اکیلے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نکلے؟..... آپ کے ساتھ دوسرے صحابہ کرام کیوں نہیں نکلے؟ باقی صحابہ نے آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ باقی صحابہ نے صدائے احتجاج بلند کیوں نہیں کی؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے..... امام الانبیاء علیہ السلام کے چچا زاد بھائی اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے..... حضرت عسلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیارؓ کے تحت جگر عبد اللہ بقیہ حیات تھے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے..... نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے اور ابن زیاد سے پہلے کوفہ کے گورنر تھے (یزید کی حکومت میں انہوں نے ایک صوبہ کی گورنری کا منصب قبول فرمایا تھا)

سیدنا جابر بن عبد اللہ زندہ تھے..... ثابت بن ضحاکؓ زندہ تھے..... انس بن مالک، بلالؓ، بن حارث، جابر بن سمرہ، نافع بن خدیج، سعد بن زید انصاریؓ، عدی بن حاتم، عقبہ بن نافعؓ، مالک بن حویرث، محمود بن ربیعؓ، (رضی اللہ عنہم اجمعین) تقریباً دوسو سے زیادہ صحابہ کرام اس وقت موجود تھے..... مگر سوائے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی صحابی بھی وقت کے حکمران کے

خلافت نہیں نکلا

کیا محمد عربیؐ کے جانثار صحابہ العیاذ باللہ ایسے بے قیمت تھے کہ انہوں نے خاموشی کے ساتھ کفر کے ساتھ مفاہمت کر لی۔ کفر ان کے آگے ناچتا رہا اور وہ چپکے سے اسے برداشت کرتے رہے (العیاذ باللہ) ایسے ہو سکتا ہے؟

وقت کے حکمران نے دین کا علیہ ہکاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اور صحابہ کرام چپ سادھے گھروں میں دیکھے بیٹھے رہے (العیاذ باللہ)

وقت کے حکمران نے بدکرداری، زنا کاری اور شراب نوشی کو رواج دے رکھا تھا..... اور صحابہ کرام اُس سے منہ پھیریں جوتے تھے (العیاذ باللہ) اسلام، سنت رسول، دین کے احکام خطرے میں تھے اور صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔

دین کو بچانے کے لیے، اسلام کے تحفظ کے لیے، حکمران کی بدکرداریوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لیے اصحاب رسول کی مقدس جہامت میں سے کوئی بھی باہر نہیں نکلا..... سب نے چپ سادہ لی، خاموشی اختیار کر لی، جیسی کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اگر کوئی جہاد کا جھنڈا لے کر نکلا اور وقت کے حکمران کو لگا دے تو وہ صرف اور صرف سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تھی (یہی بات دشمنانِ صحابہ ثابت کرنا چاہتے ہیں)

حالانکہ ہم تاریخ اسلام کا اور سیرت کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت دین کی سر بلندی کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ کفر کے خلاف دو دھاری تلوار تھے۔ وقت کا حکمران شریعت کے خلاف چلنے

اور وہ خاموشی کے ساتھ گھروں میں دبکے بیٹھے رہیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا!
 وہ تو ایسے تھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت
 میں ایک روز بطور امتحان جمعۃ المبارک کے خطبے میں کہا:

لوگو! اگر میں کوئی ایسی بات کہوں جو تم نے اپنے پیارے رسول سے نہ
 سنی ہو۔ یا میں کوئی بات نبی اکرم ﷺ کے خلاف تم سے کہوں
 تو کیا تم میری بات کو مانو گے؟

لوگ سن کر حیران ہو گئے۔ امیر المؤمنین کیسی بات کہہ رہے ہیں؟
 مجمع میں سنانا چھا گیا (شاید سوچنے لگے کہ ہم امیر المؤمنین کا مطلب نہیں سمجھے)
 لیکن پھر صفوں میں سے ایک نادار اور غریب صحابی کھڑا ہوا۔ عزت کا
 یہ عالم تھا کہ تلوار کے لیے نیام تک اس کے پاس نہیں تھی کچھوڑ کے چٹکوں
 میں اس نے تلوار کو لپیٹ رکھا ہے۔

اس نے تلوار نکلی کی۔ اس کی تیز دہار پر انگلی رکھی اور کہا:
 امیر المؤمنین یہ وہ تلوار ہے جو دین اسلام کی حمایت میں۔ اور
 کفر کی سرکوبی کے لیے امام الانبیاء علیہ السلام کی معیت میں منار کے سر
 پر موت بن کر چمکتی رہی۔ اس تلوار کے جو ہر فضاؤں نے ہر
 واحد میں دیکھے۔ سنو! اگر آپ نے بھی میرے
 محبوب پیغمبرؐ کے خلاف کوئی بات کی تو اس تلوار سے آپ کی گردن
 بھی اڑا دوں گا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جارجانہ جواب سن کر فرمایا
 الحمد للہ ابھی کچھ لوگ دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ عمر اگر فساد
 راستہ اختیار کرے تو وہ اسے پیدا کر سکتے ہیں۔

وہ لوگ ایسے تو نہیں تھے کہ وقت کا حکمران شریعت اسلامی کا مذاق بنارہا ہو اور وہ خاموشی اختیار کر لیں۔

وقت کا حکمران ظالم ہو..... بے انصاف ہو اور وہ گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں..... نہیں ہرگز نہیں..... بلکہ وہ تو ایسے لوگ تھے جو فسادِ وقتِ اعظم جیسے دہ بے والے حکمران کو خطبہ کے دوران کہتے تھے:

ہم اس وقت تک تیری بات نہیں سنیں گے جب تک اس بات کی وضاحت نہیں کرو گے کہ جو کرتہ آپ نے پہن رکھا ہے یہ کیسے بنا..... پھر تو ہمیں بھی ملنا تھا مگر ہمارے کرتے کے لیے وہ پھڑا نا کافی تھا..... آپ کا کرتہ کیسے بن گیا؟

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میرا بیٹا عبد اللہ موجود ہے؟

انہوں نے جواب دیا..... بابا موجود ہوں۔

فرمایا: اسے اس کے سوال کا جواب دو۔

عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا

میں نے اپنے حصے کا کپڑا اپنے بابا کو دے دیا تھا تب بابا کا کرتہ بنا۔

لوگوں نے کہا.....

..... امیر المؤمنین اب جو کچھ ہم سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی

وہ تو ایسے لوگ تھے..... وہ کفر سے، ظلم سے، باطل سے، الحساد سے اور

بے دینی سے مفاہمت کرنے والی ہستیاں ہرگز نہیں تھیں۔

اگر اس وقت کے حکمران اور برسرِ اقتدار طبقہ ایسے ہی بے دین اور ظالم و جابر

ہوتے جیسے تاریخ نے مشہور کر دیے اور آج عام لوگوں کا خیال ہے تو پھر

ایک مسلمان کا وجدان یہ کہتا ہے کہ ان حکمرانوں کے مقابلے میں اکیلے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلے کے لیے نہ آتے..... بلکہ باقی اصحاب رسول ﷺ اور اس وقت کے ہزاروں تابعین عظام بھی کمر کس کر میدان جہاد سجاتے!

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت جتنے اصحاب رسول زہدہ تھے..... وہ حکومت وقت کے خلاف نکلنا تو دور کی بات ہے وہ تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی منع فرما رہے تھے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

دسویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٨﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٩﴾ (البقرہ)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی! گزشتہ خطبے میں میں بڑی وسالت اور تفصیل
سے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن سعد کے ساتھ
مذاکرات کرتے ہوئے تین شرائط پیش فرمائیں تھیں عمر بن سعد نے آپ

[illegible]

جو فوجی اور حکومتی اہلکار، اعلیٰ درجات پر کھواسنے کے لیے مقرر ہوئے ہوں
ہوئے تھے، ان پر اچانک حملہ کر دیا گیا اور اس طرح جنگ شروع ہو گئی۔
کے نتیجے میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کنبہ کے مکی افراد کے ساتھ
انتہائی بے دردی اور غم کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔

اور دوسری روایات بتاتی ہیں کہ جب عمر بن سعد نے حضرت سیدنا حسین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش فرمودہ تین شرطیں قبول کر لیں تو اس نے رضا مندی کا اظہار
کیا ظاہر بات ہے کہ قافلہ حبشی کر بلا میں تھا اور یہاں سے دار الخلافہ دمشق زیادہ دور
نہیں تھا۔ تو یہی طے پایا کہ کوفہ کی بجائے دمشق پہنچا جائے۔

قافلہ حبشی کے ساتھ عمر بن سعد کافوی دست بھی تھا۔ اور وہ ساڑھ کوئی بھی
ہزار تھے جو مکہ مکرمہ سے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آ رہے تھے
بلکہ بڑی پاپوسی، میاں بی سے انہیں ساتھ لارہے تھے۔

ان ساڑھ کو فیوں کا مقصد تو یہ تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استعمال کر کے
بلورڈ حال سامنے رکھا جائے اور مسلمانوں کی متفقہ طاقت اور قوت کو آپس میں لاد کر
پارہ پارہ کر دیا جائے مسلمانوں کے مابین انتشار و افتراق کا بیج بویا جائے
اور انہیں اختلاف کے راستوں میں الجھا دیا جائے۔

یہ ساڑھ کوئی بار بار حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق مہمانے سے
روکتے اور انہیں مجبور کرتے کہ آپ کوفہ آئیں اور کوفہ کے لوگوں سے دہشت
لے کر اپنی خلافت کا اعلان کریں۔ اور وقت کے ٹکڑوں کے خلاف جنگ میں ہماری
قیادت کریں۔

مگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب الی کوفہ کی دھمکیاں نہیں
تھارہیں۔ کذب زبانوں، اعلام دشمنیوں اور منکر و فریب سے کما حقہ بائیسہ سو پچھتے تھے

..... اس لیے برابر ان کی بات ماننے سے انکار کرتے رہے۔

یہاں تک کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”افسوس تم وہی لوگ ہو جنہوں نے میرے والد سیدنا علیؑ کو دھوکے میں رکھا اور پھر شہید کر دیا پھر میرے بھائی حضرت حسنؑ کو زخمی کیا اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفے بلا کر قتل کرایا۔ سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکے میں آئے وہ بڑا احمق ہے۔“ (جلاء العیون، ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۷۰)

طبری نے لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کوفیو! تم نے اپنے وعدوں کو توڑ دیا پھر میری بیعت سے منہ موڑ لیا، اللہ کی قسم یہ بات کوئی باعثِ تعجب نہیں تم اس سے پہلے میرے والد، میرے بھائی (حسنؑ) اور میرے چچازاد بھائی (مسلم) سے اس طرح کا سلوک کر چکے ہو۔“ (طبری ج ۶ ص ۲۲۸)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ کوفہ کے جن سرداروں نے مجھے خطوط تحریر کیے تھے ان میں سے اکثر آج ابنِ سعد کے دستے میں موجود ہیں..... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سرداروں اور چوہدریوں کو مخاطب کر کے ان کے تحریر کردہ خط انہیں دکھائے اور فرمایا:

”فالموا اتم نے وفا کے دعوؤں سے بھرپور یہ خط لکھ لکھ کر دھوکے سے مجھے بلایا اور اب بے وفائی اور غداری کر کے میرے قتل پر آمادہ ہو گئے ہو۔“ (خلاصۃ المصاب)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ کی بجائے دمشق تشریف لے جانے کے عزم کو دیکھ کر اور کوفیوں کی بد عہدی اور غداری پر اظہارِ افسوس کو بھانپ کر

ساتھ آنے والے ساتھ کو فیوں نے اور ان سینکڑوں کو فی غداروں نے جو ابن سعد کے دستے میں شامل تھے اور جن بد عہدوں کے تحریر کردہ اور دستخط شدہ خطوط سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے ان سب غداروں نے سوچا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح سلامت اور بخیریت دمشق پہنچ گئے اور یہ سے ان کی صلح ہو گئی تو پھر ہمارے یہ خطوط یزید کے سامنے آجائیں گے ہماری منفی کاروائیوں سے پردہ اٹھ جائے گا ہماری سازشیں بے نقاب ہو جائیں گے ہماری غداریاں سامنے آجائیں گی ہمارا بٹا بنایا جال تار تار ہو جائے گا اور پھر یزید ہمارا کیا حشر کرے گا؟ اس کے تصور سے بھی وہ کانپ اٹھتے تھے!

انہیں ایسی ہی طرح علم تھا کہ پھر ہم پر غداری کا مقدمہ قائم ہو گا اور بطور ثبوت یہی خطوط پیش ہو گئے اور غداری اور بغاوت کی سزا میں جلا دہ کی تیسز تلوار سے ہماری گردنیں قلم کر دی جائیں گی۔

ان تمام خدشات کو سامنے رکھ کر انہوں نے مشورہ کیا کہ ہماری جان کی امان اور زندگی کی سلامتی اس میں ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی حالت میں بھی یزید تک نہ پہنچنے دیا جائے صلح کی یہ تجویز کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکے اگر اسی جگہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا جائے اور تمام خطوط جلا دیے جائیں تو اس واقعہ اور حادثہ کی تمام ترمیم داری یزید اور اس کی فوج پر عائد ہوگی اور ہم صاف بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے یعنی ایک تیر سے دو شکار!

کوفہ کے یہ بے وفا اور بد عہد لوگ جنگ جمل کے موقع پر ایسی خباثت اور ایسی شرارت کر چکے تھے۔

جنگ جمل کے موقع پر امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین صلح کی بات چیت مکمل ہو چکی تھی..... اسی وقت مالک الاشتر، ابن سبا اور دوسرے سبائوں نے مشورہ کیا کہ اگر ان کے مابین صلح ہو گئی تو ہمارا زندہ بچنا مشکل ہے۔

لہذا کوئی ایسا حربہ استعمال کیا جائے کہ یہ صلح نہ ہو اور آپس میں جنگ و جدال کی کیفیت پیدا کر دی جائے..... مختلف لوگوں نے مختلف حجائز پیش کیں..... بالآخر اس تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ اس سے پہلے کہ امیر المؤمنینؑ اور ام المؤمنینؑ پھر مل بیٹھ کر صلح اور اتفاق پر مزید غور کریں تم لوگ راست کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر خود جنگ چھیڑ دو..... جب جنگ کی ابتداء ہو جائے گی تو دونوں لشکر اپنے اپنے دفاع کے لیے جنگ پر مجبور ہو جائیں گے۔

سب مسلمان اس رات چین اور سکون اور اطمینان اور بے خوفی کی نیند سوئے..... مگر یہ غدار اور سازشی تمام رات بے آرامی میں باہم مشورے کرتے رہے..... اور رات کے پچھلے پہر ان لوگوں نے ام المؤمنینؑ کے خیموں پر حملہ کر دیا..... ام المؤمنینؑ کے لشکر نے سمجھا کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے صلح کے باوجود دھوکہ سے ہم پر حملہ کر دیا ہے..... سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج نے سمجھا کہ ام المؤمنینؑ کی فوج نے حملہ کرنے میں پہل کی ہے۔

اصل صورت حال اور حقیقت حال سے دونوں طرف کے لوگ بے خبر تھے..... وہ تو اپنی اپنی مدافعت میں لڑنے لگے اور یوں ان شہادتوں کی شیطنت سے صلح کا ماحول میدان جنگ میں تبدیل ہو گیا (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۳۱۸)

یہی معاملہ میدانِ کربلا میں بھی ہوا..... حکومت کے نمائندے مسلح پر آمادہ تھے اور بات چیت آخری مراحل میں تھی کہ ان ساٹھ کوفیوں نے..... اور

ابن سعد کے دستے میں شامل کوفہ کے سرداروں نے اپنے مذموم مقاصد میں اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیے دفعتاً حسینی قافلہ پر حملہ کر دیا..... وہ اچانک خیموں پر ٹوٹ پڑے..... اور حسینی قافلہ میں شامل مردوں کو اٹھنے اور سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا..... جو سامنے آیا یہ ظالم اسے کاٹتے چلے گئے..... ان غداروں نے بڑوں اور چھوٹوں کا کوئی امتیاز روا نہ رکھا..... پھر ان شرارتیوں نے خطوط کو ضائع کرنے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی..... ہر طرف ہڑبونگ، شور شرابا ہوا اور حسینی قافلہ میں شامل عورت مآب خواتین آگ لگے خیموں سے باہر آ گئیں..... اور اس طرح قافلہ حسینی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

اس شور و غل اور ہڑبونگ کی آواز اور خیموں سے نکلتی ہوئی آگ جب دور ڈیرہ ڈالے ہوئے (حسینی قافلہ میں مقدمہ خواتین بھی تھیں اسی لیے ابن سعد کے دستے نے اپنے خیمے کچھ فاصلے پر نصب کئے کیے تھے) ابن سعد کے دستے نے سنی اور دیکھیں تو وہ حسینی قافلہ کی طرف دوڑے تاکہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کر سکیں مگر وہ گفت افسوس ملتے رہ گئے کہ کوئی غداروں اور بد عہدوں کی سازش اور شرارت اور مذموم تدبیر اپنا کام دکھا چکی تھی..... سیدنا علیؑ کے نور نظر..... سیدہ فاطمہؑ کے لخت جگر..... امام الانبیاء علیہ السلام کے پیارے نواسے مکی زخم اپنے مقدس وجود پر برداشت کر کے..... شہادت کے عظیم مرتبے پر پہنچ چکے تھے..... اور حقانی بول بول کر کہہ رہے تھے۔

اے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند..... یہ کوفیوں کی پہلی غداری اور فریب کاری نہیں ہے..... بلکہ اس سے پہلے آپ کے والد مکرم بھی ان غداروں کے زخم سہہ چکے ہیں۔

آپ کے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے دھوکے اور

فریب کا شکار ہو چکے ہیں!

سامعین گرامی قدر! حادثہ کربلا کی حقیقت آپ حضرات نے سن لی کہ کوفہ کے سرداروں نے جب محسوس کیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں اور یزید کے ہاں جا کر اس سے صلح کرنے اور بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو چکے ہیں تو ان خبیثوں کو اپنی تمام تدبیریں الٹی ہوتی نظر آئیں..... سازشوں کا بنا ہوا جال تار تار ہوتا نظر آیا..... وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کا بیج جو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استعمال کر کے ہم بونا چاہتے تھے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی کمال فراست و دانائی اور نور ایمان سے اتحاد و اتفاق کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں..... اور اگر وہ یزید کے ہاں پھسچ گئے تو ہمارے خفیہ راز، سازشیں اور کڑوت ایک ایک کر کے اس پر ظاہر ہو جائیں گی اور ہمارے خطوط بھی اس کے پاس پہنچ جائیں گے..... پھر ہو سکتا ہے بغاوت کے مقدمے میں ہماری کھال کھینچ دی جائے اور ہمیں سولیوں پر لٹکا دیا جائے..... ان بد معاشوں کو اپنی بھلائی اور خیریت اسی میں نظر آئی کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستے ہی میں شہید کر دیا جائے اور خطوط کو جلا کر ضائع کر دیا جائے..... اس طرح قتل حسین عمنہ الزام یزید اور اس کے حواریوں پر عائد ہو گا اور ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پھر وہ مکار اور فریبی اپنی مذموم تدبیر اور گھناؤنی سازش میں کافی حد تک کامیاب رہے کہ کربلا کے میدان میں انہوں نے انتہائی ظلم و شقاوت، بے دردی اور بے رحمی سے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کنبہ کے اکثر افراد کے ساتھ شہید کر دیا اور اس کا تمام تر الزام وقت کے عکمران کے سر تھوپ دیا جو دمشق میں بیٹھا ہوا تھا۔

سامعین گرامی قدر ایہ ہے واقعہ کی صحیح اور حقیقی تصویر..... جسے اندیشہ
عجم نے فطرت زیب داستان کے لیے بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اپنے مذموم مقاصد
پورے کیے ہماری تاریخ کی بعض غیر معتبر کتب نے مجہول اور کذاب و وضاع
راویوں کے سہارے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات کو
..... اور واقعہ کربلا کو بہت مبالغہ آمیزی سے بیان کیا ہے..... جھوٹ کی
جتنی آمیزش اس واقعہ میں ہوئی اس کا عشر عشر بھی کسی اور واقعہ میں نہیں پایا جاتا۔
بعض واقعات تو ایسے بیان کیے جاتے ہیں کہ انسانی عقل حیران اور دنگ رہ
جاتی ہے..... مثلاً سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں تین لاکھ افراد
کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا..... مشہور شیعہ عالم استاد شہید مرتضیٰ مطہری نے کہا کہ:
میں نے حساب لگایا کہ اگر تلوار ایک گردن ایک سیکنڈ میں کاٹے
اور متواتر اور مسلسل بلا توقف چسپتی رہے تو تین لاکھ گردنیں کاٹنے
کے لیے تو اسی گھنٹے اور بیس منٹ درکار ہونگے۔

(تحریفات واقعہ کربلا صفحہ ۲۵)

تاریخ کی کچھ کتب نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ ایسے خطبات بھی
نقل کیے ہیں جو مجہول ان کے انہوں نے لشکر مخالف کو خطاب کر کے دیئے تھے
..... ان خطبات میں کچھ ایسی باتوں کا تذکرہ بھی ہے کہ..... حیدر کرار کے
بہادر اور غیور فرزند سے اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا.....

کچھ لوگوں نے بیان کیا کہ کربلا میں جنگ کی ابتداء مبارزت طلبی سے ہوئی
..... یعنی لشکر حسینی سے ایک شخص باہر نکل کر مخالفین کو مقابلے میں آنے کا چیلنج دیتا
اور اس طرح وہ سینکڑوں لوگوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا کر قتل کرتا اور پھر خود مہم
شہادت نوش کرتا..... ایک ایک کر کے قافلہ حسینی میں شامل افراد شبیہ ہوتے

چلے گئے..... یہاں تک کہ صبح سے پہلے تک سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ سے ان شہداء کو اٹھاتے اٹھاتے تھک گئے..... قافلہ حسینی کا ایک ایک فرد..... (ان میں سیدنا حسینؑ کے بیٹے بھی تھے، بھائی بھی اور بھتیجے بھی) میدان جنگ میں ہر شخص سیدنا حسینؑ کی اجازت سے داد شجاعت دے کر شہید ہوتا رہا..... جب سب شہید ہو گئے صرف بیمار زین العابدین رہ گئے..... تب سب سے آخر میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار اٹھائی اور میدان جنگ میں آئے۔

سامعین گرامی قدر! ایک لمحہ کے لیے تاریخ کے بیان کردہ اس واقعہ پر غور فرمائیے..... کیا آپ کی عقل یہ ماننے کے لیے تیار ہے؟ کہ ایک شفیق باپ اپنے بیٹوں کو..... اپنے چھوٹے بھائیوں کو..... اور اپنے بھتیجوں کو اپنے سامنے میدان میں ایک ایک کر کے بھیج سکتا ہے؟

شفیق والد تو اپنے بچوں سے پہلے خود میدان میں جائے گا..... اور اگر بچوں کو بھیجے گا تو ایک ایک کر کے نہیں بھیجے گا..... یکبارگی حملہ کرے گا یا تخت یا تختہ؟ یہ جنگ کا نوکھا اور نرالہ انداز ہمارے راویوں نے اور ہماری تاریخ نے بیان کیا کہ والد خود خیمے میں موجود ہے اور اپنے عزیزوں کو ایک ایک کر کے باری باری میدان جنگ میں بھیج رہا ہے! کم از کم ہم اسے ماننے کے لیے تیار نہیں..... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر، غسیور، دلیر، دانا، خوددار و فاشعار، جفاکش، صابر، شاکر، ایثار پسند شخصیت سے اس طرح کی توقع نہیں کی جاسکتی یہ سب جھوٹے راویوں کی بیان کردہ روایات ہیں۔

پھر کچھ باتیں ایسی بیان کی جاتی ہیں جو اعتبار کے لائق نہیں ہیں..... قافلہ حسینی کے افراد کا ایک ایک کر کے میدان میں ترپنا..... سیدنا حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوڑ دوڑ کر انہیں اٹھا کے لانا..... غم و دکھ سے بھرے ہوئے
 بول بول کر انہیں اگلی منزل کی طرف رخصت کرنا..... یا شہید ہونے والوں کے
 جسموں کو ایک طرف لا کے لٹا دینا..... سیدہ زینبؓ کا تڑپتے ہوئے اور روتے
 ہوئے بار بار میدان جنگ میں نکل آنا..... قاسم کی شادی اور شادی کے لیے
 مہندی بنانا..... مہندی بنانے کے لیے پانی کا نہ ملنا تو آنسوؤں سے مہندی کو تر
 کرنا..... یہ سب بے سرو پا قصے ہیں..... واقعہ میں درد بھرنے کے لیے
 کہانیاں بنائی گئی ہیں..... یہ سب بے اصل واقعات ہیں۔

واقعہ..... صحیح اور عقل و نقل کے مطابق وہی ہے جو میں نے بڑے محتاط
 انداز میں آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے۔

یقین جانئے! نہ قافلہ حسینی پر پانی کی بندش ہوئی..... نہ سیدنا عباس کو
 فرات کے چکر لگانے پڑے..... نہ قاسم کی شادی کے افسانے اور نہ مہندی بنانے
 کے چکر..... نہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ہزاروں بلکہ لاکھوں
 فوجیوں کا قتل..... نہ حسینی قافلہ کے شہداء کے جسموں کی پامالی..... نہ ان
 کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور نہ پاؤں میں بیڑیاں..... نہ عزت مآب خواتین کی
 گرفتاریاں اور نہ درباروں میں بیٹشیاں..... نہ ان کے سروں سے چپادروں کا
 اتارنا، نہ بالوں کو نوچنا..... نہ مستورات کی اونٹوں کی تنگی ٹیٹھوں پر سواری..... نہ
 گھوڑے کی اداسیاں اور آنسو..... نہ آسمان سے خون کی بارشیں نہ زمین پر
 زلزلہ..... نہ افق پر خون کی سرخی اور نہ چاند کی بے نوری..... نہ سیدنا حسین رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف فوج سے خطاب اور نہ منتیں..... نہ پانی پلانے کی اپیلیں
 نہ مخالفین کو بددعائیں..... یہ سب جھوٹ اور بے سرو پا کہانیاں اور
 افسانے ہیں جسے سب سے پہلے ابو مخنف لوط بن یحییٰ نامی شخص نے اپنی کتاب "مقتل

حسینؑ میں بیان کریں۔

اور آپ تعجب کریں گے کہ یہ واقعات اور کربلا کے حالات جو اس شخص نے بیان کیے..... اس کے چشم دید نہیں بلکہ سنے سنائے ہیں۔

مگر بعد میں آنے والے مؤرخین نے آنکھیں بند کر کے دل و دماغ کو ابو مخنف کذاب کے حوالہ کر دیا..... اور اس نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہا وہ بغیر ہر کچھ اسے مانتے چلے گئے..... اور یہ تک سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ ابو مخنف کس قماش کا آدمی ہے؟ اور جن سے یہ روایت کر رہا ہے وہ کس قماش کے لوگ تھے؟ کیا یہ لوگ اعتماد اور اعتبار کے لائق ہیں بھی یہی یا نہیں؟

یہی لوط بن یحییٰ ہے جس نے سب سے پہلے مقتل حسینؑ نامی کتاب لکھ کر واقعہ کربلا پر "تاریکی" ڈالی اور بے سرو پا، بے سند اور بے اصل داستانیں بیان کیں..... اور بعد کے تقریباً تمام مؤرخین بلا سوچے اور بلا سمجھے اس کے خوشہ چین بنے..... حالانکہ بعد میں آنے والے مؤرخین یہ بھی جانتے تھے کہ لوط بن یحییٰ واقعہ کربلا کے تقریباً چالیس سال بعد پیدا ہوا ہے..... اور اس کے آباء کوفہ کے شرارتی لوگوں میں شامل تھے..... اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے اور نفرت پیدا کرنے میں گھناؤنا اور مکروہ کردار رکھتے تھے۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے متعلق تقریباً تمام ائمہ رجال برملا کہتے ہیں کہ وہ متعصب شیعہ اور کذاب تھا۔

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں تحریر فرمایا:

ابو مخنف اعتماد کے لائق نہیں ہے۔

امام دارقطنیؒ نے فرمایا: وہ ضعیف اور کمزور راوی ہے۔

ابن معینؒ فرماتے ہیں۔

دو اعتماد کے لائق نہیں ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں:

ابومخنف کثر شیعہ ہے اور شیعوں ہی کی خبریں روایت کرتا ہے!

اب ذرا میں آپ کو ان راویوں کا تعارف کراؤں جن سے ابومخنف روایت کرتا ہے یعنی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام..... ان دونوں کے متعلق علماء کی رائے سنئے کہ یہ کس حیثیت کے لوگ تھے؟

ابن حبان فرماتے ہیں:

کلبی سبائی تھا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ سیدنا علیؑ پر موت نہیں آئی اور قیامت سے پہلے وہ لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ (میزان الماعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۲)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابومخنف، ہشام بن محمد اور ان جیسے دوسرے راویوں کا جھوٹا ہونا

اہل علم کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔ (منہاج اللہ جلد ۱ صفحہ ۱۳)

بہر کیف ایسے کذاب اور بے اعتماد راویوں کی وساطت سے ایک متعصب

سبائی نے جو داستان گوئی میں پوری مہارت رکھتا تھا..... سب سے پہلے کربلا میں

پیش آنے والے واقعات پر ”مقتل حسین“ نامی کتاب لکھی..... اور اس میں بے

سرو پا جھوٹی کہانیاں، اور بے سند داستانیں بیان کیں..... بعد میں آنے والے

تمام مؤرخین اور مصنفین نے اسی ابومخنف کی کتاب کو بنیاد بنا کر واقعہ کربلا پر کتابیں

تحریر کیں اور اس واقعہ فاجعہ کو حقیقت سے زیادہ افسانوی رنگ دینے کی کوشش

کی (العیاذ باللہ)

اگر میری یہ بات میرے کسی عزیز اور بھائی کو اچھی نہیں لگی..... یادو

میرے ساتھ اس بات میں اپنے ذہن کو مستفیق نہیں پاتا..... تو میں دو رمانے کے ایک مشہور شیعہ مصنف جناب شاکر حسین امر دہوی کی مشہور تصنیف مجاہد اعظم ص ۱۷۸ سے ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں سنئے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ اس واقعہ کے بیان کرنے میں اور لکھنے میں کتنا مبالغہ ہوا..... وہ لکھتے ہیں:

”واقعہ کربلا کے متعلق صد ہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی، رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا..... ابو مخنف لوط بن یحییٰ از دی خود کربلا میں موجود نہیں تھا اس لیے یہ سب واقعات اس نے سماعی (سنے ہوئے) لکھے ہیں لہذا اس کی کتاب پر بھی پورا وثوق نہیں..... پھر لطف یہ کہ ”مقتل حسین“ ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان میں اور ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کا جامع نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کر دیا ہے۔ مختصر یہ کہ شہادت حسین کے متعلق تمام واقعات ابتداء سے انتہاء تک اس قدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا مخالف فوج کالا کھوں میں ہونا.....“

جناب شاکر حسین مشہور شیعہ عالم نے اپنی تصنیف مجاہد اعظم میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ:

اہل بیت پر کربلا میں تین دن رات پانی کا بند رہنا غلط اور من گھڑت

واقعہ ہے۔

ہمارا بھی خیال یہی ہے کہ اور فریقین کی معتبر کتابیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں..... گیارہویں صدی کے نامور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی اپنی معروف تصنیف جلاء العیون میں تحریر کرتے ہیں:

”سات محرم الحرام کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں پر پانی کی تگی ہوئی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھوں میں پلچہ لے کر خیمہ کی پشت پر گئے اور انہیں قدم گن کر قبلہ کی جانب گئے اور اپنے ہاتھ سے زمین کھودی۔“

ناگاہ آب زلال و گوار بجوشید و اصحاب آنحضرت بنوشیدند و مشک پر آب کردند۔

اچانک صاف اور میٹھے پانی کا ایک چمٹہ بہنے لگا جس کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے پیا اور اپنی مشکیں وغیرہ بھی بھر لیں پھر وہ چمٹہ غائب ہو گیا اور اس کا اثر (نشان) بھی کسی نے نہ دیکھا (جلاء العیون صفحہ ۳۵، تاریخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

جلاء العیون اور تاریخ التواریخ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷ محرم الحرام کو میٹھے اور صاف پانی کا چمٹہ جاری ہوا..... قافلہ میں شامل سب لوگوں نے سیر ہو کر پانی نوش فرمایا اور آئندہ کام میں لانے کے لیے مشکیں بھی بھر لیں۔ شیعہ عالم شیخ عباس قمی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”منتہی الآمال“ میں تحسیر کرتے ہیں:

”دسویں محرم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس سواریوں اور بیس پیادوں کو بھیجا تو وہ پانی کی چند مشکیں بھر کر لائے چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور لوگوں سے کہا وضو اور غسل کر لو۔“

(فتی الامال جلد ۱، صفحہ ۳۰۹)

ملا یا قریب کسی نے جلاء العیون میں ایک اور روایت نقل کی ہے کہ:
 ”اگرچہ کہ رات کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فراست سے
 پانی منگوایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہ پانی پیو یہ تمہارا آخری
 توشہ ہے وضو اور غسل کر اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگا دو یہی
 تمہارے کفن ہونگے۔“

خلاصۃ المصاب کے مصنف نے صفحہ ۱۴۳ پر ایک عجیب و غریب روایت
 نقل کی ہے ذرا اسے سنئے!

”حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی تھے اس حالت میں انہوں
 نے ابن سعد کی فوج کو آواز دی اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے
 جو مجھ پر پانی پلائے۔“

(میرے خیال میں یہ راوی کی غلط بیانی ہے..... اس لیے کہ
 خود دار اور غیرت مند باپ کا بہادر بیٹا پیاس سے مر سکتا تھا مگر
 مخالف فوج کی منت اور سماجت ہرگز نہیں کر سکتا) ابن سعد کی فوج
 میں سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں پانی کا ڈول تھا اس
 نے پانی پیش کیا..... حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اس درویش کو اللہ کی قدرت دکھانے کے لیے اپنے خیمے کی طرف
 لے کر گئے اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی
 نکلا..... یہ دکھا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم

پانی کے محتاج نہیں صرف ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں!
 طبری نے ایک روایت ابو مخنف کے حوالے سے نقل کی ہے:

”۱۰ محرم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمیشہ حضرت زینبؓ بے ہوش ہو گئیں تھیں تو ان کے چہرے پر پانی کے پھینٹے مار کر ہوش میں لایا گیا۔“

سامعین گرامی قدر! میرے اس بیان سے ثابت ہوا کہ میدانِ کربلا میں سیدنا حسینؓ کے قافلہ پر پانی کی بندش کی داستان محلِ نفسہ ہے..... روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ۷ محرم الحرام حتیٰ کہ ۱۰ محرم الحرام کو بھی قافلہٴ حسینی کے ہاں پانی وافر مقدار میں موجود تھا۔

پانی کی بندش کی یہ داستان اس لیے گھڑی گئی کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے سامنے امیر المؤمنین، دوہرے داماد نبی، خلیفہ ثالث اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالو سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ المناک اور دردناک شہادت ماند پڑ جائے جہاں ان پر پالیس دن تک پانی اس کنویں سے بند رکھا گیا تھا جو کنواں انہوں نے اپنی جیب سے خرید کر مسلمانوں پر وقت کر دیا تھا۔

مشہور شیعہ عالم جناب شا کر حسین امروہی واقعہ کربلا میں مبالغہ آمیزی کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے کچھ اور غلط بیانیوں اور مبالغہ آمیزیوں کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً.....

حضرت زینبؓ کے بیٹوں کا نو دس برس کی عمر میں شہادت پانا،
فاطمہ کبریٰ کا عقد روز عاشورہ قاسم بن حسن کے ساتھ ہونا، عباس
علمبردار کا اس قدر جسیم اور بلند قامت ہونا کہ باوجود سواری اس پر
رکابہ آپ کے پاؤں زمین تک پہنچتے تھے، جناب سید الشہداءؑ کی
شہادت کے موقع پر آپ کی ہمیشہ حضرت زینب کا سر و پا برہنسہ

خیمہ سے نکل کر مجمع عام میں چلے آنا..... شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر
 سرتن سے جدا کرنا..... آپ کی لاش مبارک سے پٹروں تک کا
 اتار لینا..... نعش مطہر کو گھوڑوں کے سموں سے روندنا.....
 نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا..... شمر کا سکیسنہ بنت
 حمینؓ کے منہ پر طمانچہ مارنا..... سکیسنہ کی عمر کا تین سال
 ہونا..... روانگی اہل بیت کے وقت حضرت زینبؓ کی پشت
 پر درے لگائے جانا..... اہل بیت رسالت کو بے پردہ ہنگے
 اونٹوں پر سوار کرنا..... سید الساجدین (زین العابدین) کو طوق
 وزنجیر پہنا کر ساربانی کی خدمت دیا جانا..... قید خانہ دمشق میں
 عرصہ دراز تک نبی زادیوں کا قید رہنا..... ہند زوجہ یزید کا قید
 خانہ میں آنا یا اس کا اہل بیت کی رو بکاری کے وقت محل سرائے
 شاہی سے سر بازار نکل کر آنا..... سکیسنہ کا قید خانہ میں رحلت
 فرمانا..... سید الساجدین کا سر ہائے شہداء لے کر از بعین
 (چالیسویں دن یعنی ۲۰ صفر) کو کر بلا واپس آنا اور چالیسویں روز
 سر ہائے شہداء کو پتھر و خاک کرنا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان
 زد خاص و عام ہیں۔

حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض
 ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مجاہد اعظم صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸) مؤلفہ شاکر حسین نقوی امر دہوی)

اہل تشیع کے مشہور عالم شاکر حسین نقوی کے اس اقتباس اور بیان سے واضح
 ہوتا ہے کہ واقعات کر بلا کے بیان کرنے میں راویوں نے بہت غلط بیانی اور مبالغہ

آمیزی سے کام لیا ہے..... بعد میں آنے والے غیر محسوس لوگوں نے عجیب و غریب قسم کی روایات اپنی کتابوں میں بھر دی ہیں۔

کوئی راوی بے سند بیان کرتا ہے شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زمین ہٹنے لگی، آسمان کا نپٹنے لگا، دریا ابل پڑے، پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گئے، آسمان سے تازہ خون کی بارشس ہونے لگی، جناسات اور ان کی بیویاں ٹپن کرنے لگے..... ان ہی باتوں کے متعلق علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں کچھ لوگوں نے بہت جھوٹی اور باطل باتیں لکھی ہیں اور گھسڑ لی ہیں..... اس بارے میں جن باتوں کا تذکرہ میں نے کیا ہے اور جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کا بعض حصہ محل نظر ہے، اگر ابن جریر طبریؒ نے وہ روایات نہ لی ہوتیں تو میں بھی ترک کر دیتا۔ ان میں سے اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف اور کمزور راوی ہے، اس سے ہی ایسی ایسی باتیں مروی ہیں جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتیں۔“

(الہدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۲)

اللہ رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم کھوٹے اور کھرے میں امتیاز کر سکیں اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ اور دردناک شہادت کی حقیقت کو اور فلسفہ کو سمجھ سکیں۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

گیارہویں تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَخْصَائِهِ أَتَجَمِّعِينَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٩﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٦٠﴾ (البقرہ)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر! حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے کنسبہ کے
عزیز واقارب کے ہمراہ دردناک اور المناک شہادت کو میں گذشتہ جمعہ کے خطبے
میں بیان کر چکا ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس لیے بھی مظلومانہ ہے کہ انہیں

مسافری کی حالت میں..... بے گناہ شہید کر دیا گیا۔

ہر باشعور شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال شدت سے ابھرتا ہے

..... اور ہر ذی عقل شخص سوچتا ہے کہ اس واقعہ فاجعہ کا اصل ذمہ دار کون ہے؟

یہ کن لعنتی اور بد بخت لوگوں کی کارستانی تھی جس کے نتیجے میں خاندان علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہفتا بستہ چمن اجڑ گیا..... اولاد سیدہ فاطمہؑ کو ذبح کر دیا گیا

..... اور وہ بد نصیب کون تھے جنہوں نے مستورات کے خیموں کو آگ لگائی

جن سنگ دل لوگوں نے معصوم علی اصغر تک کو نہ بچا۔

کیا تمام تر کاروائی یزید اور اس کی فوج نے کی؟ یا کوفہ کے بانیوں نے جو

محبان علی ہونے کے مدعی تھے؟..... جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھ کر حضرت سیدنا

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفاؤں کا یقین دلایا..... قبر بانی دینے کے عزم کا

اظہار کیا..... پختہ قول و قرار دیے اور عین وقت پر دغا دے گئے۔

آپ تاریخ کی کتاب اٹھائیں..... اور فریقین کی کتابیں پڑھیں تو یہ

بات واضح ہوتی ہے کہ قافلہ حسینی میں شامل تقریباً ہر فرد نے حادثہ کر بلا کا ذمہ دار سیدنا

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے والے کوفیوں کو ٹھہرایا ہے..... اور اپنے قاتل

کوفیوں کو قرار دیا ہے..... قافلہ حسینی میں شامل تمام لوگ چاہے سرد ہوں یا

خواتین وہ پکار پکار کر کوفیوں کی غداری، بے وفائی، دغا بازی، اور مکرو فریب کا رونا

روتے رہے اور کف افسوس ملتے ہوئے کہتے رہے۔

ط

ہم سے مت پوچھو تب ہی کا سبب

ہم فریب دوستی میں آگئے

کوفیوں کی منافقت اور دوغلی پالیسی سے نالاں ہو کر وہ زبان حال پکارتے رہے:

آخر فریب دے گئی دشمن کی دوستی
اک مار آتیں تھا جو ڈستا چلا گیا
کسی ناز دلبری سے بھائی بساط عشق
کس بے رخی سے وقت پہ دامن چڑا گیا

خاندان سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ بلا کے چشم دید گواہ ہیں) کی
نشاندہی کے بعد جو شخص کسی غیر کوئی کو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عزیز و
اقارب کا قاتل سمجھتا ہے تو وہ شخص بے انصافی کا مظاہر کر رہا ہے اور فہم و دانائی سے وہ
شخص کو سول دور ہے۔

آئیے! میں اہل تشیع کی معتبر کتب سے کچھ حوالے آپ حضرات کے سامنے
رکھتا ہوں..... جن کو سن کر آپ پر روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ
حسینی قافلہ پر قلم و تشدد کے پہاڑ توڑنے والے، خیمے لوٹنے والے، خیموں کو آگ لگانے
لگانے والے..... پھر بے دردی سے قتل کرنے والے، وہی کوئی تھے جنہوں نے
بھرے خطوط تحریر کر کے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی دعوت دی تھی۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان | جب دوران سفر

..... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کی
شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا:

”مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور ہمارے

حمایتیوں نے ہماری امداد کرنے سے ہاتھ اٹھا لیا ہے لہذا جو شخص

ہم سے الگ ہونا چاہتا ہے وہ الگ ہو جائے۔ (جلاء العیون)

مسلم بن عقیل نے جو آخری پیغام عمر بن سعد کی وساطت سے سیدنا حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچایا اس میں انہوں نے واضح کیا تھا:

”میں یہاں گرفتار کیا جا چکا ہوں آپ شاید مکہ سے ابھی نہ نکلیں کہ میرا قتل ہو جائے، پس آپ جس جگہ بھی میرا یہ پیغام پائیں وہیں سے واپس لوٹ جائیں کوئی فائدہ والوں کا بھروسہ نہ کریں ان لوگوں نے آپ سے بھی جھوٹ بولا تھا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور کوفہ کے لوگ آپ کے والد مکرم کے وہ ساتھی ہیں جن سے تنگ آ کر وہ موت یا قتل کی تمنا کرنے لگے تھے۔“ (طبری صفحہ ۲۱۱ جلد ۶)

حضرت مسلم بن عقیل کے پیغام سے یہ بات واضح ہوئی کہ مسلم بن عقیل کے قاتل بھی کوئی تھے..... اور یہی لوگ تھے جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھوٹ بولا تھا..... اور کوفیوں سے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمام زندگی نالاں اور ناراض رہے!

میدان کربلا میں خیمہ سے باہر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور کوفیوں کی طرف سے تحریر کردہ خطوط دیکھ رہے تھے اور انہیں پڑھ پڑھ کر مغموم اور پریشان دکھائی دیتے تھے..... ایک عراقی شخص قریب سے گزرا اس نے آپ کی پریشانی و بے بسی کی وجہ پوچھی تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مردم کوفہ مراد عوت کردند و اینک مکاتیب ایشان است و حال آنکہ کشند و من ایشانند لکن گاہے کہ مرتکب این معصی شدند و پردہ محرمات و مخلورات را چاک کردند و اندر ایشان مسلط کردند کہ ہم ہننا را ہنک رساند و ایشان را خوارش از قوم بقیس گردانند۔

کوفہ کے لوگوں نے مجھے بلایا اور یہ سب ان کے خطوط ہیں حالانکہ یہی میرے قتل کے درپے ہیں لیکن جب اس فعل کے مرتکب

ہوئے اور میری عزت و حرمت کا لحاظ نہ کیا تو اللہ ان پر ایسے شخص
کو مسلط کرے گا کہ وہ انہیں قتل کر دے اور ان کو قوم فقیس سے بھی
زیادہ ذلیل و رسوا کرے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کربلا میں مقابل آنے
والے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”میں تمہاری طرف تب آیا ہوں جب تمہاری طرف سے خطوط اور تمہارے
نمائندے پے درپے میرے پاس پہنچے اگر تم اپنے عہد و اقسار پر قائم ہو تو مجھ سے
تازہ پیمانہ کر کے میرا دل مطمئن کرو اور اگر تم اپنے قول سے پھر گئے ہو اور میرے
ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو توڑ دیا ہے اور میرے یہاں آنے سے ناراض ہو تو اپنے وطن
واپس جاتا ہوں۔

ان مکاروں، غداروں نے ان کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔
(بلقاء العیون)

ایک موقع پر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی درد مندی سے کوفیوں
کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اگر تم اپنی رائے بدل لو اور اقرار میری بیعت کا تو رد و توبہ مجھے
اپنی جان کی قسم ہے کہ تم سے یہ بے وفائی بعید نہیں کیونکہ میرے
والد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل سے تم یہی
سلوک کر چکے ہو، بڑا بے وقوف اور احمق ہے وہ آدمی جو تمہاری
بات پر دھوکہ کھائے۔“ (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۷۰)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افسردگی اور غم میں ڈوبا ہوا ایک ارشاد

گرامی سنئے :

”اے کوئیو! تم تباہ و برباد ہو جاؤ! تم نے آش و شرہ فساد ہو بھڑکایا
عدل و انصاف کو چھوڑ کر دشمنوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے
دوستوں سے مکرو فریب کرنے پر متفق ہو گئے، ہر دار دنیا کے لالچ
میں آگئے حالانکہ ہم نے کوئی نامناسب کام نہیں کیا اور نہ غلط مشورہ دیا
تم نے ہم سے نفرت کر لی اور ہماری امداد سے کنارہ کش ہو گئے اور
ہمارے مقابلے میں فوج لے آئے۔“

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئیوں کی غداری سے کبیدہ و غاظر ہو کر
انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”تم بد اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو اے کوئیان! جفا کار! تم
نے ہنگامہ اضطراب و اضطراب میں ہمیں اپنی مسد کے لیے بلایا
جب میں تمہاری درخواست قبول کر کے تمہاری نصرت و مدد کے
لیے آیا تو تم نے شمشیر کینہ مجھ پر ٹھینچی اور اپنے دشمنوں کی تم نے مدد
کی اور دوستوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ اے گمراہان امت! پیراؤن
شیطان، ہلاک کنندگان اولاد و عزت اوسیاے خبیثہ! تم نے
لعنت ہو کر فرزند ان پیغمبر کو کافروں کی غاظر قتل کرتے ہو۔“ (بخاری)

ایک حوالہ مزید یہ ہے..... حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مت کر بلا کے
میدان میں اپنے مقابل آنے والی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”وَيَلَكُمْ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ..... کوئیو! تم پر افسوس ہے کیا

تم اپنے ان خطوط اور وعدوں کو بھول چکے ہو جو تم نے اللہ کو گواہ بنا کر تحریر کیے تھے کہ اہل بیت آئیں گے تو ہم ان کے لیے اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے؟ پھر جب تمہاری دعوت پر ہم آ گئے تو تم نے ہمیں ابن زیاد کے حوالے کر دیا اور تم نے فرات کا پانی ہم پر بند کر دیا واقعی تم لوگ رسول اکرم ﷺ کے دشمن ہو جو ان کی اولاد سے یہ سلوک کیا اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔“
(ناخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۳۵)

”خلاصۃ المصائب“ میں ایک روایت ہے کہ جب فرزند حمین جناب علی اکبر میدان کربلا میں لڑنے کے لیے جانے لگے تو سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”ان ہی لوگوں نے ہمیں دعوت دے کر بلایا کہ ہم تمہاری مسدد کریں گے پھر جب ہم آ گئے تو ہمارے دشمن بن گئے اور ہمارے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔“ (خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۱۵)

سامعین گرامی قدر! میں نے بہت سے حوالے آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں..... معمولی غور و فکر اور تدبر سے..... سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات سے چند باتیں نکھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔

پہلی بات یہ سمجھ آتی ہے کہ سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہزاروں کی تعداد میں عہد و اقرار سے بھرپور خط لکھ کر بلانے والے کوفہ کے لوگ تھے..... جنہوں نے اپنے خطوط میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور ضرورت پڑی تو آپ کے لیے جان و مال کی قربانی دیں گے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن کوفیوں نے عہد و وفا سے بھس پور خط لکھ کر حضرت سیدنا حمینؓ کو بلایا تھا ان ہی نے موقع پر غداری کی اور دغا دی اور حینی قافلہ

پر پانی بند کیا..... (اگر فرض کریں کہ پانی بند ہوا ہے) تو بقول سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مرتکب بھی کوفہ کے یہی غدار ہیں۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہی کوفہ کے غدار تھے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں آئے اور پھر ان ہی کے ہاتھوں یہ عظیم لوگ شہید ہوئے اور یہی بد بخت تھے جو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعاؤں کے مصداق ٹھہرے۔

حضرت زین العابدینؑ کا بیان | حضرت زین العابدینؑ کا نام

اپنے دادا کے نام پر علیؑ رکھا گیا تھا..... ان کی عمر واقعہ کربلا کے وقت تقریباً ۲۴ سال تھی..... وہ شادی شدہ تھے اور ان کے دو بیٹے محمد المعروف بہ الباقر..... اور حسین بھی کربلا میں موجود تھے اور کم سن تھے (طبری)

ان کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ چھوٹی عمر کے تھے، یہ غلط اور بلا دلیل ہے۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ چوبیس سال کے شادی شدہ نوجوان تھے اور کربلا کے حادثہ فاجعہ کے معنی شاہ اور گواہ تھے..... یہ اپنے والد گرامی قدر اور ان کے ساتھیوں کے قاتلوں کی نشاندہی کس طرح کرتے ہیں آئیے سنئے:

”جب زین العابدینؑ اپنی مستورات کے ساتھ کربلا سے چلے و گئے مَرِيضَةً اور وہ بیمار تھے وَإِذَا نِسَاءُ أَهْلِ الْكُوفَةِ يَنْتَدِبْنَ مُشَقِّقَاتِ الْجَوِّ وَب..... تو کوفہ کی عورتیں اپنے گریبان چاک کر کے ماتم اور بین کرنے لگیں۔ وَالرِّجَالُ مَعَهُنَّ يَبْكُونَ..... اور کوفہ کے مرد بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یہ کوفہ کے لوگ آج رو رہے ہیں۔ فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرَهُمْ مَكَانَ الْكُوفَةِ يَمِينُ كَيْفَ نَقْلُ كَيْفَ هُوَ؟

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۸)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند اور واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ کا ایک ارشاد مزید سنئے:

”اے کوفیو! میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ تم نے میرے والد گرامی کو خط تحریر کیے۔ ان کو دھوکہ و فریب دیا، ان کو پختہ عہد و پیمان دیئے پھر تم نے ان سے لڑائی کی اور انہیں رسوا کیا، ہلاکت ہو تمہارے لیے..... تم قیامت کے دن بنی مکرم بنی نضیر سے آنکھ کس طرح ملاؤ گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا اور میری بے حسرتی کی..... فَلَنَلْنَهُنَّ مِنْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ..... پس تم میری امت میں سے نہیں ہو۔

فَإِنَّ تَفَعُّتِ الْأَصْوَاتِ النَّاسِ بِالْبَغْيِ وَيَدْعُوا بَعْضُهُمْ بَعْضًا هَلَكَكُمْ

پھر جہنم میں سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور وہ ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے اور کہنے لگے تم تباہ و برباد ہو گئے۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۹)

حضرت زین العابدینؑ کے خطبے کے بعد کوفیوں کا رونا اور اپنی بربادی کی تصدیق کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کوفیوں نے خود بھی قتل حسین جیسے گھناؤنے جرم کا اعتراف کر لیا تھا۔

ناخ التوارخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب لٹا پٹا حسینی قافلہ کوفے میں داخل ہوا اور اہل کوفہ کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو رونے لگے اور ان میں سے کئی افراد اپنے کیے پر نادام ہو کر آنسو بہاتے تھے۔

حضرت زین العابدینؑ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

”اَتَتُّوَحَوْنَ وَتَبَكُّوْنَ لَا جَلِيْلًا فَمَنْ قَتَلَنَا“

کیا تم ہم پر روتے اور نوحہ کرتے ہو تو پھر ہمیں تمہارے علاوہ کس

نے قتل کیا؟ (ناخ التوارخ جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

حضرت زین العابدینؑ کا ایک خطبہ جو انہوں نے کوفیوں کو مخاطب کر کے

ارشاد فرمایا تھا اسے اہل تشیع کے معتبر عالم ملا باقر مجلسی کی زبانی سنئے۔

حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا:

”اے کوفیو! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ تم نے

میرے والد محترم کو خطوط تحریر کیے اور ان کو فریب دیا اور ان سے

عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی..... پھر آخر کار تم نے ان

سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے

پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور اپنے لیے انتہائی بری راہ اختیار

کی، تم کن آنکھوں سے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھو گے جب وہ

فرمائیں گے کہ تم نے میری اولاد کو قتل کیا اور بے حسرتی کی

..... چنانچہ پھر رونے اور نوحہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں ہر

شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا ہم لوگ ہلاک ہو گئے۔

(جلاء العیون ص ۵۰۷ باب ۵ فصل ۱۵)

سامعین گرامی قدر! سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند کر بلا کے چشم دید

گواہ سیدنا زین العابدینؑ کے خطبات اور ارشادات سے چند امور نکھر کر سامنے آتے

ہیں:

(۱) حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دینے والے اور بلانے والے

کوئی تھے۔

- (۲) کوئیوں نے اپنے مہمان سے فریب، دغا بازی، بد عہدی اور دھوکہ دیا۔
 (۳) جن لوگوں نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دے کر اور خطوط تحریر کر کے کوفہ بلایا تھا وہی لوگ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ہیں۔

(۴) حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ان ہی مکاروں نے آنسو بہائے، گریبان چاک کیے۔

(۵) خود کوئیوں نے بھی اعتراف کیا کہ ہم سے یہ غلطی، گناہ اور قصور سرزد ہوا ہے۔

حضرت زینب بنت علیؓ کا بیان | واقعہ کربلا کی عینی گواہ.....

..... فاطمہ بنت محمد ﷺ کی لخت جگر، حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نظر، حسین کریمینؑ کی ہمیشہ محترمہ، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہم سفر کربلا حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھتے ہیں کہ کربلا کے اس افسوس ناک اور درد ناک واقعہ کا ذمہ دار کون ہے؟ اور آپ کے پیارے بھائی اور قافلہ کے دیگر افراد کا قاتل کون ہے؟

حادثہ کربلا کے بعد صینی قافلہ جب کوفہ پہنچا تو کوفہ کے لوگوں نے ان مظلوموں کو دیکھ کر رونایا پیٹنا شروع کر دیا..... کوفہ کی عورتوں نے نوہ کیا..... یہ منظر دیکھ کر سیدہ زینب بنت علیؓ نے خطبہ دیا:

(یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو اپنے آپ کو آل علی کا محب اور پرستار کہلاتے ہیں، ہم اہلسنت کا خیال یہ ہے کہ زینب بنت علیؓ اس مقدس اور پاکیزہ گھرانے کی طاہرہ اور طیبہ خاتون ہے کہ جنہیں آسمان کے چاند نے بھی تجھی جھانک کر نہ دیکھا ہوگا..... ایسی مقدس خاتون لوگوں کے سامنے خطبے دیتی پھرے، ہم اس کا تصور

(بھی نہیں کر سکتے)

سیدہ زینب نے اللہ کی حمد و ثناء اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تحفہ درود و سلام کے بعد فرمایا:

”اے اہل کوفہ، اور اے اہل غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر روتے ہو حالانکہ خود تم نے ہم کو قتل کیا، ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونابند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد کو سکون حاصل نہیں ہوا، تم نے اپنے لیے آخرت میں ذخیرہ بہت خراب بھجوا ہے، اور اپنے آپ کو ابد الآباد جہنم کا سزاوار بنا لیا ہے۔ تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم خود ہی ہمارے قاتل ہو۔ واللہ لازم ہے کہ تم بہت روؤ اور کم منو، تم لوگوں نے ابدی عداوت اور عیب و عار کو خود خریدا ہے۔۔۔۔۔۔ تم نے ایسے برے کام کیے جن کی تاریکیوں سے زمین و آسمان گھر گیا، اہل قیامت کے دن اپنے پیغمبر ﷺ کو کیا جواب دو گے۔“

(اخبار ماتم، جلاء المیعون، ص ۵۰۴، تاریخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۳)

سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ کا بیان | حضرت سیدنا حسینؑ کی لخت جگر اور نور نظر

واقعہ کربلا کی چشم دید گواہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ کا ایک ارشاد بھی سن لیجیے اور انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ وہ اپنے عظیم والد گرامی قدر اور دیگر لوگوں کا قاتل کس کو بتا رہی ہیں:

”اے کوفیو! دھوکے بازو، مکارو! تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہماری ناقدری کی، ہمارے قتل کو حلال سمجھا اور ہمارے مال تم نے مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیے۔ گویا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے جس طرح کل تم نے ہمارے دادا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا

تھا تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔“

(احتجاج طبری صفحہ ۷۵، جلاء العیون صفحہ ۵۰۵)

سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کا بیان | حضرت سیدنا علی بن ابی طالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر اور حسین کریمین کی بہن سیدہ ام کلثومؓ کا ایک بیان بھی سنئے:

”اے کو فیو! تمہارا براہو تمہیں کیا ہوا، تم نے حسینؓ کو دھوکہ دیا اور تم

نے ہی میرے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اس کا مال

لوٹا، خواتین کو قیدی بنایا، اب تم روتے ہو تم پر باد ہو جاؤ، کیا تم کو علم

ہے تم نے کس کو قتل کیا ہے؟ تم نے کس کا خون بہایا؟ تم نے گناہ کا

کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادنا اور کس کا مال لوٹنا؟ تم نے نبی کریم

ﷺ کے بہترین لوگوں کو قتل کیا، تمہارے دل سے رحم اٹھ گیا۔ کان

کھول کر سن لو اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی کامیاب ہے اور شیطان کی

جماعت ہمیشہ نقصان میں رہے گی۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۰۱)

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ:

”جب کوفہ کی عورتیں روتی ہوئی بال پریشان کر کے اپنے منہ پر

ٹماچے مارتی ہوئی حسینی قافلہ کے قریب آئیں تو سیدہ ام کلثومؓ نے

فرمایا:

”اے کو فیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں

ہم پر روتی ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور ہمارے

درمیان فیصلہ کرے گا۔“ (جلاء العیون صفحہ ۵۰۶)

محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان | خاندان علیؑ کا ایک عظیم اور اہم فرد حضرت محمد باقر

جو سیدنا زین العابدینؑ کے فرزند ارجمند ہیں..... تاریخ طبری کی ایک روایت کے مطابق واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر تقریباً دو سال تھی..... یہ اگرچہ واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ تو نہیں لیکن انہوں نے اپنے والد گرامی قدر سے کربلا کے حقیقی اور صحیح واقعات ضرور سنے ہونگے۔

ان کا ایک ارشاد سماعت فرمائیے!

”کو فیوں نے جب امیر المؤمنین (سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کی، پھر ان سے بیعت توڑ دی اور ان پر شمشیر کھینچی اور ان کو شہید کر دیا، پھر ان کے فرزند حضرت حسنؑ سے بیعت کی اور بیعت کرنے کے بعد ان سے دھوکہ، مکر اور فریب کیا اور ارادہ کیا کہ ان کو دشمن کے حوالے کر دیں، اہل عراق (کوفی) سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو میں مارا اور ان کا خیمہ لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی اور اپنے گھروالوں کے خون کی حفاظت کی، پھر ہزاروں مرد عراقی نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی خود انہوں نے شمشیر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چلائی اور ابھی بیعت ان کی گردنوں میں تھی کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۲۶)

سامعین گرامی قدر! میں نے مختلف کتب کے معتبر حوالہ جات سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ میدان کربلا میں موجود اور حسینی قافلہ میں شریک خانوادہ علیؑ کے تمام افراد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی فرد جرم ان کو فسیوں پر

عامدگی ہے، جنہوں نے ہزاروں خط تحریر کر کے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کو ذرا آنے کی دعوت دی تھی..... جب وہ ان کی دعوت پر تشریف لائے تو وہ غسداری کے مرتکب ہوئے..... حسینی قافلہ پر ظلم و تشدد ہوا..... مردوں کو یکبارگی حملہ کر کے شہید کر دیا..... خطوط جلا نے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی..... قافلہ حسینی کا ایک ایک فرد گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے قافلہ وہی ہیں جنہوں نے ہمیں دعوت دے کر کو فنی بلایا تھا..... بلکہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلہ بھی وہی ہیں اور سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنگ کرنے والے اور خنجر مارنے والے بھی وہی ہیں۔

اب جو شخص واقعہ کربلا کا ذمہ دار اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ ان کو فیوں کے سوا کسی دوسرے کو سمجھتا ہے تو وہ شخص ان پاکیزہ، مقدس اور سچے لوگوں کی زبان پر اعتماد نہیں کرتا۔

ہم اہلسنت خاندانِ عسلی کے بچے بچے کے غلام اور نوکر اور خادم ہیں..... ہمیں ان کی صداقت دیانت پر ایک سو فیصد اعتماد ہے..... ہم نے تو وہی بات مانتی ہے جو یہ گھرانہ کہتا ہے۔

کو فیوں کا اعتراف جرم | واقعہ کربلا کی ذمہ داری کس پر عامد ہوتی

ہے؟ یہ آپ خانوادہ علی کے افراد کی زبانی سن چکے ہیں..... آئیے آخر میں..... میں آپ کو اس مقدمہ کی تفتیش میں ایک ٹھوس ثبوت فراہم کرتا ہوں اور وہ ہے خود کو فیوں کا اقرار کہ قتل حسین کا سنگین جرم ہم سے صادر ہوا ہے اور مجھے یہ بتلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ خود مجرم کے اقرار جرم کے بعد مسند یہ کسی گواہی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔

امی الشیخ کے مشہور عالم قاضی نور اللہ شومتری اپنی مشہور تصنیف "محاسن المؤمنین"

میں لکھتے ہیں کہ:

”کوفہ کے لوگ واقعہ کربلا کے بعد مل بیٹھے اور افسوس کرنے لگے کہ دنیا و آخرت کا خسار ہم کو حاصل ہوا کہ ہم نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور پھر تلوار ان پر پھینچی اور ہماری غداری سے یہ تمام مصیبت قافلہ حسینی کو پہنچی..... پھر وہ لوگ کہنے لگے:

اب ہم اپنے برے اعمال پر شرمسار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنا چاہتے ہیں شاید وہ رحمت فرماتے ہوئے ہماری توبہ قبول فرمائے اور اس جماعت میں سے جتنے لوگ کربلا گئے تھے سب عذر کرنے لگے پھر کہنے لگے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم تلواریں ہاتھ میں لے کر ایک دوسرے کو قتل کریں جس طرح بنی اسرائیل نے کیا تھا اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ کہتے ہوئے وہ تمام لوگ توبہ کرنے کے لیے زانوف کے بل گر پڑے۔“

(مجالس المؤمنین ص ۲۴۱)

اسے کہتے ہیں رع

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پیشیاں کا پیشیاں ہونا

کسی دوسرے شاعر نے کیا خوب کہا ہے رع

صد ہار مانوں سے جس نے مجھے قتل کیا

قتل کے بعد کوئی دیکھنے ندامت ان کی

آپ حضرات نے خانوادہ حیدر کرار کے افراد کے بیان کن لیے جو واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ ہیں..... انہوں نے واضح اور کھلے لفظوں میں اس واقعہ کا

ذمہ دار کو فیوں کو بتلایا ہے اور قافلہ حسینی میں سے جو لوگ شہادت کے مرتبے پہ فائز ہوئے ان کا قاتل بھی ان حضرات نے کوفہ کے ان لوگوں کو بتلایا ہے جنہوں نے خدا لکھ کر اور عہد و پیمان کے وعدے کر کے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا تھا۔
پھر میں نے معتبر حوالے سے یہ بات بھی آپ کو بتلا اور سمجھا دی ہے کہ خود کو فیوں نے بھی اعتراف جرم کر لیا تھا۔

آئیے میں آپ کو ایک زبردست اور ناقابل تردید حوالہ دکھاؤں جس سے حقیقت حال بالکل واضح ہو جائے گی۔

”غلامۃ المصائب“ صفحہ نمبر ۲۰۱ کی یہ عبارت سنئے:

لَيْسَ فِيهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ بَلْ يَجْنِعُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں کوئی شامی اور حجازی شامل نہیں تھا بلکہ وہ سب کے سب کوئی تھے۔

مسعودی اہل تشیع کا مشہور مؤرخ ہے وہ اپنی کتاب ”مروج الذهب“ میں لکھتا

ہے کہ:

”حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب کوفہ کے رہنے والے تھے ان میں کوئی شامی شخص شامل نہیں تھا“ (مروج الذهب ج ۳ ص ۹۰)

ان دو حوالوں کے بعد..... اور کو فیوں کے اقرار جرم کے بعد..... اور حسینی قافلہ کے افراد کی گواہیوں کے بعد تو آٹھیں کھل جانی چاہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے جرم میں..... خیموں کو آگ لگانے کے

کردار میں..... خیمے لوٹ کر غلام ڈھانے میں نہ کوئی شام کارہنے والا شخص ملوٹ
ہے اور نہ کوئی حجاز کارہنے والا فرد ملوٹ ہے اور نہ کوئی مصر کارہنے والا باشندہ ملوٹ
ہے.....

بلکہ قتل حسین کی تمام تر ذمہ داری ان کوفہ کے رہنے والے غداروں، دغا
بازوں، بد عہدوں، مکاروں، فریبیوں اور کندابوں کے سر ہے جنہوں نے خطوط لکھ
کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور پھر عین موقع پر دغا دے گئے اور مخالفین کی
فوج میں شامل ہو کر..... اپنے گھناؤنے کرتوتوں اور مکروہ عرائم کو چھپانے
کے لیے..... سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے گھرانے پر یکبارگی حملہ کیا
اور سب کو شہید کر دیا۔

اور لطف اور تعجب کی بات یہ ہے کہ کوفہ کے یہ لوگ جھوٹے پروپیگنڈے کی بنا
پر اس الزام سے صاف بچ نکلے اور اس حادثہ فاجعہ کی تمام تر ذمہ داری یہ کہ سر
ڈال دی گئی، اور یہ کالک اور سیاہی اس کے منہ پر مل دی گئی..... اور پھر مسلسل
پروپیگنڈے اور جھوٹ نے اس کو حقیقت کا رنگ دے دیا اور آج نتیجہ آپ سب کے
سامنے ہے کہ قتل حسین کے جرم میں اصل مجرموں کو جاتا تک کوئی نہیں اور دمشق میں
بیٹھے یہ کہ مجرم کے طور پر پیش کر دیا گیا۔

سامعین! گرامی قدر! آئیے جھوٹ کے پروپیگنڈے سے نکل کر حقائق کی
روشنی میں دیکھتے ہیں اور تعصب و ضد اور ہٹ دھرمی سے کنارہ کش ہو کر
..... انانیت کی نظر سے اور انصاف کی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کیا یہ قتل حسین میں
ملوٹ تھا؟..... کیا یہ قتل حسین کا حکم دیا تھا؟..... کیا وہ قتل حسین پر
راضی اور خوش تھا؟..... کیا اس نے خانوادہ علی کی بے حرمتی کی تھی؟..... اور
کیا اس دور کے کسی انسان نے یہ کہ قاتل حسین کہا اور سمجھا؟..... کیا مادہ کر بلا

میں بچ جانے والے حضرت زین العابدینؑ اور مستورات نے یزید کو قتل حسین کا ذمہ دار ٹھہرایا؟

آئیے فریقین کی کتابوں سے ان تمام سوالوں کے جواب پوچھتے ہیں..... کیا اہل تشیع اور اہل سنت کے علماء اور مجتہد ان کی معتبر کتابیں یزید کو اس واقعہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں یا نہیں؟

اہل تشیع کے معتمد علیہ عالم اور مجتہد ملا باقر مجلسیؒ نے ”جلاء العیون“ میں لکھا ہے:

”جب سر مبارک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یزید کے دربار میں پہنچا اور اہل بیت اس کے محل میں داخل ہوئے تو عورات ابی سفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے اور لباس ماتم پہن کر آواز نوحہ و زاری بلند کی اور تین دن تک ماتم رہا یزید کی بیوی بغیر پردہ کے گھر سے باہر دربار میں آگئی، یزید نے اٹھ کر کپڑا اس کے سر پر ڈالا اور کہا گھر میں چلی جا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ و زاری کر، ابن زیاد نے جسدی کی ہے، میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر راضی نہیں تھا۔“ (جلاء العیون صفحہ ۲۴۶)

ابن جریر طبری کی ایک روایت بھی سنئے:

ایک شخص نے یزید کے دربار میں آ کر اطلاع دی کہ ہم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر قتل کر دیا ہے یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا، میں تم سے تب خوش ہوتا جب تم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کیا ہوتا، خدا لعنت کرے پسرمیہ پر، سنو! خدا کی قسم اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں ان کو معاف کر دیتا خدا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمت

فرمائے۔“ (طبری جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

’ تاریخ طبری اور خلاصۃ المصاب کی ایک اور روایت بھی سنئے:
 ”جب اہل بیت کا قافلہ (دمشق سے فارغ ہو کر) مدینہ روانہ ہونے
 لگا تو یزید نے زین العابدین سے کہا خدا پر مہربان ہو لعنت کرے
 اللہ کی قسم اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آتے تو وہ جو
 چاہتے میں وہی کرتا ان کو قتل ہونے سے جس طرح بن بڑتا بچا لیتا
 چاہے اس کے لیے مجھے اپنی اولاد کی قربانی دینی پڑتی لیکن اللہ کو
 یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ اے زین العابدین! جس چیز کی تم کو
 ضرورت ہو مجھے اطلاع کرنا..... پھر یزید نے خالد بن ولید کے
 تمام لوگوں کو کپڑے دیئے۔“

(طبری ج ۳ صفحہ ۲۸۸، خلاصۃ المصاب صفحہ ۳۰۵)

تاریخ التواریخ اور خلاصۃ المصاب سے ایک حوالہ مزید سنئے:
 ”جب شمر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک یزید کے
 دربار میں پیش کیا اور کہا مسیری جھولی سونے اور چاندی سے
 بھر دے اور انعام سے نواز..... یزید نے جواب میں کہا خدا
 تمہاری رکابی اور جھولی آگ اور ایندھن سے بھر دے اور طاقت
 تیرے لیے مقدر ہو..... میزے دربار سے نکل جا تیرے لیے
 کوئی انعام نہیں ہے، یہ بات سن کر شمر ڈرتا ہوا اور گھسائے میں
 واپس چلا گیا اور یوں دنیا و آخرت میں بد نصیب رہا۔“

(خلاصۃ المصاب صفحہ ۳۰۳، تاریخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۹)

خلاصۃ المصاب میں ہے کہ:

”حسینی قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ منظر دیکھ کر یزید رو پڑا وہ رومال سے اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا اس نے مستورات کو اپنے گھر بھیج دیا جب یہ لوگ یزید کے گھر میں پہنچے تو گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی۔“ (غلامہ المصائب ص ۳۰۲)

ملا باقر مجلسی نے ”جلاء العیون“ میں تحریر کیا ہے کہ:

زین العابدین جب تک دمشق میں رہے یزید برابر ان کا احترام اور اکرام کرتا رہا اور صبح شام وہ انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا۔

ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر زین العابدین یزید کو اپنے والد گرامی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل سمجھتے تو اس کے دسترخوان پر اس کے ساتھ شریک طعام نہ ہوتے، کوئی غیرت مند شخص اپنے والد کے قاتل کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ نہیں ہوتا۔

اور حضرت زین العابدین سے بڑھ کر غیرت مند اور کون ہوگا؟
سامعین گرامی قدر! آئیے ایک دو حوالے اہلسنت کی کتابوں سے بھی آپ حضرات کو سنا دوں تاکہ معاملہ بالکل ہی صاف ہو جائے اور حقیقت واضح ہو جائے۔
حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَيَزِيدُ صَحِيحُ الْإِسْلَامِ وَمَا صَحَّ قَتْلُ حُسَيْنٍ وَلَا أَمْرُهُ وَلَا رَضَا بِهِ وَمَهْمَا لَا يَصِحُّ ذَالِكَ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَظُنَّ ذَالِكَ بِهِ“

”یزید صحیح العقیدہ مسلمان تھا اور یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا اور نہ وہ قتل حسین

پر راضی تھا، پس جب قتل اس سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا تو پھر اس کے ساتھ بدگمانی رکھنا جائز نہیں۔“

(وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۴۶۵)

امام غزالی کی ایک بات اور سنئے:

وَمَنْ رَعَى أَنْ يَزِيدَ أَمْرَ يَقْتُلِ الْحُسَيْنِ أَوْ رَضِيَ بِهِ
فَيَنْبَغِي أَنْ يَعْلَمَ بِهِ غَايَةَ الْحِمَاةِ

”جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یزید نے قتل حسین حکم دیا تھا یا وہ اس پر راضی تھا تو جاننا چاہیے کہ یہ شخص پر لے درجے کا احمق ہے۔“

(تاریخ ابن خلکان جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَأْمُرْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَلَا أَظْهَرَ الْفُرْحِ بِهِ وَلَا
نَكَّتْ بِالْقُضَيْبِ عَلَى ثَنَائِيَا وَلَا حَمَلَتْ رَأْسَ الْحُسَيْنِ إِلَى
الشَّامِ

”نہ تو یزید نے قتل حسین کا حکم دیا اور نہ اس پر خوشی ظاہر کی اور نہ ہی

اس نے ان کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور نہ ہی حضرت حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک شام پہنچایا گیا۔“

(الموسمۃ الکبریٰ صفحہ ۱۳۰۰ ابن تیمیہ)

حضرات! جہاں علامہ ابن تیمیہ نے یہ بیان فرمایا کہ یزید قتل حسین پر نہ راضی

تھا اور نہ ہی اس نے اس کا حکم دیا تھا وہیں انہوں نے اس بات سے بھی انکار کیا ہے

کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنا ہوا سر یزید کے دربار میں لایا گیا اور یزید

نے آپ کے دانتوں پر چھڑی ماری تھی۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف منہاج السنہ میں لکھا ہے:
 ”مجہول سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ میدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کا سر یرید کے سامنے لایا گیا اور اس نے دانتوں پر چھڑی لگائی
 مگر یہ بات صرف یہ نہیں کہ ثابت نہیں بلکہ اس روایت ہی میں اس
 کے جھوٹا ہونے کی دلیل بھی موجود ہے کیونکہ جن صحابہ کے سامنے
 (روایت کے مطابق انس بن مالک اور ابی ہریرہ) اس نے چھڑی
 لگائی وہ صحابہ شام کے بجائے عراق میں رہتے تھے“

(منہاج السنہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

علامہ ابن تیمیہؒ اپنی دوسری کتاب ”رأس الحسین“ میں تحریر فرماتے ہیں:
 ”پس جس شخص نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حمین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے دانتوں کو چھڑی کی ٹوک سے چھوا گیا اور اس وقت
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی ہریرہؓ بھی یرید کے دربار میں
 موجود تھے تو وہ شخص ایسا کذاب ہے جس کا جھوٹ نقل متواتر سے
 معلوم ہوتا ہے۔“
 (رأس الحسین صفحہ ۱۸)

ناخ التوارخ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت میدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے کفن اور دفن کا انتظام وانصرام ان کے فرزند ارجمند حضرت زین العابدینؓ نے کیا
 تھا..... ساتھ ہی اس نے لکھا کہ شہادت کے تیسرے دن یعنی ۱۲ محرم کو باعجاز
 امامت زین العابدینؓ کوفہ سے پوشیدہ طور پر کربلا آئے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر
 کے لوٹ گئے۔

”ہنگام دفن پدر حاضر شد و براں جسد مبارک نماز بگذاشت و امر اورا
 کفایت کرد و مراجعت نمود“

”زین العابدینؑ اپنے والد کی تدفین میں موجود رہے اور اس
جسد مبارک پر نماز پڑھی اور ان کے کام (یعنی تدفین) کو پورا کیا
اور لوٹ گئے۔“ (ناخ التوارخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۸)

ناخ التوارخ کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ اور پھر ان کی تدفین عمل میں آئی..... بلکہ کوفہ کے کچھ
مخلص لوگ جنازہ میں شریک ہوئے اور حضرت خالد بن عقبہ اموی صحابی جو اس
وقت کوفہ میں رہائش پذیر تھے وہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے
اور تدفین میں شریک تھے۔“ (جمہرۃ الانساب صفحہ ۱۰۶)

اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک کاٹ لیا گیا تھا (جس طرح
کچھ لوگوں کا خیال ہے) تو کیا سر بریدہ جسم کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی؟ کیا کوئی ذی
عقل شخص اسے تسلیم کر سکتا ہے؟

سامعین گرامی قدر! ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کا قتل حسین میں
کوئی حصہ اور رتی بھر رضامندی شامل نہیں تھی۔

بلکہ یزید کا دامن قتل حسین سے اسی طرح مبرا ہے جس طرح حضرت سیدنا علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس دامن سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے
پاک ہے۔

یہ سب شرارت اور فساد برپا کرنے کی ذمہ داری ان کوفیوں پر عائد ہوتی ہے
جو یہود کے عزائم کے تکمیل کے لیے اسلام کے لہادے میں دین کو ہمیشہ نقصان
پہنچاتے رہے اور قتل حسین کے جرم میں انتہائی چالاک اور کمال ہوشیاری سے کام لیتے
ہوئے خود تو صاف بیچ نکلے اور دھوکے سے محب حسین بننے کا نالٹک کھیلا..... اور
الزام تمام تر یزید کے سر تھوپ دیا۔

دارالعلوم دیوبند کے فاضل..... اور دیوبند سے شائع ہونے والے ایک رسالے ”تخلی“ کے ایڈیٹر..... اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا عامر عثمانی نے اس سلسلہ میں کیا خوب لکھا ہے:

”مبارک ہو کوفیوں کو کہ انہوں نے خود تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بلایا اور بدترین بزدلی اور عہد شکنی کے مسرتکب ہو کر ان کی مظلومانہ موت کو دعوت دی لیکن سارا الزام ڈال دیا یزید کے سر..... اور حب حسین کا ڈھونگ رچا کر بغض معاویہ و یزید کی وہ ڈھلی بھائی کہ اچھے خاصے اہل سنت بھی رقص کرنے لگے کتنا کامیاب فریب ہے کہ اصل قاتل تو سرخرو ہوئے اور سیاہی ملی گئی اس یزید کے منہ پر جو دمشق بیٹھا تھا..... کر بلا میں جو کچھ پیش آیا بہت برا کسی مگر یزید قاتل تھا اور قتل کا آرڈر دینے والا..... پھر بھی قتل حسین کی ذمہ داری اس پر ڈالتے ہو تو اس میں کچھ حصہ بلکہ بہت بڑا حصہ ان بد نہاد کوفیوں کو بھی تو دو جنہوں نے خطوط کے پلندے بھیج بھیج کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو ہجوم آفات میں چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے..... یہ سب کوفی تھے..... پر لے سرے کے ابوالفضل اور عہد شکن..... انہوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ناکوں چنے چبوائے، اسد اللہ کی خلیسر شکن تلوار کو کند کر کے رکھ دیا۔ اور پھر انہی نے ان کے عسائی مقام بیٹے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبز باغ دکھا کر مردا دیا۔ واہ رے کمال فن! ہو سکے تو یزید دشمنی میں حد سے آگے جانے والے

اہلسنت غور کریں کہ وہ کس مصمصیت سے دھوکہ کھا گئے اور کیسا ہادوا کا
ڈنڈا ان کے سر پر پھیرا گیا ہے اور صحابہ کرام کے دشمنوں نے کس
طرح یزید کی آڑ میں نہ صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ یزید کی
بیعت کرنے والے متعدد ذلیل القدر صحابہ کو سب و شتم کرنے کا راستہ
نکالا ہے۔

قابل غور بات | میں آپ کی توجہ ایک بہت ہی اہم بات کی طرف

مبذول کروانا چاہتا ہوں..... میری اس بات کو بھی ضد و عناد سے ہٹ کر انصاف
کے کانوں سے سنئے گا۔

مجھی آپ نے اس حقیقت پر غور فرمایا ہے کہ کربلا میں حضرت سیدنا حسین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اکثر عزیزوں کی المناک اور دردناک شہادت کے بعد
پورے عالم اسلام میں اور خصوصاً مکہ اور مدینہ میں کسی ایک جانب سے یہ آواز آئی
ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اس شرمناک سلوک
اور شہادت کا ذمہ دار یزید بن معاویہؓ ہے؟

ہرگز نہیں..... کسی نے بھی اس واقعہ کی ذمہ داری وقت کے حکمران کے
سر نہیں ڈالی اس وقت سیکڑوں صحابہ کرام موجود تھے..... وہ ایسی ہستیاں تھے کہ
جن کے ایمان و اسلام کی گواہی قرآن کے اوراق میں موجود ہے..... جن کے
تقویٰ اور صداقت کی شہادت عرش والے نے دی ہے..... جن کو رضاء الہی کی
مدد عطا ہوئی تھی..... جن کو جنت کی خوشخبریاں ملیں..... جو آسمان ہدایت
کے روشن ستارے تھے..... جو کفر و الحاد سے نبرد آزما رہنے والے لوگ تھے اور
جو لایخافون لومۃ لائم کے مصداق تھے۔

ہاں اس وقت ہزاروں تابعین موجود تھے جو خیر القسودن میں بننے والے

تھے اور جن کے لیے امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ان خوش نصیب لوگوں نے جہنم کی آگ حرام ہے جنہوں نے ایمان کی حالت میں میرے صحابہ میں سے کسی کو دیکھا۔

سنو! اس وقت خلیفہ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔

امام الانبیاء ﷺ کے عم مکرم حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت جگر مفسر قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زندہ تھے۔

عشرہ مبشرہ میں شامل اور امام الانبیاء ﷺ کے ہم زلف سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔

خلیفہ رابع سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند..... اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بقسید حیات تھے۔

میں کس کس کا نام لوں..... یقین جانئے اس وقت ہزاروں عالم لاکھوں مابدوز اہل اور مجاہد فی سبیل اللہ شخصیات موجود تھیں جن کی تلواریں کفار کو کاٹنے کا نئے نمبھی منہ نہ ہوئیں..... جو اسلام کی سر بلندی کے لیے نمبھی سر بکھت ہوئے نمبھی زر بکھت..... عشق رسول ﷺ سے سرشار..... محبت نبی کے صرف وعویدار نہیں عملی ثبوت بھی پیش کرنے والے..... احقاق حق کے بندے سے لہریز اور ابطال باطل کے لیے ہمدن تیار..... وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے کفر سے نمبھی صلح نہیں کی اور اسلام سے نمبھی بے وفائی نہیں کی..... دین کی سہ

بلندی کے لیے اور حق کی سرفرازی کے لیے جان و مال آل و اولاد تن من و جن کی قربانی کا بندہ رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی حادثہ کر بلا کا ذمہ دار یزید کو نہیں ٹھہرایا۔ کسی نے انتقام اور بدلے کا نعرو نہیں لگایا۔ کسی نے وقت کی حکومت کو چیلنج نہیں کیا۔ عالم اسلام کے کسی کو نے سے صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی اور کسی شخص نے بھی اس واقعہ کو بنیاد بنا کر اور یزید کو ذمہ دار ٹھہرا کر اس کی بیعت نہیں توڑی۔

آپ حضرات انصاف کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر بتائیں! اگر یزید واقعی کر بلا کے حادثے کا ذمہ دار ہوتا تو خیر القرون کے یہ لوگ عشق مصطفیٰ ﷺ میں اور دین کی محبت میں سرشار یہ لوگ سر بکفت مسیدان میں آتے یا نہ؟

یہ امت کے بہترین لوگ صدائے احتجاج بلند کرتے یا نہ؟ یہ یزید کی بیعت توڑ کر اس کے خلاف غم و غصے اور نفرت کا اظہار کرتے یا نہ؟ ایک منٹ کے لیے فرض کر لیجیے اگر تاریخ اسلام کا یہ المناک اور دردناک واقعہ آج کے دور میں پیش آتا۔۔۔۔۔۔ دنیا کا کوئی جابر سے جابر اور ظالم ترین حکمران۔۔۔۔۔۔ خاندان غلی کے ساتھ یہ شرمناک اور غیر انسانی سلوک کرتا۔۔۔۔۔۔ ان پر پانی بند کر کے خیموں کو آگ لگا دیتا۔۔۔۔۔۔ خاندان غلی کی مستورات کو زندہ جلاسنے کی کوشش کرتا۔۔۔۔۔۔ رسول اکرم ﷺ کی نو اسیوں کو جھکڑیاں پہنا کر اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر بے پردہ سوار کرواتا۔۔۔۔۔۔ تو آپ حضرات کا رد عمل کیا ہوتا؟ آج کا مسلمان کیا کرتا؟ آج کا مسلمان جو اس دور کے لوگوں کے مقابلے میں ایسا نہ عمل اور جہاد و قربانی کے اعتبار سے عشر عشر بھی نہیں کیا آج کا مسلمان یہ تمام حالات دیکھ کر اور سن کر خاموش تماشا بن کر گھر میں دھبک کر بیٹھ جاتا؟ یا سر پر

کفن باندھ کر..... کشتیاں جلا کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترتا اور اپنا سینہ گولیوں کے سامنے کھول دیتا..... کعبہ کے رب کی قسم ہے..... آج کا مسلمان کٹ جاتا مگر خاندان علی کی توہین کرنے والی حکومت کو اور حکمرانوں کو اس کے انجام تک ضرور پہنچاتا۔

سامعین گراخی قدر اسوچنے کی بات تو یہی ہے کہ آج گئے گزرے دور کا مسلمان..... تو اتنا غیرت مند ہو کہ حادثہ کر بلا کی ذمہ دار حکومت کو اور حکمرانوں کو ایک لمحہ کے لیے برداشت نہ کرے اور خیر القرون کا مسلمان اتنا گمراہ ہو کہ اس کے سامنے اتنا بڑا سانحہ اور شرمناک واقعہ..... حکومت وقت کے ہاتھوں اور حکمرانوں کی مرضی سے پیش آئے اور وہ اس سے مس نہ ہو..... ان حکمرانوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائے..... بغاوت نہ کرے..... احتجاج کی صدا بھی بلند نہ کرے۔

میری اس دلیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو لوگ حادثہ کر بلا اور شہادت حسین کا ذمہ دار یزید کو ٹھہراتے ہیں وہ لوگ لاشعوری طور پر اصحاب رسول اور تابعین پر تبرّا کا دروازہ کھول رہے ہیں کہ ان مقدس اور معظم لوگوں میں دینی غیرت اتنی بھی نہیں تھی جتنی ہم میں ہے..... اہلسنت اس بات کے تصور سے بھی ہزار مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔

بلکہ اہلسنت کا خیال اور نظریہ یہ ہے کہ پوری امت کا ایمان مل کر بھی کسی صحابی کے ایمان کا ہم وزن نہیں ہو سکتا..... بعد میں آنے والی پوری امت کے علماء، صلحاء، فقہاء، ائمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین، اولیاء کرام، تابعین اور تبع تابعین مل کر بھی کسی ایک صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔

کعبہ کے رب کی قسم ہے وہ لوگ ہم سے کہیں بڑھ کر ایمان کی حرارت رکھنے والے تھے..... وہ ہم سب سے کہیں زیادہ دین کی سر بلندی و سرفرازی کے لیے

قربانی کا جذبہ رکھنے والے تھے۔

وہ ہم سے بڑھ کر عشق رسول ﷺ سے سرشار اور باطل قوتوں سے جہاد کا دلور
رکھنے والے تھے۔

دینی غیرت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی..... کفر اور باطل سے
مقاہمت ان کے تصور میں بھی نہیں تھی..... دین میں مہاہمت کے وہ روادار
نہیں تھے..... غلط اور ظالم حکمرانوں کی بیعت کا تصور بھی ان قدوسی صفات لوگوں
سے ممکن نہیں تھا۔

مگر حادثہ کربلا پر یزید سے احتجاج نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صادق لوگ
اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شرمناک حادثہ اور فائدہ ان علی کی دردناک شہادت کا
ذمہ دار یزید نہیں بلکہ کوفہ کے وہ خدار اور مکار ہیں جو اپنے آپ کو محبان علی کہلاتے
تھے اور جنہوں نے ہزاروں خط لکھے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکے اور فریب
سے کوفہ بلایا اور پھر انتہائی جفاکاری، مہاہمدی اور کینگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو
اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اپنے تحریر کردہ خطوط جلانے کے لیے اور ضائع
کرنے کے لیے خیموں کو آگ لگا دی۔

سامعین گرامی قدر! آخر میں..... میں ایک تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں
اور آپ حضرات معمولی سا بھی غور فرمائیں گے تو یقیناً میرے اس تجزیہ سے اتفاق
کریں گے۔

خیبر کے معرکے میں امیر المؤمنین، خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
یہود کو ناکوں چنے چبوائے تھے اور سونگ ان کے سینے پر دل کر فیہر کے ایک
ناقابل تسخیر قلعہ کے فاتح ہونے کا اعزاز پایا تھا..... یہود اس شکست کے بعد
انتہائی ذلیل ہوئے..... انہوں نے گرم جنگ کرنے کی بجائے سرد جنگ لڑنے

کا فیصلہ کیا..... وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو محبان علی کہلانے لگے..... پھر انہوں نے ایک گھری سازش کے تحت میدانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا..... یہی لوگ تھے جنہوں نے میدانِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران میں نیزے مارے اور پھر زہر دیا..... اور ان ہی لوگوں نے ۶۱ھ میں کربلا کے میدان میں خاندانِ علیؑ کو دھوکے اور مکر و فریب سے بلا کر انتہائی بے دردی، اور غلم سے تہمتیج کر دیا..... اس طرح ان غیثِ الفطرت لوگوں نے فیبر کا بدلہ اور انتقام چکانے کی کوشش کی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

بارہوی تقریر

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَتَجَمِّعِينَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرة)
صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

سامعین گرامی قدر! واقعہ کر بلا کی تفصیل..... بڑی وضاحت کے ساتھ

عقلی اور فنی دلائل کی روشنی میں..... میں بیان کر چکا ہوں۔

واقعہ کر بلا اور شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیر معمولی شہرت اس

وجہ سے بھی ملی کہ اس واقعہ نے ایک مذہب کو جنم دیا..... اس مذہب کے

ماننے والوں کی مجبوری تھی اور ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس واقعہ کو اور سیدنا

مبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ذوالنکبت سے اور ذوالحجۃ سے پیش آئے۔
یہ واقعہ تاریخ اسلام کے باقی واقعات کے مقابلے میں اونیٹھا اور مستزلف ہے۔
..... اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دوسری تمام شہادتوں سے
مقابلے میں زیادہ دردناک اور مظلومانہ دکھائی دے۔

اور واقعہ کربلا کی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے یہ واقعہ اس
شخصیت کو پیش آیا جو نواسہ رسول ہونے کی بنا پر امام الانبیاء علیہ السلام کو انتہائی محبوب تھا
..... وہ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند و ولید تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی مقدس آغوش میں پروان چڑھے تھے۔ وہ بہت ساری صفات
سے موصوف تھے اور مرجع خلافت تھے۔ وہ اپنی ذات میں نہایت متقی، عہد و علم
میں یکساں، سخاوت و شجاعت میں بے مثل، عبادت و ریاضت میں قائل، کمون
..... غریب و دوری میں بے نظیر، تواضع و انکساری کے پیکر، صداقت و حقوی کے
مجھے اور لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بہت پیار فرماتے اور شفقت سے چشم آتے
تھے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھسروں کی وہ رونق تھے
..... تمام اصحاب رسول ان سے محبت بھی کرتے اور شفقت کی نظر بھی رکھتے۔

ایسی عظیم اور اعلیٰ شخصیت کے ساتھ۔۔۔۔۔ بلکہ اس کے گھرانے کے ساتھ
اور گھرانے کی مقدس خواتین کے ساتھ جو واقعہ فاجعہ اور حادثہ کربلا پیش آیا
..... اس واقعہ نے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔

میں آج کے خطبہ میں نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح
سیرت و عظمت اور ان کے مقام و مرتبہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ رب

العزت مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کئی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت با سعادت شعبان کے مہینے میں ۴۴ھ میں ہوئی۔

مگر صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۶ھ میں ہوئی..... کیونکہ آپ کے والدین (سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی غزوہ احد کے بعد ہوئی۔

بخاری کے حاشیے پر علامہ کرمانی نے لکھا ہے:

وَأَنَّكَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّابَعْدَ وَقَعَةِ أُحُدٍ

امام الانبیاء علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوہ احد کے بعد کیا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲ باب مناقب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور یہ تو آپ میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ غزوہ احد شوال کے مہینے میں ۳ھ میں ہوا تھا..... ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد نے "جلاء البیون" میں لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شادی ۲۱ محرم ۴ھ میں ہوئی۔

اس حساب سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے فرزند حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۴ھ کے آخر میں یا ۵ھ کی ابتداء میں ہوئی..... تو ماننا پڑے گا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۶ھ میں ہوئی۔

اس طرح امام الانبیاء علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔

بخاری میں ایک واقعہ منقول ہے کہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن اپنے ابتدائی ایام خلافت میں نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

ہمراہ تھے..... وَالْحَسَنُ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ دیکھا کہ حضرت
 حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں..... سیدنا صدیق اکبر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے پیار سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا
 اے علی..... حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹا تو آپ کا ہے مگر اس کا چہرہ نبی
 اکرم سے مشابہت رکھتا ہے..... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سن کر
 مسکرانے لگے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ کتاب المناقب)

روایت میں ہے:

فَاَحْتَمَلَهُ عَلِيٌّ رُكْبَتَيْهِ.....

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 کندھے پر اٹھالیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کی
 وفات کے وقت اتنے چھوٹے تھے کہ تقریباً ساٹھ برس کے بوڑھے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے انہیں کندھے پر اٹھالیا..... تو پھر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان سے
 بھی کم از کم ایک سال چھوٹے تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ کی اطلاع امام الانبیاء ﷺ کو
 دی گئی تو آپ خوشی و مسرت سے معمور کا شانہ فاطمہ میں تشریف لائے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے میں لپیٹ کر انہیں نانا
 ﷺ کی گود میں دیا..... آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں
 تکبیر کہی..... آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی..... سب
 سے پہلی چیز جو ان کے منہ اور پیٹ میں گئی وہ امام الانبیاء ﷺ کا لعاب و عین تھسا

..... پھر کھجور چبا کر آپ نے انہیں تھیک کی (یعنی گھٹی دی)
یاد رکھیے بچے کی پیدائش کے وقت اسے گھٹی دینا اسلام میں استحباب کا درجہ
رکھتا ہے..... امام الانبیاء علیہ السلام کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو لایا جاتا تھا
اور آپ انہیں گھٹی دیا کرتے تھے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کھجور منہ میں چبا کر اسے گھٹی دی اور عبد اللہ نام تجویز فرمایا۔

اسی طرح سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو آپ
نے انہیں بھی گھٹی دی اور اپنا لعاب وہیں بھی ان کے منہ میں ڈالا اور عبد اللہ نام تجویز
فرمایا۔ (مسلم)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو مولود کا نام حرب رکھنا چاہتے تھے..... مگر نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام تجویز فرمایا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات دن کے ہوئے تو امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کا عقیقہ کیا اور دو میسندھے یا
بکریاں ذبح کی گئیں۔

زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ نو مولود بچے کے لیے جب جانور ذبح کرتے
تو روٹی کے ساتھ ذبح شدہ جانور کا خون لگا کر اس بچے کے سر پر لگاتے..... مگر
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کے عقیقے پر اس رسم جاہلیت کو توڑ دیا اور
فرمایا جانور کا خون لگانے کے بجائے سروں پر خوشبو لگائی جائے۔

(مصنف عبد الرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۳)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں سے بہت شفقت اور انتہائی محبت
فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں نواسوں کو یہ کلمات پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے:

أَعِيذُ كَمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ
هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غَلِيظٍ لَاقِيَةٍ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶ مشکوٰۃ ۱۳۳)

”میں تم دونوں کو پناہ میں دیتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلموں کے ذریعے ہر شیطان کی برائی سے اور ہر سرائیدادینے والے جانوروں کی برائی سے اور ہر نظر لگنے والی آنکھ کی برائی سے“

امام الانبیاء علیہ السلام محبت و پیار اور شفقت سے اپنے ان دونوں نواسوں کو اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو میں اور حنین کریمین مدینہ سے باہر نکل کر آپ کو ملتے۔ نبی اکرم ﷺ بڑی شفقت اور پیار سے ہمیں اپنی سواری پر سوار کر لیتے اور ہم آپ کے ساتھ سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوتے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ صفحہ ۳۵)

مسلم میں ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لاتے اس حالت میں کہ آپ نے اپنے ان دونوں نواسوں میں سے ایک کو اپنے آگے بٹھایا ہوا تھا اور دوسرے کو اپنے پیچھے۔

حضرت عمر بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

امام الانبیاء علیہ السلام جب نماز میں سجدہ ریز ہوتے تو بعض دفعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے نبی اکرم ﷺ اٹھنے لگتے تو انہیں پیٹھ سے نیچے اتار دیتے۔ (مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۴)

نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی پیار فرماتے اور شفقت کا معاملہ فرماتے۔

کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ امام الانبیاء علیہ السلام کے ان دونوں کے علاوہ اور بھی نواسے اور نواسیاں تھیں..... آج دشمنانِ احساب رسول کے زہریلے پروپیگنڈے کا کچھ اس طریقے سے لوگ شکار ہو گئے ہیں کہ انہیں صحیح حقائق اور اصل صورتِ حال کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔

امام الانبیاء علیہ السلام کی سب سے بڑی بیٹی کا نام سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے..... جس نے دین اسلام کے لیے مشرکین کی مار کھائی ہے اور نیزوں کے زخم برداشت کیے ہیں..... آپ کی اس بیٹی کی شادی بنو امیہ قبیلہ کے ایک نامور شخص ابوالعاص کے ساتھ ہوئی تھی..... سیدہ زینب کے ایک بیٹے کا نام علیؑ ہے یہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے نواسے تھے..... فتح مکہ کے دن یہی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی کا نام ”امامہ“ ہے..... یہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی نواسی ہے..... اس کے ساتھ آپ بہت پیار اور شفقت کا معاملہ فرماتے..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے:

بَابُ إِذَا أَحْمَلَ عَلَ عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

یعنی چھوٹی بچی کو حالت نماز میں گردن پر اٹھالینا۔

اس باب کے تحت امام بخاری ایک حدیث لائے ہیں:

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابی کہتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أَمَامَةً بِنْتِ

زَيْنَبٍ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا

قَامَ حَمَلَهَا۔

بے شک رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے زینب کی بیٹی امامہ کو کندھے پر اٹھا لیتے تھے سجدے میں جاتے ہوئے اسار دیتے تھے جب سجدے سے اٹھتے تو پھر امامہ کو اٹھا لیا کرتے تھے۔

(بخاری ج ۱ ص ۷۴)

ایک اور بات آپ حضرات کو بتاؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ بھی نواسے اور نواریاں تھیں اور آپ ﷺ ان سے بھی محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مال غنیمت میں ایک بہت قیمتی اور خوبصورت ہار آیا۔

ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ ہار کس کو عطا ہوگا؟

آپ نے فرمایا جس کے ساتھ میں سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہوں۔

صحابہ کرام کہتے ہیں..... ہم نے سوچا کہ یہ ہار تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جائے گا (صحابہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت فرماتے ہیں) مگر جب ہار کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

میری نواسی ام سلمہ کو بلاؤ..... پھر آپ نے وہ ہار اپنی نواسی کو

عنایت فرما دیا۔

امام الانبیاء ﷺ کو اپنے تمام نواسوں اور نواریوں سے بے حد محبت تھی..... نواسہ رسول ہونے کی نسبت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی ان کے ساتھ محبت و الفت سے پیشکش آتے تھے..... خود نبی اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کو ان

سے محبت کرنے کی ترغیب دی ہے۔

امام الانبیاء علیہ السلام نے ایک دفعہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا:

اے میرے پانہار مولا! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما اور اس آدمی سے بھی محبت فرما جو حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸)

ایک موقع پر سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

إِنَّهُ رَيْحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا
حسن دنیا میں میرا پھول ہے۔

اکثر اوقات بی اکرم ﷺ اپنے نواسوں کو اپنے کاندھوں پر سوار کر لیتے اور فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا
میرے مولا! جس طرح میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور میری امت کا جو شخص ان دونوں کو محبوب رکھے تو بھی اس کو محبوب رکھ۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے یوں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَرْحَمُهُمَا فَاَرْحَمُهُمَا
اے میرے اللہ! میں ان دونوں پر شفقت کرتا ہوں تو بھی ان کے ساتھ رحم اور شفقت کا معاملہ فرما۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ان دونوں نواسوں سے محبت اور شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ڈھمیؒ نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے..... واپسی پر ایک جگہ سستانے کے لیے لیٹ گئے..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں پر لگنے والی مٹی صاف کرنے لگے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک بزرگ اور صحابی میرے قدموں سے مٹی صاف کرنا چاہتے ہیں..... انہیں کچھ ندامت سی ہوئی..... ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ جانے دیں اور مجھے یہ خدمت کرنے دیں..... اللہ گواہ ہے:
لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مِنْكَ مَا أَعْلَمُوا لَحَمَلُوا عَلَى رِقَابِهِمْ
آپ کی فضیلت اور مقام جو مجھے معلوم ہے اگر وہ دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ آپ کو کاندھوں پر اٹھالیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۳)

ایک اور روایت بھی سنئے:

”ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو کہ عسہ اور دوسرے اوصاف میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر تھے..... انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے احترام اور محبت کے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا۔

ایک شخص نے جو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں جانتا تھا پوچھا یہ کون شخص

ہیں؟ جن کا اتنا احترام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کر رہی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا:

یہ ہمارے محبوب نبی ﷺ کے پیارے نواسے ہیں..... سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... اور مجھ پر اللہ کی بہت بڑی رحمت اور انعام ہے کہ میں نے انہیں احترام کے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۷)

اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی آپ حضرات کو سناتا ہوں:

ایک مشہور صحابی ہیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ وہی صحابی ہیں جو ابن زیاد سے پہلے کوفہ پر یزید کی طرف سے گورنر مقرر تھے) انہوں نے مدینہ منورہ سے کچھ دور دیکھا کہ سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل جا رہے ہیں۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خچر پر سوار تھے..... وہ فوراً خچر سے اتر پڑے اور اپنی سواری سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کر دی۔

مگر سیدنا حمین نے اسے مناسب نہ جانا اور نعمان بن بشیرؓ کے اصرار کرنے پر اس شرط کے ساتھ سوار ہونے کی حامی بھر لی کہ آپ میرے ساتھ سوار ہوں گے اور آپ آگے بیٹھیں گے اور میں آپ کے پیچھے سوار ہوں گا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ شرط کیوں؟

سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

میں نے اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے کہ امام

الاعیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

کہ سواری کے آگے سوار ہونے کا حق سواری کے مالک کا ہے اور
بستر کے درمیان بیٹھنے کا حق صاحبِ فسادش کا ہے اور گھسٹنے کا
جماعت نماز پڑھنے کی صورت میں امامت کا حق صاحبِ خساد کا

ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کی والدہ محترمہ نے درست فرمایا میں نے بھی اپنے والد مکرم حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح سنا ہے..... مگر میرے والد محترم ساتھ یہ ارشاد بھی نقل کرتے تھے:

إِلَّا مَنْ أَذِنَ مِغْرِيهَ كَمَا وَهْ شَخْصٌ خُودَاجَا زَت دے دے۔

اب میں آپ کو اجازت دے رہا ہوں اس لیے آپ ہی آگے سوار ہونگے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

امام الانبیاء علیہ السلام کا انتقال پر ملال ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی..... نانا جان کے انتقال کے تقریباً چھ مہینے بعد آپ کی والدہ ماجدہ میدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر تربیت وہ پروان چڑھے..... تربیت دینے والا پروردہ نبوت ہو تو اس نے کتنی عمدہ اور بے مثال تربیت کی ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد خلافت و حکومت کی بھاری ذمہ داریاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھوں پر رکھی گئیں..... خلیفہ اول بلا فصل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے اور ان کی عورت و عکرم کرتے تھے۔

حیرہ کی فسخ کے موقع پر بہت سامان غنیمت محباہدین کے ہاتھ آیا..... مال غنیمت میں خوبصورت اور نفیس چادریں بھی تھیں..... خلیفہ اول بلا

فصل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چادروں میں سے ایک قیمتی چادر سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائی (فتوح البلد ان بلا زری صفحہ ۲۵۴)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح خلیفہ ثانی لا ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت پیارا اور انتہائی شفقت فرمایا کرتے تھے..... اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر ان کا خیال رکھتے اور محبت فرماتے۔

ایک مرتبہ سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لیے تشریف لائے یہ اس دور کی بات ہے جب وہ امیر المؤمنین تھے..... دروازے پر پہنچے تو امیر المؤمنین کے بیٹے سیدنا عبد اللہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین سرکاری کام میں مہروف ہیں اور مجھے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔

سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بغیر ملاقات کیے واپس تشریف لے گئے..... بعد میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو سیدنا حمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا..... میرے بیٹے عبد اللہ میں اور تم میں بہت فسوق ہے..... اجازت کے معاملے میں آپ عبد اللہ سے زیادہ حق دار ہیں۔

(الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۲، تاریخ بغداد صفحہ ۱۴۱)

ایک بار یمن کے حاکم نے کچھ کپڑے بھیجے..... امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ان کپڑوں کو صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا..... اتنے میں حنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تشریف لے آئے..... انہیں دیکھ کر امیر المؤمنین پریشان ہو گئے آپ نے اسی وقت یمن کے حاکم کو لکھا کہ اعلیٰ قسم کے دولباس فوراً مدینہ منورہ بھیجو..... اس نے آپ کے حکم

کی تعمیل کرتے ہوئے شاعر قسم کے جیسے روانہ کیے..... امیر المؤمنین نے وہ خوبصورت لباس انہیں پہنایا..... اور حسین کریمین کو خوبصورت لباس میں دیکھ کر امیر المؤمنین نے فرمایا :

الآن ظاہت نفسی.....

اب میرادل خوش ہوا ہے۔ (الہدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

یہ واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائدہ ان علی سے اور خصوصاً حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت بھی فرماتے، شفقت بھی فرماتے اور انہیں عزت و تکریم اور احترام سے بھی نوازتے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اصحاب رسول ﷺ کے وظائف ان کے مراتب و مقام کے حساب سے مقرر فرمائے..... تو حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وظیفہ بدری صحابی کے برابر پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

آپ حضرات میں سے ہو سکتا ہے چند حضرات ہی یہ بات جانتے ہوں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں..... اس رشتے کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہسنوی ہوئے..... اسی لیے وہ اکثر و بیشتر اپنی ہمیشہ سے ملنے کے لیے ان کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۶)

اور یہ بات بھی یقیناً آپ میں سے چند لوگوں کے علم میں ہوگی کہ جب مدائن فتح ہوا..... اور مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا..... مال غنیمت میں غلام اور لونڈیاں بھی تھیں..... ان لونڈیوں میں ایک شہزادی تھی جس کا نام شاہ جہان تھا۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لوٹدی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمائی..... سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نام سہا جہان کے بجائے شہربانو تجویز فرمایا۔

اسی شہربانو کے بطن سے سیدنا زین العابدینؑ پیدا ہوئے..... جن کی نسل سے تمام حسینی سید آج دنیا میں موجود ہیں۔

(اصول کافی صفحہ ۲۹۶ باب مولد علی بن حسین)

میں درد مندانہ گزارش کروں گا کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں..... جہاد کے بعد جو مال غنیمت آیا..... اس میں سے ایک لوٹدی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی جس سے زین العابدینؑ پیدا ہوئے، کربلا میں یہی اکیلے زندہ بچے تھے اور آج تمام حسینی سید انہی کی نسل میں سے ہیں..... سوال میرا یہ ہے کہ اگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت غصب شدہ تھی..... تو ان کے دور میں جہاد کیسا؟ پھر مال غنیمت میں سے لوٹدی کا وصول کرنا کیوں؟ یہ کیسے جائز ہو گیا..... حسینی سیدوں کی مجبوری ہے کہ وہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض مؤمن مانیں..... اور ان کی خلافت کو برحق تسلیم کریں۔

پہلے دونوں خلفاء کی طرح سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی خلافت کی بیعت کی تھی..... سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے پیش رو خلفاء کی طرح ان سے محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے..... ویسے بھی سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے رشتے میں خالو لگتے تھے۔

باغیوں نے جب امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ

کر لیا تھا..... تو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ اپنی اپنی تلواریں اور ہتھیار بنبھال لو اور اپنے خالو کے گھر کے دروازے پر پہریدار بن جاؤ۔ مگر باغی گھر کی عقی دیوار پھلانگ کر گھر کے اندر گھس گئے..... سب تدبیریں رائیگاں گئیں اور امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برادر بزرگ کے ہمراہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی۔ (دیکھئے رجال کشی ص ۱۰۱) جب کچھ لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجبور کیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت توڑ دیں تو انہوں نے فرمایا:

إِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَا هَذَا نَا وَلَا سَبِيلَ إِلَى نَقْضِ بَيْعَتِنَا

ہم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور ان سے عہد کر چکے ہیں لہذا ہمارے لیے بیعت توڑنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(الاخبار الطوال صفحہ ۲۲۰)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حسن سلوک سے پیش آتے..... محبت و الفت کے جذبات رکھتے..... ان کو اپنے دربار میں خصوصی نشستوں پر جگہ دیتے اور وظائف و حُدایا سے نوازتے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

”سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اکیلے اور کبھی اپنے برادر بزرگ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہر سال امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جاتے وہ ان کی بہت عزت افزائی کرتے اور بہت سے عطیات اور تحائف ان کو دیتے..... سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاتے اور وہ ان کو بہت سے عطیات وغیرہ دیتے اور ان کی بہت عزت افزائی کرتے۔“

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

سامعین گرامی قدر! میری اس گفتگو سے جو میں نے باحوالہ کی ہے، یہ بات تو آپ حضرات کو معلوم ہوگئی ہوگی کہ نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلقات خلفاء ثلاثہ کے ساتھ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مثالی تھی..... یہ تمام حضرات بھی اور دوسرے صحابہ کرام بھی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت بھر اسلوک رکھتے، ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے، ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے..... ان کی خدمت کرنے کو سعادت سمجھتے..... اور میری گفتگو سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت بھی فرمائی..... اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ صرف بیعت کی بلکہ ان سے عطیات، ہدایا اور وظائف بھی قبول کیے۔

یقیناً وہ رحماء بنہم کی صحیح تصویر تھے..... یقیناً سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم بھی ہیں اور مظلوم بھی..... عظیم اس طرح کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نور نظر..... اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر ہے، امام الانبیاء ﷺ کا پیارا نواسہ اور راکب برودش رسول ہے۔

ایک سے زائد بار رحمت عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا..... ان تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ صحابی رسول ﷺ کے مرتبے پر فائز ہے اور مظلوم اس لحاظ سے کہ کوفہ کے غداروں نے وفاداری سے بھرپور ہزاروں خط تحریر کر کے انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی..... اور پھر غدار، مکاری، دغا بازی اور

بے وفائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کنبہ کے کئی افراد کے ساتھ انتہائی بے رحمی،
بیدردی اور سفاکی سے شہید کر دیا۔

لاکھوں سلام ہوں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہادر اور شجاع فرزند پر
لاکھوں سلام ہوں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیرت مند بھائی پر
اور اللہ رب العزت کی ان گنت لعنت ہو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

قاتلوں پر.....

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

علامہ محمد عطا اللہ بند یالوی کی مدلل، پُر مغز اور معلوماتی تقاریر کا مجموعہ

خطبات بند یالوی

۷ جلدوں میں

دوسری جلد امام الانبیاء ﷺ کی سیرت
عظمت کو قرآن و حدیث کے دلائل سے
۱۶ تقاریر میں بیان کیا گیا ہے

پہلی جلد آیہ الکرسی کی تفسیر پر مشتمل
۵ تقاریر میں توحید الہی کے تقریباً
تمام پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے

چوتھی جلد سیرت انبیاء کرام کے سلسلہ میں
از سیدنا شعیب علیہ السلام تا امام الانبیاء ﷺ
۱۸ تقاریر کا مجموعہ

تیسری جلد: سیرت انبیاء کرام
از سیدنا آدم تا سیدنا موسیٰ علیہ السلام
۱۱ تقاریر کے عنوان پر

چھٹی جلد سیرت عظمت امیر معاویہ
عظمت شہادت سیدنا حسینؑ اور واقعہ کربلا
۱۲ تقاریر کا مجموعہ کے عنوان سے

پانچویں جلد نمازیں پڑھے ہوئے کلمات ترجمہ تفسیر
اور مختلف فیہ مسائل میں مسلک احناف
کی ترجیح کے موضوع پر ۱۶ تقاریر کا مجموعہ

ساتویں جلد صحابہ کرام قرآن کے آئینے میں
عظمت اصحاب سول کے عنوان پر انتہائی مدلل معلوماتی اور اچھوتے انداز میں ایک لاجواب
اور بے مثال شاہکار جس سے علماء، طلباء، خطباء اور عوام الناس یکساں مستفید ہوں گے۔

نشر و عیت
شعبہ اشاعت

جمعیت راشعت التوحید السنیہ

سرگودھا پاکستان